اور باہتمام پنڈت شیام ناتھ منیجر اسسٹنٹ باقی

اطلاع

اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لئے موجود ہے یہ فہرست مطول ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ
ملسکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرماسکتے ہین قیمت بہی ارزان ہے اس کتاب کے مشتہر
کے تین صفحہ سادی ہین کتب کلیات و دواوین اردو کتب قصہ جات نثر و چند کتب فسانہ نظم درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی
یہ کتاب ہے اس فن کے اور بہی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہووے

کتب کلیات و دواوین اردو

کلیات انشاء اللہ خان - یہ نتیجہ طبع شاعر نامی بذلہ سنج میر انشاء اللہ خان انشا تخلص عہد نواب سعادت علیخان مین بڑے مقرب حاضر جواب تھے -

کلیات نساخ - عمدہ کلیات جسمین نادر رسائل شامل ہین - شاہد عشرت - ۲ - سخن شعرا - ۳ - اشعار نساخ - ۴ - مرغوب دل - ۵ - دفتر بے مثال - ۶ - گنج تواریخ - ۷ - چشمہ فیض - ۸ - قند پارسی - ۹ - زبان ریختہ - ۱۰ - قطعہ منتخب - از جادو نگار طبع وقاد مولوی عبد الغفور خان بہادر

شاہد عشرت - ״
سخن شعرا - ״
اشعار نساخ - ״
مرغوب دل - ״
دفتر بیمثال - ״
گنج تواریخ - ״
زبان ریختہ - ״
قطعہ منتخب - ״
کلیات نظیر - ״

کلیات سودا - قصائد و مثنویات و دواوین و رباعیات از کلام تاج الشعرا مرزا رفیع السودا -

کلیات تراب - مجموعہ جسمین چند کتاب ہین - ۱ - دیوان - ۲ - مثنوی عاشق صنم ۳ - ٹہریان - ۴ - شجرۂ قادریہ

کلیات صنعت - کلام شاعر مستند میان کریم الدین صنعت

کلیات ناسخ - دو دیوان صفحہ اور حاشیہ پر نتیجہ بلندی فکر شیخ امام بخش ناسخ شاعر مستند لکھنوی -

کلیات آتش - طبعزاد سخنور نامی خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی معاصر ناسخ -

کلیات نظام - کلام سخنور خوش فکر نواب محمد مرزا علیخان نظام

کلیات تسلیم جسکا نام تاریخی نظم ارجمند ہے نتیجہ خوش فکری بان اور بلند خیال منشی امیر اللہ تسلیم شاگرد حضرت نسیم دہلوی -

دیوان ذوق - میر محمد ابراہیم ذوق الکلام دہلی کا کلام ہے -

کلیات ظفر - کلام الملک ملک الکلام - چار جلد مین -

کلیات مومن خان - جدید الطبع -

دیوان گویا - از طبع زاد رسالدار فقیر محمد خان گویا شاگرد خواجہ وزیر تخلص وزیر استاد نازک خیالی -

بعون صانع مکین و مکان فضل خلاق زمین و آسمان
کلیات میر
مطبع نامی منشی نولکشور واقع کانپور میں بہ طبع مزین چھپا

٢

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصائد در منقبت وغیرہ

جب سے خورشید ہوا ہے چمن افروز حمل
رنگ گل جھلکے ہے ہر پات میں ہر گل اوجل

وقت وہ ہو کہ زبس شوق سے ہی چشم بلبل
خوبی دلکش گل دیکھنے کو ہو احول

جوش گل یہ ہے جہاں تک کہ ہے کام نظر
لالہ زرکش گل سے ہیں بہر دشت و جبل

لطف دیدگی مت پوچھ کہ میں شبنم بھی ہوں
سبزہ غلطاں ہے لب جو پہ کہ خواب مخمل

چشم رکھتا ہے تو چل فیض ہوا کو ٹک دیکھ
نرگس اگتی ہے جہاں بوئی تھی دہقاں نے بصل

سیر کر تازگی و خرمی و شادابی
خشک بھی شاخ نے آب سبز نکالی کونپل

خون خمیازہ کش عاشقی دنبچہ گل
دونوں نکلی ہیں تہ خاک سے اب دست بغل

وقت ہے اپنی نصیری کی مدد کا یا شاہ | روز و شب رہتی ہے اُس ہوس دی ہے یہی جنگ جدل

مطلع ثالث

ایکہ اک تو ہی ہوا عالم اسرار ازل | ایک سو جان سے عاشق ہے ترا حسن عمل
تیری وہ ذاتِ مقدس ہے کہ لیتے ہی جو نام | منہہ سے ناخواستہ ہو صلِّ علٰی جا بے محل
تیری درگاہ مین جبریل ہے پر کیون نہ جلین | یہین ہے نور جلالی خدا عز و جل
وو دراز بسکہ کھنچا عرش سے رتبہ تیرا | حرف تیرا ہی ترے شیعونکی دوجی منزل
مرحبا شاہا ترے صلی علیٰ جاہ ترا | کہ ہوا تخت ترا دوش نبیؐ مرسل
فرش ہونا ترے زائر کا سعادت تھی دولے | کیا کرے چادرِ مہتاب کہ تھی مستعمل
وہ نخستین خرد اے عالم اسرار آلہ | مانتے جسکو گئے دہر کی کامل اکمل
آخر اب آکے ترے درس مین یہ نکتہ کھلا | ناقصِ محض چلا جائے تھا عقل اول
جی مین گذری بھی تو نکلے ہے ترے درس آگے سچ | معنئے تازہ سے بدلا ہوا لفظ مہمل
رفع بدعت پہ جب آوے تری طبع اقدس | کیا عجب شعلۂ آواز سے جل جائے رسل
لقمۂ ظلم نہین بچتا عدالت مین تری | باز نگلی ہوئی چڑیا کو تیئین دے ہے اگل
حالتِ نزع مین گر نام زبان پر ہو ترا | ایک رمق جان حیا ابد سے ہے ہو بدل
بسکہ غالب ہے ترا اسعد ستارے ہی عجب | پہونچے گر حشر تلک نوبت شاہی زحل

قصیدہ در مدح حضرت مرتضیٰ علی علیہ الصلوٰۃ والسلام

زخم اسکے ہاتھ کا جو لگے یہ نہو کبھی	ست جاوی کائنات مگر تب ہو اندمال

قطعہ

تر ہو گئی ہو سبکہ لہو مین گل زمین	گر خشک ہو وی خاک کہین بعد ماہ و سال
ہو پھر گذار باد صبا سے یہ واں کا رنگ	اڑتا ہو جیسے ہولی کی ایام مین گلال
میلان طبع مطلع ثالث کی اور ہے	تاخیر پر قصیدۂ عزا کا ہو مآل

مطلع ثالث

لائق تری صفت کے صفت ہیر کی محال	آشفتہ طبع شاعر خستہ کی کیا مجال

قطعہ

تو وہ در مدینۂ علم علیم ہے	جس شخص کو نہ آوی الف بے تے دال ذال
آوے تری جناب مقدس مین ایکدم	کرتے ہین واں تو وقف سبھی طرز کی مقال
عالم ہو اسقدر کہ بیان کیا کرے کوئی	پھر بحث اُس سے عقل فلاطون پر ہو محال
لیتے ہین تیرے گھر سے گدا پوست تخت فقر	پاتی ہین تیری در سے تنہا مکنت و جلال
جبتک جیو نمین دلمین مرے آرزو یہی	ہون سر سے تیری زائر درگہ کا پایمال
پھر بعد مرگ حوض پہ کوثر کے یا علی	جا گہ مری ہو حشر کی تیری صف نعال
جب ہو نمین گرم تیری سائیمین یا شہا	ہو جاوی سرد آتش دوزخ کی اشتعال

۶

چشم طمع کو سی ہا تو کہ جیتے جی	سرمہ ہوی ہین بسکہ الم سو مری عظام
ای طبع اتنی ہرزہ درائی جرس کی طرز	اس گفتگو کا فائدہ کہ حاصل کلام
یعنی امیر شاہ نجف کی صفت پر آ	وہ شاہ جس پہ ساری کمالات ہین تمام
وہ شاہ ہو کہ بعد نبی کی وہی ہو پھر	وہ شاہ ہو کہ حق ہو وہی اولین امام
گر جا ہی دل گرفت جہا مین نہو کوئی	کر دے یہ تنگ غنچۂ پیکان کو ابتسام
ورنہ شگفتگی پہ بلائے عظیم ہے	چھوڑے نہ زخم سینۂ عاشق تنگ التیام

مطلع ثانی

شاہا ترے گدا کا ہو مشہور احتشام	شاہان سرفراز سب اوسکی ہین پا تمام

قطعہ

ہو اسپ پر سوار گرے عزم جنگ اگر	میدان کارزار مین ادنی ترا غلام
جولان کرے جدھر کو رہی اوسطرف نہ خاک	اڑ جای خاک اودھر کی جدھر کو پھرے لگام
پامال اسقدر ہون کہ معلوم بھی نہون	افراسیاب کون ہو رستم ہی یا کدام

قطعہ

شمشیر اسکے خرمن اعدا کی ہی جو برق	اودی گر اسکے ہاتھ مین یک لحظہ بی نیام
جل جای اور تنگ صف اعدا کی اور کو	بے سر ہین پھر تو مد نظر تک بدن تمام

مطلع ثالث

حکایت

قطعہ

یعنی کہ دیکھون حضرت دہلی کی تو اجاج
معلوم ہو سوائے تری حاصل کلام

ہرگز نہو حلال عدو پر تری خوشی
ہووے تمام تیرے محبون پہ غم حرام

قصیدہ در مدح امام حسین علیہ الصلوۃ والسلام

فلک کے جور وجفا نے کیا ہی مجکو نزار
ہزار کوس پہ ہو جا ہی اک تپیدن زار

خراب کوہ و بیابان بیکسی ہو نمین
برنگ صورت جرس ہر طرف ہی میر اگذار

بغیر خوردن خون لب ہمارٹو ٹی ہے
سوای گریۂ صبح اب کہان ہی آب خمار

نگین نہ داغ سو کیون پھیکے ہیر سینے پر
نک نہین نظر آتا بجز رخ دلدار

سو وہ بھی دیکھنا ملتا نہین ہے گھر بیٹھے
مگر ہون ہند مین رسوای کوچہ و بازار

سوائے نالۂ جانسوز کون ہی دلسوز
بغیر آہ سحرگاہ کون ہے غمخوار

جنون مین جیسے خوش آیا لباس عریانی
نہین ہی دامن صحرا مین تب سے مجکو قرار

ہمیشہ ساتھ ہی دامن سوار لڑکون کے
مگر کہ خاک وفا سے بنا ہے میرا غبار

عجیب ہی مجکو جو تو دیکھنے نہین آتا
رہا ہون ایک تری انکھڑیونکا مین بیمار

ہوا ہون جور فلک سے نپٹ ہی ار و نزار
پہونچیو یا خلف الصدق حیدر کرار

شہا غلام کو تیری یہ زور بازو ہے
کہ وقت جنگ جو لیکر کمان کو ہووے سوار

بسرو دھری شیرین بگینہ خسرو
بگرم جوشی فرہاد سختی کہسار

بعشق دیر بطوف حرم بسعی تمام
بلوح مشہد عاشق بسوز شمع مزار

بآب و رنگ گلستان بہ بیکسی اسیر
کہ اسکو کنج قفس ہی رہے ہی باد بہار

بساغر مے گلگون بتوبہ سنگین
بدلنوازی ساقی بابر دریا بار

بدستگیری چاک و بہ بیقراری جیب
بسینہ کاوی دشنہ بزخم دامن دار

بحسرت رخ جانان بچشم وا ماندہ
بسعی باطل ناخن بعقدہ دل کار

بہ قلقل و بہ سبو و بلغزش ہر دم
بہ مستی می ناب و بخاطر ہشیار

بہ پوچ گوئی بیتابی و بہ بے خوابی
بکم زبانی صبر و بدیدہ بیدار

بدیر و برہمن و کفر و باصنم گوئی
بشیخ و مسجد و تسبیح و رشتہ زنار

بسیل خانہ خراب و بوادی مجنون
بجرگہ جرگہ غزالان بدیدہ خونبار

بجوشہ خوشہ سرشک و بدار سست قرہ
بقطرہ قطرہ شراب و بجام دست بار

بضعف جسم نزار و بطاقت سرکش
بجان عاشق مسکین کہ بار پر ہی نثار

بخاک عاشق بے خانمان کہ باد صبا
نہین دکھاتی اسے بعد مرگ کوچۂ یار

باضطراب چراغ و بدشمنی نسیم
بخاطر دل آخر کہ اُس سے ہی بیزار

بدور گردی رنگ قبول و یاس دعا
باعتراز اجابت بحلقۂ اذکار

قصیدہ

۹

تو مر جائیگا یون تو رستے ہی رکتے | کہ اندوہ و غم آفت ناگہان ہے
غزل لطف کر میر صاحب کی کوئی | کہ اونکی زبان بیچ سحر بیان ہے
کہا مین نے مطلع غزل کا یہ سنکر | کہ ہر طرف سے جسکے لو ہو روان ہے

مطلع ثانی

ترے ہاتھ جبتک کہ تیر و کمان ہے | شکار زبون کی بھی خاطر نشان ہے
کئے آنکھ شکل نشالی ہون اپنے | مرا جسم اس لطف سے ناتوان ہے
تری اور لے سادہ رو بعد میرے | مرا نامہ نوشتہ ہر استخوان ہے
نہ پوچھ اس طلسمات عالم کی صنعت | کہ اس آشکارا مین کیا کیا نہان ہے
خوشا مرگ بلبل کہ سائے مین گل کے | کہین مشت پر ہے کہین آشیان ہے
لگے ہو نہ اب عطر دان اوسکے منہ کو | نہ اس بوئے خوش ساتھ گل کا وہان ہے
غرور و خرابات چل شیخ دیکھین | جو ترسا بچہ ہے سو پیر مغان ہے
نہ کہ خانہ ڈالے تھے یان کیسے کیسے | خرابا ہی ہو جب تلک یہ جہان ہے
دم امتحان سینہ ہم کیا کرینگے | ہماری گرہ مین تو اک نیمجان ہے
چل اے طبع مشتاق وصف بتان پر | کہ غم انکا دل مین مرے یک جہان ہے
یہی شغل ہین خوب پیش فقیران | کہ ذکر خدا ہے کہ وصف بتان ہے

نظم مرجع کل کیا ہے جہان کا
ترا دست ہو وفق خرد و کلان ہے
وہی نعتا عدل سے تیرے اب بیان ہے
ستان تھا سو سہارا ہوا آستان ہے
نہ ہے ہوش اسکے ہو طفل نادان ہے
ترے پیچھے پیر خرد کاروان ہے
سُن اے خامہ مطلع جاری ہے لکھ
کہ ممدوح کی زور کا اب بیان ہے

مطلع رابع

بہت ہرزہ خوان ہیگا اے میر توبھی	وظیفہ ترا کیا یہ ذکر زبان ہے
جو مرکوز خاطر ہے اُس پر بھی آجا	فراغت کا عرصہ بھی یہی زمان ہے
سُن اے ہمنشین شخص غائب کی خاطر	یہ مطلع کہ مطلب ہے جو توامان ہے

مطلع ثالث

قلم چل ابھی چلتی تیری زبان ہے	کہ پھر بات کی کیکی فرصت کہان ہے
ولیکن تجاوز نہووے ادب سے	کہ ممدوح اب شاہ ہندوستان ہے
دماغ اب نہین ہے جو تمہید کریے	کہ کل رات ہو اور یہ داستان ہے
بھتیجے تری تیکھے یہ دل چاہتا ہے	تری شکر نعمت مین قاصر زبان ہے
ترا عہد یکسر خوشی ہو جو ہے بھی	گنہگار سا ایک غم مہوشان ہے
تری یان ہو سب راستی و درستی	مگر صدق سچ کا ہی خاندان ہے
زیارت کئی صدق آتا ہو جسکی	ترا جبہہ راستان آستان ہے
لکھے کیا سنہا کوئی ہمت کو تیرے	جہان صبح اس خوان پر میہمان ہے
زیادہ ہو یہ وسعت رزق تیری	کہ مشرق سے تا غرب ستارخوان ہے
کرے ہمسری کیا وہ خورشید اوپر	فلک پاس کیا ہو سبھی ایک نان ہے
ترے ہاتھ کی ریزش جود آگے	خجالت سے یہ ابر قطرہ زنان ہے

قطعہ

حکایت ۱۱

جو میدانمین جنگ کی ہو یہ اشہب	تو گھوڑا اسے کہیو کہ چیل دمان ہے
لگی گر کہین ٹاپ طبق زمین پر	فلک صدموے آنسوی لامکان ہے
دعا پر کرون ختم اب یہ قصیدہ	کہانتلک کہون تو جنین ہی چنان ہے
رہو وقت ایساہی روزِ جزا تک	کہ جو دوست تیرا ہی تو شادمان ہے
تری عمر ہو بیری طول امل سے	کرم کا ساسر رشتہ اک تیری ہان ہے

قصیدہ در مدح آصف الدولہ بہادر

رات کو مطلق نہ تھی یان جی کو تاب	آشنا ہوتا نہ تھا آنکھوں سے خواب
لوٹتا تھا سوزِ غم سے آگ مین	دل جگر سکتے تھے دونون جون کباب
ہر زمان تھی ساتھ اپنے گفتگو	کیا کرون شہر اور مین دونون خراب
تھام کر شیوا جھنجھلا کو اٹھ گئے	بیٹھے بیٹھے کھینچئے کبتک عذاب
چاہیے کسکے در او پر کون ہے	ملیے کس سے کون ملنے کا ہو باب
لے جوانی سے بھرے پیری تلک	امتحان مین آگئے سب شیخ و شاب
ناگہان مجھسے لگا کہنے سروش	رہگذر سے لطف کی کر کر خطاب
ہو کریم اب بھی وزیرا بن وزیر	آصف الدولہ فلک قدر و جناب
آسمان زینہ ہے جس کا آستان	ناز کر طالع یہ جو ہو باریاب

مطلع ثانی

گرد اسکے گرچہ ہوجاے بلند — پھر زمین و آسمانمین ہو حجاب

جاوے دشمن جون سگ پا سوختہ — وقت گرگ و میش نے منھ پر نقاب

داوری و منصفی سُن دلبران — چھوڑ دین عشاق پر کرنا عتاب

رفع بدعت چاہے تو پھر کیا مجال — اٹھ سکے جو نغمۂ چنگ و رباب

منع می ہووے تو پھر قدرت ہی کیا — جو گلے سے شیشے کی اوترے شراب

بحر کیا ہو جو کرے تجھ سے سوال — کوہ یزدی حلم کا کیا دے جواب

خوبیان ہین خوبیان سرتا قدم — تب کیا صانع نے تجکو انتخاب

لطف طبع صاحب مجلس کہون — یا لکھون پاکیزہ اس صحبت کا داب

بکلی مستعمل نہایت ورنہ شب — چاندنی کی جاے بچھتی ماہتاب

گر نہو ممدوح علم ظاہری — پر نہین ہوتی ہے یہ رای صواب

جو کہے تو چاہیے وہ لکھ رنگین — حرف ہر یک تیری منھ کا ہو کتاب

کر دعا پر تیبرا اب ختم سخن — تو کہے جو کچھ کرے حق مستجاب

زیر دست اسکے رہین گردنکشان — تاقیامت وہ رہے مالک رقاب

دوست اسکے جوش ن جبسے محیط — خاک بر سر مدعی جیسے سراب

قصائد تمام شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تھا مستعار حسن سے اُس کے جو نور تھا
خورشید مین بھی اُس ہی کا ذرہ ظہور تھا

ہنگامہ گرم کن جو دلِ ناصبور تھا
پیدا ہر ایک نالے سے شور نشور تھا

پہونچا جو آپ کو تو مین پہونچا خدا کے تئین
معلوم اب ہوا کہ بہت مین بھی دور تھا

آتش بلند دل کی نہ تھی ورنہ اے کلیم
ایک شعلہ برق خرمن صد کوہ طور تھا

مجلس مین رات ایک ترے پرتوے بغیر
کیا شمع کیا پتنگ ہر اک بےحضور تھا

منعم کے پاس قاقم و سنجاب تھا تو کیا
اُس رند کی بھی رات گذر گئی جو کہ عور تھا

ہم خاک مین ملے تو ملے لیکن اے سپہر
اُس شوخ کو بھی راہ پہ لانا ضرور تھا

قطعہ

اوسکا منھ دیکھ رہا ہون سو وہی دیکھ رہا ہون
نقش کا سا ہو سما میری بھی حیرانی کا

بت پرستی کو تو اسلام نہین کہتے ہین
معتقد کون ہے میر ایسی مسلمانی کا

جامۂ مستی عشق اپنا مگر کم گھیر تھا
دیر مین کعبے گیا مین خانقہ سے اکبار

دامن تر کا مری دریا ہی کا سا پھیر تھا
راہ سے میخانے کی اُس راہ مین کچھ پھیر تھا

بلبلون نے کیا گل فشان میر کا مرقد کیا
دور سے آیا نظر تو پھولون کا اک ڈھیر تھا

اس عہد مین الٰہی محبت کو کیا ہوا
امیدوار وعدۂ دیدار مر چلے
کبتک نہ ظلم آہ بھلا مرگ کے تئین
اسکی گئے پر ایسے گئی دستے ہمنشین
بخشش نے مجکو ابر کرم کے کیا خجل
جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کیطرف

چھوڑا وفا کو اُن نے مروت کو کیا ہوا
آتے ہی آتے یارو قیامت کو کیا ہوا
کچھ پیش آیا واقعۂ رحمت کو کیا ہوا
معلوم بھی ہوا نہ کہ طاقت کو کیا ہوا
اے چشم جوش اشک ندامت کو کیا ہوا
اے کشتۂ ستم تری غیرت کو کیا ہوا

تھی صعب عاشقی کی بدایت ہے میر پر
کیا جانیے کہ حال نہایت کو کیا ہوا

حکایت ۱۵

کام ہوۓ ہین سارے ضائع ہر ساعت کی سماجت سے
استغنا کی چوگنی ان نے جون جون مین ابرام کیا

ایسے آہوۓ رم خوردہ کی وحشت کھونی مشکل تھی
سحر کیا اعجاز کیا جن لوگون نے تجکو رام کیا

میر کے دین و مذہب کو اب پوچھتے کیا ہو ان نے تو
قشقہ کھینچا دیر مین بیٹھا کب کا ترک اسلام کیا

چمن مین گل نے جو کل دعوی جمال کیا
جمال یار نے منھ اسکا خوب لال کیا

فلک نے آہ تری رہ مین ہمکو پیدا کر
برنگ سبزۂ نورستہ پایمال کیا

رہی تھی دم کی کشاکش گلو مین کچھ باقی
سو اُسکی تیغ نے جھگڑا ہی انفصال کیا

مری اب آنکھین نہین کھلتین ضعف سے ہمدم
نہ کہہ کہ نیند مین ہو تو یہ کیا خیال کیا

بہار رفتہ پھر آئی ترے تماشے کو
چمن کو یمن قدم نے ترے نہال کیا

جواب نامہ سیاہی کا اپنی ہو وہ زلف
کسو نے حشر کو ہمسے اگر سوال کیا

لگا نہ دل کو کہین کیا سنا نہین تو نے
جو کچھ کہ میر کا اس عاشقی نے حال کیا

دیکھیگا جو تجھ رو کو سو حیران رہیگا
وابستہ ترے مو کا پریشان رہیگا

وعدہ تو کیا اس سے دم صبح کا لیکن
اُس دم تئین مجھ مین اگر جان رہیگا

منعم نے بنا ظلم کی رکھ گھر تو بنایا
پر آپ کوئی رات ہی مہمان رہیگا

اس رنگ سے جھمکے ہے پلک پر کہ کہے تو	ٹکڑا ہے ترا اشک عقیق جگری کا
کل سیر کیا ہمنے سمندر کو بھی جاکر	تھا دست نگر پنجۂ مژگاں کی تری کا
لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام	آفاق کی اس کارگہ شیشہ گری کا

ٹک میر جگر سوختہ کی جلد خبر لے
کیا یار بھروسا ہے چراغ سحری کا

منھ تکا ہی کرے ہے جس تس کا	حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا
شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہے	دل ہوا ہے چراغ مفلس کا
تھے برے مغبچوں کے تیور لیک	شیخ میخانے سے بھلا کھسکا
داغ آنکھوں سے کھل رہے ہیں سب	ہاتھ دستہ ہوا ہے نرگس کا
بحر کم ظرف ہے بسان حباب	کاسہ لیس اب ہوا ہے تو جس کا
فیض اے ابر چشم تر سے اوٹھا	آج دامن وسیع ہے اس کا

تاب کسکو جو حال میر سنے
حال ہی اور کچھ ہے مجلس کا

ساوہ آگے وطن سے کھوئی ہوئی بال ہو گیا	سنبل چمن کا مفت میں پامال ہو گیا
اولجھاؤ پڑگیا جو ہمیں اوسکے عشق میں	دل سا عزیز جان کا جنجال ہو گیا

شاید کسو کے دل کو لگی اس گلی میں چوٹ
میری بغل میں شیشۂ دل چور ہو گیا

[illegible]

نابلد ہو کے رہِ عشق میں پہونچو تو کہیں	ہمرہِ خضر کو یان کہتے ہیں گمراہ سنا
کوئی ان طور سے گذری ہو تری عمر میں آہ	گاہ تو نے نہ سنا حال مرا گاہ سنا

خواب غفلت ہیں میں یان شب کو عبث جاگا میر
بیخبر دیکھا وہی میں جنھیں آگاہ سنا

جب جنون سے ہمیں توسل تھا	اپنی زنجیر پا ہی کا غل تھا
بستر اتھا چمن میں جون بلبل	نالہ سرمایۂ توکل تھا
یک نگہ کو وفا نہ کی گویا	موسم گل صفیر بلبل تھا
اُن نے پہچانکر ہمیں مارا	منہ نکرنا ادھر تجاہل تھا
شہر میں جو نظر پڑا اُس کا	کشتۂ ناز یا تغافل تھا
اب تو دل کو نہ تاب ہے نہ قرار	یاد ایام جب تحمل تھا
جا پھسا دام زلف میں آخر	دل نہایت ہی بے تامل تھا
یون گئے قد کی خم ہوے جیسے	عمر اک رہرو سر پل تھا

خوب دریافت جو کیا ہم نے
وقت خوش میر نکہت گل تھا

آگے جمال یار کے معذور ہو گیا	گل اک چمن میں دیدۂ بے نور ہو گیا

قطعہ ۱۸

[illegible]

تھی عشق کی وہ ابتدا جو موج سی اوٹھی کبھو
آبِ دیدہ تر کو جو تم دیکھو تو ہی گرداب سا

بہکے جو ہم مست آ گئے سو بار مسجد سے اوٹھا
واعظ کو مارے خوف کی گل لگ گیا جلاب سا

رکھ ہاتھ دل پر میر کے دریافت کر کیا حال ہی
رہتا ہی اکثر یہ جوان کچھ اندنون بیتاب سا

مرہتے جو گل بن تو سارا یہ خلل جاتا
نکلا ہی نہ جی ورنہ کانٹا سا نکل جاتا

پیدا ہی کہ پنہان تھی آتشِ نفسی میری
مین ضبط نکرتا تو سب شہر یہ جل جاتا

مین گریۂ خونی کو روکے ہی رہا ورنہ
یکدم مین زمانیکا یان رنگ بدلجاتا

بن پوچھے کرم سے وہ جو بخش نہ دیتا تو
پرسش مین ہماری ہی دن حشر کا ڈھلجاتا

استادہ جہانمین تھا میدان محبت مین
وان رستم اگر آتا تو دیکھکے ٹل جاتا

وہ سیر کا وادی کے مائل نہوا ورنہ
آنکھونکو غزالونکی پاؤن تلے مل جاتا

بیتاب و توان یونمین کا ہیکو تلف ہوتا
یاقوتی تری لب کی ملتی تو سنبھل جاتا

اس سیم بدن کو تھی کب تاب و تعب اتنی
وہ چاندنی مین شبکی ہوتا تو پگھل جاتا

مارا گیا تب گذرا بوسے ترے لب کے
کیا میر بھی لڑکا تھا باتو نہیں بہل جاتا

سُنیو جب وہ کبھو سوار ہوا
تا بروح الامین شکار ہوا

آخر کو مر گئے ہیں اُسکی ہی جستجو میں
جی کے تئیں بھی کھویا لیکن اُسے نہ پایا

لگتی نہیں ہے دارو ہیں سب طبیب حیران
اک روگ میں پھنسایا جی کو کہاں لگایا

اک ہیچ اُسکے منہ کو جیسیں ڈرا ہیا تو
یار ہو وہ شوخ اپنی خاطر میں کچھ لایا

ہونا تھا مجلس آرا اگر غیر کا تجھے تو
مانند شمع مجکو کاہے کے تئیں جلایا

تھی یہ گمان کی یاری آئینہ رو کہ تونے
دیکھا جو میرؔ کو تو بے ہیچ منھ بنایا

شکوہ کرونمیں کبتک اُس اپنے مہربانکا
القصہ رفتہ رفتہ دشمن ہوا ہے جان کا

گریے پہ رنگ آیا قید قفس میں شاید
خون ہو گیا جگر میں اب داغ گلستانکا

لے جھاڑو تو اگر ہی آتا ہے صبح ہوتے
جاروب کش مگر ہے خورشید اُسکے یانکا

دی آگ رنگ گل نے وان اے صبا چمن کو
یان ہم جلے قفس میں سُن حال آشیانکا

ہر صبح میرے سر پر اِک حادثہ نیا ہے
پیوند ہو زمین کا شیوہ اِس آسمانکا

قطعہ

ان صید افگنون کا کیا ہو شکار کوئی
ہوتا نہیں ہے آخر کام اونکے امتحانکا

تب تو مجھے کیا تھا تیرونسے صید اپنا
اب کرتے ہیں نشانہ ہر ہیر سے استخوانکا

فتراک جسکا اکثر لوہو میں تر رہے ہے
وہ قصد کب کرے ہے اِس صید ناتوانکا

جب بیوفا کو نام سے مرے لایا ہے مزار پہ اسکو جذب عشق تھا
دیکھا ہے صید گہ میں تری صید کا جسم بھی پڑے ہیں نہ تھا
یا آئینہ چمن رہا تھا یہ ذوق صید تھا
دل سے مرے لگا نہ ترا دل ہزار حیف
پیشتر آپ عرصے مشتاق سنان تیر کا تھا
ستم کہ عجب جو میں ترے غم میں کوئی بھی رضا تھا
جینے کا اس مریض سے کوئی بھی رہا تھا
دل میں بھرے ہیں از بسکہ خیال شراب تھا

تیر کے قابل ہے دل صد پارہ اُس نخچیر کا
جسکے ہر ٹکڑے میں ہو پیوست پیکان تیر کا

سب کھلا باغ جہان الا یہ حیران و خفا
جسکو دل سمجھے تھے ہم سو غنچہ تھا تصویر کا

بوی خون سے جی رکا جاتا ہے اے باد بہار
ہو گیا ہو چاک دل شاید کسو دلگیر کا

کیونکہ نقاش ازل نے نقش ابرو کا کیا
کام ہے اک تیرے منھ پر کھینچنا شمشیر کا

رہگذر سیل حوادث کا ہے بے بنیاد دہر
اس خرابی میں نکرنا قصد تم تعمیر کا

بس طبیب اوٹھ جا مری بالین سے مت دے درد سر
کام جان آخر ہوا اب فائدہ تدبیر کا

نالہ کش ہین عہد پیری میں بھی پیرد رہ ہم
قد خم گشتہ ہمارا حلقہ ہے زنجیر کا

جو تری کوچیمین آیا پھر وہین گاڑا اُسے
تشنۂ خون میں تو ہون اس خاک دامنگیر کا

نالہ کش ہین عہد پیری میں بھی پیرد رہ ہم
مفت میں جاتا رہا سر ایک بے تقصیر کا

لخت دل سے جو چھڑی پھولنگی گوندھی وے
فائدہ کچھ اے جگر اس آہ بے تاثیر کا

گور مجنون سے بجاوینگے کہین ہم مینوا
عیب ہے ہم میں جو چھوڑین ڈھیر اپنے پیر کا

کس طرح سے مانیے یارو کہ یہ عاشق نہین
رنگ اوڑجاتا ہے ٹک چہرا تو دیکھو میر کا

شب درد و غم سے عرصہ مرے جی پہ تنگ تھا
آیا شب فراق تھی یا روز جنگ تھا

کثرت میں درد و غم کی نہ نکلی کوئی طپش
کوچہ جگر کے زخم کا شاید کہ تنگ تھا

قطعہ

قطعہ

قطعہ

قطعہ

یون سُنا جا ہو کہ کرتا ہی سفر کا عزم جزم — ساتھ اب ہو نگا یہ وضعو نکے ہمارا آشنا
شعر صائب کا مناسب ہے ہماری ور سے — سامنے اوسکے پڑھو گر یہ کوئی جا آشنا
تا بجان باہم ہم و تا منزل دیگران — فرق باشد جان ما از آشنا نا آشنا

داغ ہو تابان علیہ الرحمان کا چھاتی پہ میر
ہو نجات اوسکو بچارا ہم سے بھی تھا آشنا

گل کو محبوب ہم قیاس کیا — فرق نکلا بہت جو پاس کیا
دل نے ہم کو مثال آئینہ — ایک عالم کا روشناس کیا
کچھ نہیں سوجھتا ہمین اس بن — شوق نے ہم کو بیحواس کیا
عشق مین ہم ہوئے نہ دیوانے — قیس کی آبرو کا پاس کیا
دور سے چرخ کے نکل نہ سکے — ضعف نے ہم کو مور طاس کیا
صبح تک شمع سر کو دھنتی رہی — کیا پتنگے نے التماس کیا

ایسے وحشی کہان ہین اے خوبان
میر کو تم عبث اوداس کیا

مفت آبروے زاہد علامہ لے گیا — اک مغبچہ اوتار کے عمامہ لے گیا

۲۲

دل سے مت جا کہ حیف اُسکا وقت اُسکی شیرین لبی کی حسرت ہین	جو کوئی اِس مکان سے نکلا شہر یانی ہونستان سے نکلا

نامرادی کی رسم میر سے ہے
طور یہ اِس جوان سے نکلا

گرمی سے مین تو آتشِ غم کی پگھل گیا	راتو نکو روتے رفتہ ہی جون شمع گل گیا
ہم خستہ دل ہین تجھسے بھی نازک مزاج تر	تیوری چڑھائی تو نے کہ یان جی نکل گیا
گرمیِ عشق مانع نشو و نما ہوئی	مین وہ نہال تھا کہ اُوگا اور جل گیا
مستی مین چھوڑ دیر کو کعبے چلا تھا مین	لغزش بڑی ہوئی تھی ولیکن سنبھل گیا
ساقی نشے مین تجھسے لُڑھا شیشۂ شراب	چل اب کہ دخترِ تاک کا جوبن تو ڈھل گیا
ہر ذرہ خاک تیرے گلی کی ہے بیقرار	یان کونسا ستمزدہ ماٹی مین رل گیا

عریان تنی کی شوخی سے دیوانگی مین میر
مجنون کی دشتِ خار کا دامن بھی جل گیا

سنا ہے حال ترے کُشتگان بیچارونکا	ہوا نہ گور گڑھا یان ستمزدہ کے یارون کا
ہزار رنگ کھلے گل چمن کے ہین شاہد	کہ روزگار کے سر خون ہے ہزارون کا
ملا ہے خاک مین کس کس طرح کا عالم یان	نکل کے شہر سے ٹک سیر کر مزارون کا

۲۷

تلوار مارنا تو تمھین کھیل ہو وے
بدنام و خوار و زار و نزار و شکستہ حال
ظالم زمین سے لوٹنا دامن اوٹھاکے چل
اے تاج شہ نہ سر کو فرو لاؤن بیتر پاس

جاتا رہے نہ جان کسو بیگناہ کا
احوال کچھ پوچھیے ایس و بیساہ کا
ہوگا کمین مین ہاتھ کسو داد خواہ کا
ہے معتقد فقیر نمد کی کلاہ کا

بیمار تو نہو وے اجی جب تلک کہ میر
سونے ندے گا شور تری آہ آہ کا

دل سے شوق رخ نکو نہ گیا
ہر قدم پر تھی اوسکی منزل لیک
سب گئی ہوش و صبر و تاب و توان
دلمین کتنے مسودے تھے ولے

جھانکنا تاکنا کبھو نہ گیا
سر سے سودائے جستجو نہ گیا
لیکن اے داغ دل سے تو نہ گیا
ایک پیش اوسکے روبرو نہ گیا

سبحہ گردان ہے میر ہم تو رہے
دست کوتاہ تا سبو نہ گیا

گل و بلبل بہار مین دیکھا
جل گیا دل سفید ہین آنکھین
آبلے کا بھی ہونا دامن گیر

ایک تجھکو ہزار مین دیکھا
یہ تو کچھ انتظار مین دیکھا
ترے کوچے کے خار مین دیکھا

قطعہ

رہی خیال تنک ہم بھی وسیا ہون کا
نہین سنیار ہوسے سوراخ پڑ گئے ہین تمام
گلیمین اوسکے پھٹے کپڑون پر مرے جا
تمام زلف کی کوچے ہین یار پیچ اوسکے
اسی جو خوبی سے لائے تجھے قیامت مین
تمام عمر رہین خاک زیر پا اوسکے
کہاںسے تہ کرین پیدا لے ناطقان حال
حساب کا ہیکا روز شمار مین مجھسے

گئے ہو خون بہت کرنے بیگناہون کا
فلک حریف ہوا تھا ہماری آہون کا
لباس فقر ہے وان فخر بادشاہون کا
تجھی کو آو ہو دلا جلنا الیسی آہون کا
تو حرف کن نے کیا گوش داد خواہون کا
جو زور کچھ چلے ہم عجز دستگاہون کا
کہ پوچھ باقی ہی ہو کام ان جلاہون کا
شمار ہی نہین ہو کچھ مرے گناہون کا

تری جو آنکھین ہین تلوار کی تلی بھی ادھر
فریب خوردہ ہی تو میر کن نگاہون کا

اسکا خرام دیکھ کے جایا نہ جائیگا
ہم کشتگان عشق ہین ابرو و چشم یار
ہم رہروان راہ فنا ہین برنگ عمر
چھوڑا اسا ساری رات جو یکتا رہیگا دل
اپنے شہید ناز سے بس ہاتھ اوٹھا کہ پھر

ہو کیک پھر بحال بھی آیا نجائیگا
سر سے ہماری تیغ کا سایا نجائیگا
جاوینگے ایسے کھوج بھی پایا نجائیگا
تو صبح تک تو ہاتھ لگایا نجائیگا
دیوان حشر مین لیے لایا نجائیگا

۲۷

اب سعی کر سپہر کہ بہری ہو گئے
مت رنجہ کر کسیکو کہ اپنی تو اعتقاد
مین صید ناتوان بھی تجھے کیا کرونگا یاد
کیا کیا دعائین مانگی ہین خلوتین شیخ یون
وہ فکر کر کہ چاک جگر یاوی التیام

اسکا مزاج جہہ پہ آیا تو کیا ہوا
دل ڈھا بیکر جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا
ظالم آک اور تیر لگایا تو کیا ہوا
ظاہر جہانسے ہاتھ اوٹھایا تو کیا ہوا
ناصح جو تو نے جامہ سلایا تو کیا ہوا

جیتے تو میر اون نے مجھے داغ ہی رکھا
پھر گور پہ چراغ جلایا تو کیا ہوا

گرچہ سر دار ہر دونکا ہی اسیری کا مزا
ایک آزادی ٹک چکھ [illegible]

چھوڑ لذات کے تئین لے تو فقیری کا مزا
تو تو جانے کہ یہ ہوتا ہی اسیری کا مزا

ہم تو گمراہ جوانی کے مزون پہ ہین میر
حضرت خضر کو ارزانی ہو پیری کا مزا

دل جو تھا اک آبلہ پھوٹا گیا
طائر رنگ حنا کی سی طرح
مین نہ کہتا تھا کہ منہ کر دل کی اور
دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے

رات کو سینہ بہت کوٹا گیا
دل نہ اوسکے ہاتھ سے چھوٹا گیا
اب کہان وہ آئینہ ٹوٹا گیا
یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

رہی خیال تنگ ہم بھی ویسا ہوں کا
نہین سمار رہو لے سوراخ پڑ گئے ہین تمام
گلیمین اوسکے بہتی لہروں پر مرنے جا
تمام زلف کی کوچے ہین یار زنجیر اوسکے
اسی جو خوبی سے لاوٗ تجھے قیامت ہین
تمام عمر رہین خاک زیر پا اوسکے
کہا سنے تہ کرین پیدا لب ناطقہ حال
حساب کا ہیکار و نہ شمار ہین مجھسے

گئے جو خون بہت کرنے بیگناہوں کا
فلک حریف ہوا تھا ہماری آہوں کا
لباس فقر ہے وان فخر بادشاہوں کا
تجھی کو آہ جو دلا جلنا الیسیٰ ہوں کا
تو حرف کن نہ کیا گوش داد خواہوں کا
جو زور کچھ چلے ہم عجز دستگاہوں کا
کہ پوچ باقی ہی ہو کام ان جلاہوں کا
شمار ہی نہین ہو کچھ مرے گناہوں کا

تری جو آنکھین ہین تلوار کی تلی بھی ادھر
فریب خوردہ ہے تو میر کن نگاہوں کا

اسکا خرام دیکھ کے جایا نہ جائیگا
ہم کشتگان عشق ہین ابرو و چشم یار
ہم رہروان راہ فنا ہین برنگ عمر
پہوڑا سا ساری رات جو یکتا رہیگا دل
اپنے شہیر ناز سے بس ہاتھ اوٹھا کہ پھر

اے کبک پھر بحال بھی آیا نہ جائیگا
سر سے ہماری تیغ کا سایا نہ جائیگا
جاوینگے ایسے کھوج بھی پایا نہ جائیگا
تو صبح تک تو ہاتھ لگایا نہ جائیگا
دیوان حشر مین ملے لایا نہ جائیگا

(۲۶)

مقطع

۲۷

اب بھی نہ سپھر کہ بہری ہو گئے
مت رنجہ کر کسیکو کہ اپنی تو اعتقاد
مین صید ناتوان بھی تجھے کیا کرونگا یاد
کیا کیا دعائین مانگی ہین خلوتون مین شیخ یون
وہ فکر کر کہ چاک جگر یاد ہو الینام

اُسکا مزاج مہر پہ آیا تو کیا ہوا
دل ڈھا کر جو کعبہ بنایا تو کیا ہوا
ظالم آگ اور تیر لگایا تو کیا ہوا
ظاہر جہاں سے ہاتھ اوٹھایا تو کیا ہوا
ناصح جو تو نے جامہ سلایا تو کیا ہوا

جیتے تو میر اون نے مجھے داغ ہی رکھا
پھر گور پر چراغ جلایا تو کیا ہوا

گرچہ سردار مزونکا ہی اسیری کا مزا
ایک آزادی تاک چکھ نمک غم کیا

چھوڑ لذات کے تئین لے تو فقیری کا مزا
تو تو جانے کہ یہ ہوتا ہو اسیری کا مزا

ہم تو گمراہ جوانی کے مزون پہ ہین میر
حضرت خضر کو ارزانی ہو پیری کا مزا

دل جو تھا اک آبلہ پھوٹا گیا
طائر رنگ حنا کی سی طرح
مین نہ کہتا تھا کہ منھ کر دل کی اور
دل کی ویرانی کا کیا مذکور ہے

رات کو سینہ بہت کوٹا گیا
دل نہ اوسکے ہاتھ سے چھوٹا گیا
اب کہان وہ آئینہ ٹوٹا گیا
یہ نگر سو مرتبہ لوٹا گیا

سوراخ ہو سینے مین ہر اک شخص کے تجھسے
مربوط ہین تجھسے بھی یہی ناکس و نااہل
دم بعد جنون مجھہ مین نہ محسوس تھا یعنی
آئینہ بھی حیرت سے محبت سے ہوئے ہم

کس دل کے تراتیر نگہ پار نہ پایا
اس باغ مین ہمنے گل بیخار نہ پایا
جامے مین مرے یارون نے اک تار نہ پایا
پر سیر ہوا اس شخص کا دیدار نہ پایا

وہ کھینچکے شمشیر ستم رہ گیا جو میر
خون ریزی کا یان کوئی سزاوار نہ پایا

گیا مرے آنے پہ تو اے بت مغرور گیا
لیگیا صبح کے نزدیک مجھے خواب وا اے
گو سے نالی نہین اوٹھتے تو نڈالتے ہی
چشم خون بستہ سے کل رات لہو پھر ٹپکا
ناتوان ہم ہین کہ ہین خاک گلی کی اُسکے
لے کہین منھ پہ نقاب اپنے کہ ای غیرت صبح

کبھی اس راہ سے نکلا تو تجھے گھور گیا
آنکھ اسوقت کھلی قافلہ جب دور گیا
جی گیا پر نہ ہمارا سر پر شور گیا
ہمنے جانا تھا کہ بس اب تو یہ ناسور گیا
اتنو بیطاقتی سے دل کا بھی مقدور گیا
شمع کی چہرۂ رخشان سے تو آب نور گیا

نالۂ میر نہین رات سے سنتے ہم لوگ
کیا ترے کوچے سے ای شوخ وہ رنجور گیا

خواہ مجھسے لڑ گیا اب خواہ مجھسے ملگیا
کیا کہون ای ہمنشین مین تجھسے حاصل لگیا

انمو دکر کے وہین بحر غم مین بیٹھ گیا
کے تو میر بھی اک بلبلا تھا پانی کا

مواہین سجدہ مین پرنقش میرا یار رہا
جنو نہین لگی مجھ اپنو دل کا غم ہی یہ حیف
بشر ہو وہ یہ کھلا جسے اُسکا دام زلف
کبھو نہ آنکھو مین آیا وہ نو خواب کیطرح
شراب عیش میسر ہوئی جسے یکشب

اُس آستان پہ مری خاک سے غبار رہا
خبر لی جبکہ نہ جامے مین اپنے آپ رہا
سرہ اُسکی فرشتے ہی کا شکار رہا
تمام عمر ہمین اُس کا انتظار رہا
پھر اوسکو روز قیامت تلک خمار رہا

قطعہ

بتان کے عشق نے بے اختیار کر ڈالا
وہ دل کہ شام و سحر جیسے پکا پھوڑا تھا
تمام عمر گئی اسپہ ہاتھ رکھتے ہمین
ستم ہین غم ہین سرانجام اُسکا کیا کہین
بہا تو خون ہو آنکھو نکی راہ پہ نکلا
سواد اسکو ہمسے فراموش کاریون لگئے

وہ دل کہ جسکا خدائی مین اختیار رہا
وہ دل کہ جسے ہمیشہ جگر فگار رہا
وہ دردناک علی الرغم بیقرار رہا
ہزارون حسرتین تھین پیچ جسکو مار رہا
رہا جو سینۂ سوزان مین داغدار رہا
کہ اس سے قطرۂ خون بھی نہ یادگار رہا

گلی مین اُسکی گیا سو گیا نہ بولا پھر

آج رہتی نہین خامہ کی زبان رکھیے معاف
حرف کا طوق بھی جو میر گھٹایا نہ گیا

گلی مین اوسکی سی جو بو آئی تو آیا نہ گیا
ہمکو بن دشت ہوا باغ سے لایا نہ گیا

آہ جو نکلی مری منہ سی تو افلاک کی پاس
اُسکی آشوب کے عہد سے برایا نہ گیا

گل نی ہر چند کہا باغ مین رہ پر اس بن
جی جو اوچٹا تو کسیطرح لگایا نہ گیا

سر نشین رہ میخانہ ہون مین کیا جانون
رسم مسجد کے تئین شیخ کہ آیا نہ گیا

حیف ہی جنکی وہ اسوقت تئین پہونچا جسوقت
ان کنی حال اشاروں سے بتایا نہ گیا

خطر راہ محبت کہین جو حرف سے ہٹے
جس سے اُسطرف کو قاصد بھی چلایا نہ گیا

خوف آشوب سے غوغای قیامت کیلیے
خون خوابیدۂ عشاق جگایا نہ گیا

میر مت عذر گریبان کے پھٹے رہنے کا کر
زخم دل چاک جگر تھا کہ سلایا نہ گیا

ادھر آ کر شکار افگن ہمارا
مشبک کر گیا ہے تن ہمارا

گریبان سے رہا کوتہ تو پھر ہی
ہمارے ہاتھ مین دامن ہمارا

گئے جون شمع اس مجلس مین جلتے
سبھون پر حال ہے روشن ہمارا

بلا جس چشم کو کہتے ہین مردم
وہ ہے عین بلا مسکن ہمارا

اگر دیوانہ تھا گل بھی کسو کا
کہ پیراہن میں سو جا گہ رفو تھا

کہیں کیا بال تیرے کھل گئے تھے
کہ جھوکا باؤ کا کچھ مشک بو تھا

ندیکھا میر آوارہ کو لیکن
غبار اک ناتوان سا کو بکو تھا

راہ دور عشق میں روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

قافلے میں صبح کے اک شور ہے
یعنی غافل ہم چلے سوتا ہے کیا

سبز ہوتی ہی نہیں یہ سرزمین
تخم خواہش دل میں تو بوتا ہے کیا

یہ نشان عشق ہیں جاتے نہیں
داغ چھاتی کے عبث دھوتا ہے کیا

غیرت یوسف ہے یہ وقت عزیز
میر اسکو رایگان کھوتا ہے کیا

رونا تک اک تھا تو غم بیکران بہا
دریا ن رہو جہاں نہیں ہم سبد بہا

پہلو میں اک گرسنہ خاک سا ہے
شاید کہ مر گئے پہ بھی خاطر میں کچھ رہا

آنکھوں نے رازداری محبت کی خوب کی
آنسو جو آنے ہے تو لہو بہا

آئے تھے ایک امید پہ تیری گلی میں ہم
سو آہ اس طرح چلے لوہو میں ہم نہا

کس کس طرح سے میر نے کاٹا ہے عمر کو

لکنت تری زبان کی سحر جس سے شوخ
یک حرف نیم گفتہ نے دل پر اثر کیا

بے شرم محض ہے وہ گنہگار جن نے میر
ابرِ کرم کے سامنے دامان تر کیا

ناکسی سے پاس میرے یار کا آنا گیا
بس گیا میں جان سو اُس سے یہ جانا گیا

کچھ نہ دیکھا پھر بجز یک شعلۂ پر پیچ و تاب
شمع تک ہم نے تو دیکھا تھا کہ پروانا گیا

ایک ہی چشمک تھی فرصتِ احباب کی
دیدۂ تر ساتھ ہی مجلس سے پیمانا گیا

گل کھلا صد رنگ تو گیا ہی پریسے اے نسیم
مدتیں گذریں کہ وہ گلزار کا جانا گیا

دور بیٹھا تجھ سے میر نے ایسا تعب کھینچا کہ شوخ
کل جو میں دیکھا اسے مطلق نہ پہچانا گیا

ہاتھ سے تیری اگر میں ناتوان مارا گیا
سب کہینگے یہ کہ کیا اک جانسے مارا گیا

ایک نگہ سے بیش کچھ نقصان نہ آیا اسکے تئیں
اور میں بیچارہ تو اے مہربان مارا گیا

وصل و ہجران یہ جو دو منزل ہیں راہِ عشق کے
دل غریب اُنمیں خدا جانے کہاں مارا گیا

دل نہ کھینچا دیارِ عشق میں بو الہوس
وہ سراپا آرزو آخر جوان مارا گیا

کب نیاز عشق ناز حسن سے کھینچے ہے ہاتھ
آخر آخر میر سر بر آستان مارا گیا

دکانین حسن کی آگے تری تختہ ہوئی ہونگی
معیشت ہم فقیرونکی سی خوان نان سے
خیال اس بیع فاکا ہمنشین اتنا نہین اچھا
قیامت کرکے تعبیر جسکو کرتی ہو خلقت
عجب کیا ہو ہلاک عشق مین فرہاد و مجنون
تھو کیون غیرت گلزار وہ کوچہ خدا جانے
بہت ہمسائی اس گلشن کی زنجیری رہا ہونگی
نہین جز عرش جاگہ ہمین لینے کو دم اسکی

جو توبازار مین ہوگا تو یوسف کب بکا ہوگا
کوئی گالی بھی دے تو کہہ بھلا بھائی بھلا ہوگا
گمان کہنے تھے ہم بھی یہ کہ ہم سے آشنا ہوگا
وہ اس کوچے مین اک آتو سبا شاید ہوا ہوگا
محبت روگ ہو کوئی کہ کم اس سے جیا ہوگا
تھو اس خاک پر کن کن عزیزونکا لہو ہوگا
کبھو تمنے بھی یہ شور نالونکا سنا ہوگا
قفس سے تن کے مرغ روح یہ جب رہا ہوگا

کہین ہین میر کو مارا گیا شب اوسکے کوچے مین
کہین وحشت مین شاید بیٹھے بیٹھے اٹھ گیا ہوگا

یہان نام پارسی کا ورد زبان نپایا
وضع گزیدہ اسکی رکھتی ہو داغ سب کو
پایا نہ یون کہ کرلے اوسکی طرف اشارہ
یہ دل کہ خون ہووے بر جا نتھا وگرنہ
فتنے کہ گرچہ باعث آفاق مین وہی تھے

پر مطلقا کہین ہم اسکا نشان نپایا
یتو ناکسو سے ہم وہ ابرو کمان نپایا
یون تو جہا نہین جہنے اوسکو کہان نپایا
وہ کونسی جگہ تھی اوسکو جہان نپایا
لیکن کمر کو اوسکی ہم درمیان نپایا

پند گو دون نے بہت سینے کی تبرین کین
تیرا کوچہ ہے ستمگار وہ کافر جا گہ
سر سو باندھا ہی کفن عشق مین تیرے یعنی
کیونکہ پڑتی ہو نہ پاؤن نسیم سحری
تو بھی رو دینکو بلا دل ہی ہمارا بھی بھرا

آہ تا بت بھی نہ نکلا یہ گریبان یکجا
کہ جہان مارے گئے کتنے مسلمان یکجا
جمع ہمنے بھی کیا ہے سر و سامان یکجا
اوسکے کوچے مین صد گنج شہیدان یکجا
ہو جی ئی ابر بیابانمین گریبان یکجا

بیٹھ کر میر جہان خوب نہ رو یا ہووے
ایسا کوچہ نہین ہے تیرا ہی جانا یک جا

فلک کا منہ نہین اس فتنہ کے اوٹھانیکا
ہماری ضعف کی حالت سے دل قوی رکھیو
ترے ہی راہ مین مارے گئے سبھی آخر
بسان شمع جو مجلس سے ہم گئے تو گئے
چمن مین دیکھ نہین سکتے تنگ کہ چھپتا ہے
تنگ آ تو تا سر بالین نہ کر تعلل کیا

ستم نتر یک ترا آتا رہے زمانے کا
کہین خیال نہین یہان بحال آنیکا
سفر تو ہم کو ہی در پیش جیسے جانیکا
سراغ کیجو نہ پھر تو نشان پانیکا
جگر مین برق کے کانٹا مجھ آشیانیکا
تجھے بھی شوخ یہی وقت ہی بہانیکا

قطعہ

سرہا دنے ترا ہاتھ جن نے دیکھا زحم
شہید ہو ہمین تری تیغ کے لگانیکا

لبریز شکوہ تھے ہم لیکن حضور تیرے
کار شکایت اپنا گفتار تک نہ پہونچا

بے چشم نم رسیدہ پانی جوانی کو ئی
وقت اخیر اوسکے بیمار تک نہ پہونچا

یہ بخت سبزہ دیکھو باغ زمانہ مین ہے
پژمردہ گل بھی اپنی دستار تک نہ پہونچا

قطعہ

ستوری عنبر و بوئی دونون جمع ہو وین
خوبی کا کام کسکی اظہار تک نہ پہونچا

یوسف سے لیکے تا گل پھر گل سے لیکے تا شمع
یہ حسن کسکو لیکر بازار تک نہ پہونچا

افسوس میر ہے جو ہوئے شہید آئے
پھر کام انکا اوسکی تلوار تک نہ پہونچا

اوسکا خیال چشم سے شب خواب لے گیا
قسمے کہ عشق جی سے مرے تاب لے گیا

کن نیند دن انتو سوتی ہی چشم گریہ ناک
مژگان تو کھول شہر کو سیلاب لے گیا

آوے جو مصطبہ مین تو سن لو کہ راہ سے
واعظ کو ایک جام مئے ناب لے گیا

نے دل رہا بجا ہے نہ صبر و حواس ہوش
آیا جو سیل عشق سب اسباب لے گیا

میرے حضور شمع نے گریہ جو سر کیا
رویا مین اسقدر کہ مجھے آب لے گیا

احوال اسکا تنگ کہ زبون ہی جا رحم
جس ناتوان کو مفت نہ قصاب لے گیا

منھ کی جھلک سے یار کے بے ہوش ہو گئے

۳۹

دشمن نہ کہ دوست مرے سامنے جو ہو
ناموس مجھ صافی طینت کی ہو ورنہ
تلوار کے لڑتے مرے کیجو حوالا
رستم نے مرے تیغ کا حملہ نہ سنبھالا

دیکھے ہو نت مجھے دیدۂ پر خشم سے وہ میر
میرے ہی نصیب میں تھا یہ زہر کا پیالا

پل میں جہاں کو دیکھتے میرے ڈبو چکا
اک وقت میں یہ دیدہ بھی طوفان رو چکا

افسوس میری مردے پر اتنا مگر کہ اب
پچھتانا یوں ہی سا ہے جو ہونا تھا ہو چکا

لگتی نہیں پلک سے پلک انتظار میں
آنکھیں اگر یہی ہیں تو پھر نیند سو چکا

یک چشمک پیالہ ہے ساقی بہار عمر
جھپکی لگی کہ دور یہ آخر ہی ہو چکا

ممکن نہیں کہ گل کرے ویسی شگفتگی
اس سرزمیں میں تخم محبت میں بو چکا

پایا نہ دل بہایا ہوا سیل اشک کا
ہیں پنجۂ مژہ سے سمندر بلو چکا

ہر صبح حادثے سے یہ کہتا ہے آسمان
دے جام خون میر کو گر منہ وہ دھو چکا

دیر و حرم سے گذرے اب دل ہے گھر ہمارا
ہے ختم اس آبلے پر سیر و سفر ہمارا

پلکوں سے تیری ہم کو کیا چشم داشت یہ تھی
ان برچھیوں نے بانٹا باہم جگر ہمارا

دنیا و دیں کی جانب میلان ہو تو کہئے
کیا جانیے کہ اس بن دل ہو کدھر ہمارا

ایسی بیت بے مہر سے ملتا ہے کوئی
دل میر کو بھاری تھا جو پتھر سے لگایا

دل جو زیر غبار اکثر تھا
کچھ مزاج ان دنون مکدر تھا

اوسپہ تکیہ کیا تو تھا لیکن
رات دن ہم تھے اور بستر تھا

سرسری تم جہان سے گذرے
ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا

دل کی کچھ قدر کرتے رہیو تم
یہ ہمارا ابھی ناز پرور تھا

بعد ایک عمر جو ہوا معلوم
دل اوس آئینہ رو کا پتھر تھا

بار سجدہ ادا کیا تہِ تیغ
کب سے یہ بوجھ میرے سر پر تھا

کیون نہ ابر سیہ سفید ہوا
جب تلک عہد دیدۂ تر تھا

اب خرابا ہوا جہان آباد
ورنہ ہر یک قدم پہ یان گھر تھا

قطعہ

بے زری کا نہ کر گلہ غافل
رہ تسلی کہ یون مقدر تھا

اتنے منعم جہان مین گذرے
وقت رحلت کے کس کنے زر تھا

صاحبِ جاہ و شوکتِ اقبال
اک ازانجملہ اب سکندر تھا

تھی یہ سب کائنات زیر نگین
ساتھ مور و ملخ سا لشکر تھا

لعل و یاقوت ہم زر و گوہر
چاہیے جس قدر میسر تھا

[illegible]

یون مارنا تو پیارے آسان ہے ہمارا

ان خون گرفتگان پہ احسان ہے ہمارا

[illegible]

دیوان ہے ہمارا

[illegible]

کھلا نشے میں جو پگڑی کا پیچ اوسکے میر
سمند ناز پہ ایک اور تازیانہ ہوا

کیا میں بھوسے کہ یاں بھی اُلّ رسیدہ تھا
روئے آشیاں میں طائرِ رنگ پریدہ تھا

قاصد جو واں سے آیا تو شرمندہ میں ہوا
بیچارہ گریہ ناکِ گریباں دریدہ تھا

اک وقت ہم کو تھا سرِ گریہ کہ دشت میں
جو خارِ خشک تھا سو وہ طوفاں رسیدہ تھا

جس صیدگاہ عشق میں یاروں کا جی گیا
مرگ اُس شکار گہ کا شکارِ رمیدہ تھا

مت پوچھ کس طرح سے کٹی رات ہجر کی
ہر نالہ میری جان کو تیغ کشیدہ تھا

حاصل نہ پوچھ گلشنِ مشہد کا بوالہوس
یہاں پھل ہر اک درخت کا حلقِ بریدہ تھا

دل بے قرار گریۂ خونیں تھا رات میر
آیا نظر تو بسمل در خون طپیدہ تھا

کثرتِ داغ سے دل رشکِ گلستاں نہ ہوا
میرِ دلخواہ جو کچھ تھا وہ کبھو یاں نہ ہوا

جی تو ایسے کئی صدقے کئے تجھ پر لیکن
حیف یہ ہو کہ شگفتہ تو بھی پشیماں نہ ہوا

آدمی کب ہے کہ سرمایۂ درد و غم نہ ہوئے
کون سی اشک مرا منبع طوفاں نہ ہوا

قطعہ

گو توجہ سے زمانے کی جہاں میں مجھکو
جاہ و ثروت کا میسر سر و ساماں نہ ہوا

سرسبز ملک ہند مین ایسا ہوا کہ میر
یہ ریختہ لکھا ہوا تیرا دکن گیا

لخت جگر تو اپنے یک لخت رو چکا تھا
اشک فقط کا جھمکا آنکھوں سے لگ رہا تھا

دامن مین آج دیکھا پھر لخت مین نے آیا
ٹکڑا کوئی جگر کا پلکوں مین رہ گیا تھا

اس قید جیب سے مین چھوٹا جنون کی دولت
ورنہ گلا یہ میرا جون طوق مین پھنسا تھا

منت نمک کی خاطر اسواسطے ہون حیران
گل زخم دل نہایت دلکو مرے لگا تھا

اے گرد باد مت دے ہر آن عرض وحشت
مین بھی کسو زمانہ مین اسکام مین بلا تھا

مین کچھ کبھو سنا ہو عالم سے مین نے کیا کیا
پر تونے یہ نجانا اے بیوفا کہ کیا تھا

روتی ہو شمع اتنا ہر شب کہ کچھ نہ پوچھو
مین سوز دل کو اپنی مجلس مین کیون کہا تھا

قطعہ

سر مار کر ہوا تھا مین خاک اس گلی مین
سینے پہ مجکو اُسکا مذکور نقش پا تھا

سو بخت تیرہ سے ہون پامال یون صبا مین
اس دن کیواسطے کیا خاک مین ملا تھا

قطعہ

یہ سرگذشت میری فسانہ جو ہوئی ہے
مذکور اُسکا اُسکے کوچے مین جابجا تھا

سنکر کسی نے وہ بھی کہنے لگا تھا کچھ کچھ
بیدرد کتنے بولے ہان اوسکو کیا ہوا تھا

غلط

غلط ہے عشق میں اے بوالہوس اندیشہ راحت کا
رواج اس ملک میں ہے درد و داغ و رنج و کلفت کا

زمیں یک صفحۂ تصویر بے ہوشاں سے مانا ہے
یہ مجلس جب سے ہے اچھا نہیں کچھ رنگ صحبت کا

جہاں جلوے سے اس محبوب کے یکسر لبالب ہے
نظر پیدا کر اول پھر تماشا دیکھ قدرت کا

ہنوز آوارۂ لیلیٰ ہے جان رفتہ مجنوں کی
موئے پر بھی رہا ہوتا نہیں وابستہ الفت کا

حریف بیجگر ہے صبر ورنہ کل کی صحبت میں
نیاز و ناز کا جھگڑا گرو تھا ایک جرأت کا

نگاہ یاس بھی اس صید افگن پر غنیمت ہے
نہایت تنگ ہے اے صید بسمل وقت فرصت کا

خرابی دل کی اس حد ہے کہ یہ سمجھا نہیں جاتا
کہ آبادی بھی یاں تھی یا کہ ویرانہ تھا مدت کا

نگاہ مست نے ساقی کی لوٹا خانقہ سارا
پڑا ہے برہم اب تک کارخانہ زہد و طاعت کا

قدم ٹک دیکھ کر رکھ میر سر دل سے نکالیگا
پلک سے شوخ تر کانٹا ہے صحرائے محبت کا

جو اس شور سے میر روتا رہے گا
تو ہمسایہ کاہے کو سوتا رہے گا

میں وہ رونے والا جہاں سے چلا ہوں
جسے ابر ہر سال روتا رہے گا

مجھے کام رونے سے اکثر ہے ناصح
تو کب تک مرے منہ کو دھوتا رہیگا

بس اے گریہ آنکھیں تری کیا نہیں ہیں
کہاں تک جہاں کو ڈبوتا رہے گا

مرے دل نے وہ نالہ پیدا کیا ہے
جرس کے بھی جو ہوش کھوتا رہے گا

۴۵

مرا رنگ اوڑ گیا جسوقت سنگِ محتسب آ لگے
مرا وعدہ ہی آ پہونچا تیرے آنیکے وعدہ تک

بغل سے گر پڑا مینا و ساغر چور ہو پھوٹا
ہوا مین ہوش سے سچا رہا ای شوخ تو جھوٹا

کفِ جانان سے کیا امکان ہائی میر کوئی ہو
اچنبھا ہی جو اوسکے ہاتھ سے رنگِ حنا چھوٹا

برقع اٹھا تھا رخ سے مرے بدگمان کا
مت مانیو کہ ہوگا یہ بیدرد اہلِ دین
خوبی کو اوسکے چہرکی کیا پہونچے آفتاب
آبلہ ہی وہ جو ہووے خریدار نگر خان
کچھ اور گاتے ہین جو رقیب اوسکے روبرو
تسکین اوسکی تب ہوئی جب مجھ چپ لگی

دیکھا تو اور رنگ ہی سارے جہان کا
گرا وی شیخ ہین کے جامہ قرآن کا
ہو اسمین اوس مین فرق زمین آسمان کا
اس وہمین صریح ہی نقصان جان کا
دشمن ہین میری جان کی یہ جی ہی تان کا
مت پوچھ کچھ سلوک مری بدزبان کا

قطعہ

یان بلبل اور گل پہ تو عبرت سے آنکھ کھول
گل یادگار چہرۂ خوبان ہے بے خبر

گلگشت سرسری نہین اس گلستان کا
مرغ چمن نشان ہی کسو خوش زبان کا

تو برسو نہین کہے ہو ملونگا ہین میر سے
یان کچھ کا کچھ ہی حال ابھی اوس جوان کا

قطعه

ہو گیا دل مرا تبرک جب	درد سے قطعہ پیام کیا
دلّی کے کج کلاہ لڑکون نے	کام عشاق کا تمام کیا
کوئی عاشق نظر نہین آتا	ٹوپی والون نے قتل عام کیا

عشق خوبان کو میر مین اپنا
قبلہ و کعبہ و امام کیا

رات پیاسا تھا میرے لوہو کا	ہون دوانہ ترے سگ کو کا
شعلہ آہ جون تون اب مجھکو	فکر ہے اپنے ہر بن مو کا
ہم مرے یار کے مسون کا رشک	کشتہ ہون سبزہ لب جو کا
بوسہ دینا مجھے نہ کر موقوف	ہے وظیفہ یہی دعا گو کا
شور قلقل کی ہوتی تھی مانع	ریش قاضی پہ رات مین تھو کا
عطر آگین ہے باد صبح مگر	کھل گیا پیچ زلف خوشبو کا
ایک دو ہو تو سحر چشم کہون	کارخانہ ہے وان تو جادو کا

قطعه

میر ہر چند مین نے چاہا لیک	نہ چھپا عشق طفل بدخو کا

رکھے ہو دلمین اگر قصد سرفرازی کا
بسان خاک ہو پامال راہ خلق سے میر

کہان تھا تو اسطور آئینے میرے	گلی مین تیرے کل تماشا ہوا تھا
گریبانسے تب ہاتھ اوٹھایا تھا مین نے	مرے اور دامانِ صحرا ہوا تھا

نہ بے طالع اے میر اون نے یہ پوچھا
کہان تھا تو اب تک تجھے کیا ہوا تھا

آہ کی مین دلِ حیران و خفا کو سونپا	مین نے یہ غنچۂ تصویر صبا کو سونپا
تیری کوچے مین مری خاک بھی پامال ہوئی	تھا بیدرد مجھے جن نے وفا کو سونپا

اب تو جاتا ہی ہے کعبے کو تو بتخانے سے
جلد پھر پہونچیو اے میر خدا کو سونپا

گلہ نہین ہے ہمین اپنی جان گدازی کا	جگر پہ زخم ہے اوسکی زبان درازی کا
سمندِ ناز نے اوسکی جہان کیا پامال	وہی ہے اب بھی اوسے شوق ترکتازی کا
ستم مین قہر ہین لونڈے شراب خانے کے	اتار لیتے ہین عمامہ ہر نمازی کا
الٹ پلٹ مری آہ سحر کی کیا ہے کم	اگر خیال تمہین ہووے نیزہ بازی کا
بتاؤ ہمسے کوئی آن تمسے کیا بگڑی	نہین ہے تم کو سلیقہ زمانہ سازی کا
خدا کو کام تو سونپے ہین مین نے سب لیکن	رہا ہے خوف مجھے واں کی بے نیازی کا
چلو ہو راہ موافق کہے مخالف کی	طریق چھوڑ دیا ہمنے دل نوازی کا

سب گئے ہوش و صبر و تاب و تواں
ظلم و جور و جفا ستم بیداد
ہم تو ناکام ہی جہان میں رہے

دل سے ایک داغ ہی جدا نہوا
عشق میں تیرے ہم پہ کیا نہوا
یاں کبھی اپنا مدعا نہوا

میر افسوس وہ کہ جو کوئی
اوسکے دروازے کا گدا نہوا

یار عجب طرح نگہ کر گیا
تنگ قبائی کا سماں یار کی
جاتا ہی اس بزم سے آیا تو کیا

دیکھنا وہ دل میں جگہ کر گیا
پیرہن غنچہ کو تنہ کر گیا
کوئی گھڑی گو کہ تو رہ کر گیا

وصف خط و خال میں خوبان کے میر
نامۂ اعمال سیہ کر گیا

آہ سحر نے سوزش دل کو مٹا دیا
سمجھی نہ باد صبح کہ آکر اوٹھا دیا
پوشیدہ راز عشق چلا جائے تھا سو آج
اس سحر خیز دہر میں ہم کو قضا نے آہ
تھی آگ اوسکی تیغ کی ہم کو سو عشق نے

اس یار نے ہمیں تو دیا سا بجھا دیا
اس فتنۂ زمانے کو ناحق جگا دیا
بیطاقتی نے دل کی وہ پردہ اوٹھا دیا
پانی کے بلبلے کی طرح سے مٹا دیا
دونوں کو معرکے میں گلے سے ملا دیا

کلیات میر

ردیف باے موحدہ

اب وہ نہیں کہ آنکھیں تھیں پرآب روز و شب
اک وقت رو رہا تھا ہمیں بھی خیال سا
اوسکے لیے نہ پھرتے تھے ہم خاک چھانتے
قدرت تو دیکھ عشق کی مجھسے ضعیف کو
سجدہ اُس آستانکا نہیں یون ہوا نصیب
اب سیم بط اوٹھ ہی گئی ورنہ پیش ازین

ٹپکا کرے ہے آنکھوں سے خونناب روز و شب
آتی تھے آنکھوں سے چلی سیلاب روز و شب
رہتا تھا پاس وہ دُر نایاب روز و شب
رکھتا ہے شاد بے خور و بیخواب روز و شب
رگڑا ہے سر میانۂ محراب روز و شب
بیٹھے ہی ہنستے تھے ہم احباب روز و شب

دل کسکے رو و موسے لگایا ہے میر نے
پاتے ہیں اُس جوان کو بیتاب روز و شب

رویا کیے ہیں غم سے ترے ہم تمام شب
کٹنے سے دل کے آج بچا ہوں تو اب جیا
اِک اتصال اشک جگر سوز کا کہاں

پڑتی رہی ہے روز سی شبنم تمام شب
چھاتی ہی ہیں ہا ہے مرا دم تمام شب
رونی ہے لوئن تو شمع بھی کم کم تمام شب

قطعہ

گذرا کسی جہاں میں خوشی سے تمام دن
آسکی گئی زمانہ میں بے غم تمام شب

شکوہ عبث ہے میر کہ کڑھتے ہیں سارے دن
یا دل کا حال رہتا ہے درہم تمام شب

آئے کنعان سے باد مصر لیے
بن عصا شیخ یک قدم نہ گئے
ایسے عشق میں سے چھوڑا انھا
پی ہوسے تو لہو پیا ہوں میں

نہ گئے تا بکلبۂ یعقوب
راہ چلتا نہیں یہ خر بے چوب
تو بھی کہنے لگا بڑا کیا خوب
محتسب آنکھوں پر ہے کچھ آشوب

میر شاعر بھی روز کوئی تھا
دیکھتے ہو نہ بات کا اسلوب

ردیف تا

روزانہ ملوں یار سے یا شب ہو ملاقات
نی بخت کی یاری ہو نہ کچھ جذب ہے کامل
دوری میں کروں نالہ و فریاد کہاں تک
جاتی ہو غشی بھی کبھو آتی ہیں بخود بھی

کیا فکر کروں میں کہ کسو ڈھب ہو ملاقات
وہ آپ ہی مل تو ملے پھر جب ہو ملاقات
یکبار تو اُس شوخ سے یارب ہو ملاقات
کچھ لطف اوٹھو یاری اگر اب ہو ملاقات

وحشت ہے بہت میر کو مل آئیے چل کر
کیا جانیے پھر یا نسے گئے کب ہو ملاقات

سب ہوئی نادم پی تدبیر ہو جانان سمیت
تنگ ہو جاویگا عرصہ خفتگان خاک پر

تیر تو نکلا مری سینے سے لیکن جان سمیت
گر ہمیں پر زمین سو یاد ل نالان سمیت

۵۱

پرزلفو نمین منہ چھپاکے پوچھا
اب ہوینگی میر کس قدر رات

جیتا ہو نہین ہو جسے آزار محبت
مایوس ہو نہین بھی کہ ہون بیمار محبت

امکان نہین جیتے جی ہو قید سے آزاد
مرجائیے تبہی چھوٹے گرفتار محبت

تقصیر نہ خوبانکی نہ جلاد کا کچھ جرم
تھا دشمن جانی مرا اقرار محبت

ہر جنس کے خوبان ملے بازار جہا نمین
لیکن نہ ملا کوئی خریدار محبت

اس راز کو رکھ جی ہی مین تا جی بچے تیرا
زنہار جو کرتا ہو تو اظہار محبت

ہر نقش قدم تیرے سر بیچے ہین عاشق
ٹک سیر تو کر آج تو بازار محبت

کچھ مستا ہین ہم دیدہ پرخون جگر سے
آیا یہی ہے ساغر سرشار محبت

بیکار رمزہ عشق مین تو روتے سے ہرگز
یہ گر یہی ہی ہے آب رخ کار محبت

مجھ سا ہی ہو مجنون سے یہ کب بانی ہے غافل
ہرگز نہین اے میر سزاوار محبت

جیمین ہے یاد رخ و زلف سیہ فام بہت
روناآتا ہے مجھے ہر سحر و شام بہت

دست صیاد تلک بھی نمین پہونچا جیتا
بیقراری نے لیا مجھکو تہ دام بہت

ایک وچشمک ادھر گردش ساغر کہ کدام
سر چڑھی رہتی ہی یہ گردش ایام بہت

...راشد ہوئی دلکو فقیروں کے بھی ملے
کھلتی نہین گرہ یہ کسو کی دعا سے آج

...جیتے ہین اختیار نہین ورنہ ہمنشین
ہم چاہتے ہین موت تو اپنی خدا سے آج

...ساقی ٹک ایک موسم گل کیطرف تو دیکھ
ٹپکا پڑے ہی رنگ چمن مین ہوا سے آج

تھا جی مین اس سے ملیے تو کیا کیا نہ کہیے میر
پر کچھ کہا گیا نہ غم دل حیا سے آج

ردیف جیم فارسی

...کا نس اٹھین ہم بھی گنہگاروں کے بیچ
ہون جو رحمت کی سزاواروں کے بیچ

...جی سدا ان ابروؤن ہی مین رہا
کی بسر ہم عمر تلواروں کے بیچ

...چشم ہو تو آئینہ خانہ ہے دہر
منھ نظر آتا ہے دیواروں کے بیچ

...ہین عناصر کی یہ صورت بازیان
شعبدے کیا کیا ہین ان چاروں کے بیچ

...جبسے نکلا ہے تو یہ جنس حسن
پڑ گئی ہے دھوم بازاروں کے بیچ

...عاشقی و بیکسی و رفتگی
جی رہا کب ایسے آزاروں کے بیچ

...جو سرشک اوس ماہ بن جھمکے ہی شب
وہ چمک کاہیکو ہے تاروں کے بیچ

...اوسکے آتشناک رخساروں بغیر
لوٹیے یوں کبتک انگاروں کے بیچ

...بیٹھنا غیروں مین کب ہے ننگ یار
پھول گل بھی جاتی ہین خاروں کے بیچ

قطعہ

۵۸

ردیف دال

ساتھ ہواک بیکسی کے عالم ہستی کو بیچ	ناخواہ خون ہو میر اگو ہستی کو بیچ
عرش سے ہو نمد پوش الفت کا داغ	اوج دولت کا سا ہو یان فقر کی ہستی کے بیچ

ہم سیہ کارون کا ہمسنا وہ ہو مینجانے کی اور
آگئے ہین میر مسجد مین چلے مستی کے بیچ

ردیف حای حطی

ہونے لگا گداز غم یار بے طرح	رہنے لگا ہے دلکو آزار بے طرح
اب کچھ طرح نہین ہے کہ ہم غمزدی ہون شاد	کہنے لگا ہو منھ سے ستمگار بے طرح
جان پر تمھاری ہاتھ سے ہوگا نہ اب کوئی	رکھنے لگا ہو ہاتھ مین تلوار بے طرح
فتنہ اوٹھیگا ورنہ نکل گھر سے تو شتاب	بیٹھے ہین آپ کے طالب دیدار بے طرح

لوہو مین شور ہے دامان و جیب میر
بھرا ہے آج دیدۂ خونبار بے طرح

خاطر کرے ہی جمع وہ ہر بار ایک طرح	کرتا ہو چرخ مجھسے نیا یار ایک طرح
اپنی رقیب کو کہن اب جو زبان مین	مارے گئے ہین سب یہ گنہگار ایک طرح
منظور اوسکو پردے مین ہین بے حجابیان	کس سے ہو دو چار وہ عیار ایک طرح
سب طرح چین اوسکے اپنی نظر مین نہین کیا ہمین	پرہم بھی ہوگئے ہین گرفتار ایک طرح

آخرِ کار کیا کہا قاصد
میرے طالع ہین نارسا قاصد
راہ کھوٹی نکر تو جا قاصد
یہ بھی میرا ہی تھا لکھا قاصد
پھر کبھو پھر کبھو بھلا قاصد
کیا کہون تجھسے ماجرا قاصد
جو لکھا خط سو یہ گیا قاصد
بھیجا کبتک کرون نیا قاصد
جو گیا سو وہین رہا قاصد
اوسکو گذرے ہین سالہا قاصد

ڑھا خط کو یا پڑھا قاصد
ئی پہونچا نہ خط مرا اُس تک
وشتِ زبون سے زر ہو خاک
ڑا خط تو تجھ پہ حرف نہین
ور ونا ہمیشہ ہے مجھکو
غرض خامشی ہی بہتر ہے
کتابت کے وقت گریے مین
قصہ لکھا کرون تا کے
طلسمات اوسکا کوچہ تو
ہے برات جسکا جواب

نامہ میر کو اُڑاتا ہے
کاغذِ باد گر گیا قاصد

اُڑتی ہو خاک میری بادِ صبا ہے شاہد
آتا تھا یاد تو ہی میرا خدا ہے شاہد
وقتِ سحر ہے شاہد دستِ دعا ہی شاہد

گذرین ہین سرِ نقش پا ہی شاہد
حرم مین بھی بھولا نہ تجھکو اے بت
اجابت باطن مرا نہین ہے

موند آنکھین سفر عدم کا کر
فکر تعمیر مین نہ رہ منعم
خاک بھی سر پہ ڈالنے کو نہین
سنتے ہو ٹک سنو کہ پھر مجھ بعد
لگتی ہے کچھ سموم سی تو نسیم
بھولا چاہے غم بتان مین جی
نزے قید نفس کا کیا شکوہ
ہر طرف ہین اسیر ہم آواز
ہم کو مرنا یہ ہے کہ کب ہو کہین
ایسا وہ شوخ ہے کہ اوٹھتی صبح
نہین صورت پذیر نقش اوسکا

بس ہے دیکھا نہ عالم ایجـ
زندگانی کی کچھ بھی ہے
کس خرابے مین ہم ہوے
نہ سنو گے یہ نالہ وفر
خاک کس دل جلے کی دی
غرض آتا ہے پھر خدا ہی
نالے اپنو سے اپنی سی فـ
باغ ہے گھر ترا تو اے
اپنی قید حیات ہے
جانا سو جائے اوسکے
یون ہی تصدیع کھینچے

قطعہ

خوب ہے خاک سی بزرگون کی
نامراد ہوئی ہو جسپہ پروانہ
پر مروت کہان کی ہے اے میر

چاہنا تو مرے تئین
وہ جلاتا پھرے جیر
تو ہی مجھ دل جلے کو گرا

۵۷

میں منع میر تجھکو کرتا نہ تھا ہمیشہ
کھوئی نہ جان تونے دل کو لگا لگا کر

نہو ہرزہ درا اتنا خموشی اے جرس بہتر
نہیں اس قافلے میں اہل دل ضبطِ نفس بہتر

نہو نا ہی بھلا تھا سامنے اُس چشمِ گریاں کے
نظر آئے ابرِ تر آپ ہی نہ آویگا برس بہتر

سدا ہو خار خار باغبان گل کا جہان مانع
سمجھے ای عندلیب اُس باغ سے کنجِ قفس بہتر

بڑا ہی امتحان لیکن نہ سمجھے تو تو کیا کریے
شہادتگاہ میں لیجل سب اپنی ہوس بہتر

سیہ کردو لگا گلشن میں دو سے باغبان بھی
جلا آتش میں میرے آشیانے کے خار و خس بہتر

گیا داغوں سے رشکِ باغ ہو صد آفرین آفت
یہ سینہ ہم کو بھی ایسا ہی تھا درکار بس بہتر

قدم تیرے چھوئے نہ جیسے اب ہاتھ ہی سر ہے
مرے حق میں نہو نا ہی تھا یا تنگ دسترس بہتر

عبث پوچھے ہی تجھسے میر میں صحرا کو جاتا ہوں
خرابی ہے یہ دل رکھا ہے جو تونے تو بس بہتر

آشوب دیکھ چشم تری سر رہو ہیں جوڑ
پلکوں کے صف سے بھڑ گئیں منھ کو موڑ موڑ

لاکھوں جتن کیئے نہوا ضبط گریہ لیک
سنتے ہی نام آنکھ سے آنسو گرے کروڑ

زخم درون میرے سے نہ تک بیخبر رہو
اب ضبطِ گریہ تجھ ادھر ہی کو سب نچوڑ

گرمی سے برشگال کی پردا ہو گیا ہمیں
برسوں رہی ہے جان گرے گنے کی یان مروڑ

قطعہ

خدا جانے کہ کیا خواہش ہے جی کو

پر افشانی قفس ہی کی بہت ہے

گداز عاشقی کا میر کے شب ذکر آیا تھا
جو دیکھا شمع مجلس کو تو پانی ہو گئی گھل کر

گر رحم ٹک کبھو تک ستم پیشہ جفا کار اسقدر
بھاگی مری صورت سے وہ عاشق ہیں اسکی شکل پر
منزل پہونچنا اکطرف نے صبر ہے نے ہے سکون
ہے جای ہر دل میں ترے اور گذرے بے وفا
جز کشمکش ہووی تو کیا عالم سے ہم کو فائدہ

ایک سینہ در خنجر سیکڑوں یکجان و آزار اسقدر
ہیں اسکا خواہاں یاں فلک و بے مجھسے بیزار اسقدر
یکسر قدم میں آبلے پھر راہ پر خار اسقدر
گر رحم ٹک اپنی پرت ہو دل آزار اسقدر
یہ بھی قضا ہی اک قفس ہم ہیں گرفتار اسقدر

قطعہ

غیر و بغل گیری تری عید و ہمسے بھاگنا
ہم یار یوں غمزدے خوش ہو ہیں اغیار اسقدر

طاقت نہیں ہے بات کی کہتا تھا نعرہ مارنے
کیا جانتا تھا میر ہو جاویگا بیمار اسقدر

قیامت تھا اس خشمگیں پر
نہ دیکھا آخر اس آئینہ رو کو
گئے دن عجز و نالیکے کہ اب ہے
ہوا ہے ہاتھ گلدستہ ہمارا

کہ تلواریں چلیں ابرو کی چیں پر
نظر سے بھی نگاہ واپسیں پر
دماغ نالہ چرخ ہفتمیں پر
کہ داغ خوں بہت ہے آستیں پر

هر سحر ایک چلی تو ہے تو نسیم	اے یہ مست ناز ننگ ہشیار
شاخ شانے ہزار نکلین گے	جو گیا او سکی زلف کا اک تار

قطعہ

واجب القتل اسقدر تو ہون	کہ مجھے دیکھکر کہے ہے پکار
یہ تو آیا نہ سامنے میرے	لاؤ میرے میان سپر تلوار

قطعہ

آ زیارت کو قبر عاشق پر	اک طرح کا ہے یان بھی جوش بہار
نکلے ہے میری خاک سے نرگس	یعنے ابتک ہے حسرت دیدار

قطعہ

میر صاحب زمانہ نازک ہے	دونون ہاتھون سے تھامئے دستار
سہل سی زندگی پہ کام کے تئین	اپنے اوپر نہ کیجیے دشوار
چار دن کا ہے مجملہ یہ سب	سب سے رکھئے سلوک ہے ناچار
کوئی ایسا گناہ اور نہین	یہ کہ کیجیے ستم کسی پر یار

قطعہ

وان جہان خاک کے برابر ہے	قدر ہفت آسمان ظلم شعار

یارب بہ طلب میں کوئی کب تلک پھرے
تسکین دے کہ بیٹھ رہوں پاؤں گاڑ کر

منظور ہو نہ پاس ہمارا تو حیف ہے
آئے ہیں آج دور سے ہم تجھکو تاڑ کر

غالب دیوے قوت دل اس ضعیف کو
تنگے کو جو دکھاوے ہے پل میں پچھاڑ کر

نکلینگے کام دل کے نہ کچھ اہل ریش سے
کچھ ڈھیر کر چلیں ہیں بے آگے اکھاڑ کر

اس فن کے پہلوانوں سے کشتی رہی ہے میر
بہتوں کو ہم نے زیر کیا ہے پچھاڑ کر

مرتے ہیں تیرے نرگس بیمار دیکھکر
جاتے ہیں جی سے کسقدر آزار دیکھکر

افسوس وے کہ منتظر اک عمر تک رہے
پھر مر گئے ترے تئیں یکبار دیکھکر

ناخواندہ خط شوق لگے چاک کرنے تو
قاصد تو کہیو ٹک کہ جفا کار دیکھکر

کوئی جو دم رہا ہو سو آنکھوں میں ہے بھر آب
کر یو ٹک ایک وعدۂ دیدار دیکھکر

دکھنیں جلد ہوں رنگ کی بینش خشم ہے
حیران رہ گئے ہیں یہ اسرار دیکھکر

جاتا ہے آسمان لئے کوچہ سے یار کے
آتا ہو جی بھرا در و دیوار دیکھکر

تیرے خرام ناز پہ جاتے ہیں جی چلے
رکھ ٹک قدم زمین پہ ستمگار دیکھکر

طالع نے چشم پوشی کی یاں تک کہ ہمنشین
چھپتا ہی مجھکو دور سے اب یار دیکھکر

جی میں تھا اُس سے ملتے تو کیا کیا نہ کہئے میر

٦٠

قطعہ

ایکو نکی کھال کھینچی ایکون کو دار کھینچا	اسرار عاشقی کا چھپا ہے یار کہ منکر
طاعت کوئی کرے ہے جب برا کی جھومے	گر ہو سکے تو زاہد اسوقت مین گنہ کر

کیون تو نے آخر آخر اسوقت منہ دکھایا
دی جان میر نے جو حسرت سے اک نگہ کر

شیخی کا اب کمال ہے کچھ اور	حال ہی اور فال ہے کچھ اور
وعدے برسون کے کتنے دیکھے ہین	دم مین عاشق کا حال ہے کچھ اور
سہل ست بوجھ یہ طلسم جہان	ہر جگہ یان خیال ہے کچھ اور
تو رگ جان سمجھتے ہوگی نسیم	اوسکے گیسو کا بال ہے کچھ اور
نہ ملین گو کہ ہجر مین مر جائین	عاشقون کا وصال ہے کچھ اور
کو زلشتی پہ شیخ کے مت جاؤ	اوس پہ بھی احتمال ہے کچھ اور
اسمین اوسمین بڑی تفاوت ہے	کبک کی چال ڈھال ہے کچھ اور

میر تلوار چلتی ہے تو چلے
خوش خرامون کی چال ہے کچھ اور

جو دل اپنا ہوا تھا زخمی چور	ضبط گریہ سے پڑ گئے ناسور
صبح اُس سرو مہر کے آگے	قرص خورشید ہو گیا کافور

۹۱

پشت خاک اپنی جو پامال ہو یان سیہ نجا
چشم وا دیکھئے اُس باغ مین کیجو نرگس

سر کو کھینچے گا فلک تک یہ غبار آخر کا
آنکھو نسے جاتی رہیگی یہ بہار آخر کا

اولِ کار محبت تو بہت سہل ہے میر
جی سے جاتا ہے ولے صبر و قرار آخر کار

خط مین گیا ہے سمان پسینے پر
کوئی ہوتا ہے دل طپش سے بُرا
دسے میری شکستین الجھی ہین
چاک سینے سے کھل گئے یان کے

موتی گویا جڑے ہین مینے پر
ایک دم کے لہو نہ پینے پر
سنگ باران ہے آب گینے پر
یکبارفو کم ہوا ہے سینے پر

جور دلبر سے کیا ہون آزردہ
میر اس چار دن کے جینے پر

ہم بھی پھرتے ہین یک حشم لیکر
دست کش نالہ پیش رو گریہ
مرگ اک ماندگی کا وقفہ ہے
اُسکے اوپر کہ دل سے تھا نزدیک
بار ہا صید گہ سے اُسکے گئے

دستۂ داغ و فوج غم لیکر
آہ چلتی ہے یان علم لیکر
یعنی آگے چلین گے دم لیکر
غم دوری چلے ہین ہم لیکر
داغ یاس آہو حرم لیکر

مر گیا میں پہ مرے باقی ہیں آثار ہنوز
تر ہیں سب سر کے لہو سے در و دیوار ہنوز

دل بھی پُر داغ چمن ہے پر آ گیا تب بھی
جی سے جاتی ہی نہیں حسرت دیدار ہنوز

ہو گئی عمر ہوئے ابر بہاری کو ٹلے
لہو برسا رہے ہیں دیدۂ خونبار ہنوز

بد نہ لیجائیو تو چھوڑوں ہوں تجھے بھی طبیب
یہ ہوا کوئی بھی اس درد کا بیمار ہنوز

بارہا چل چکی تلوار تری چال پہ شوخ
تو نہیں چھوڑتا اس طرز کی رفتار ہنوز

ایکدن بال فشاں تک نہ ہوئے خوش ہو کر
ہیں غم دل کی اسیری میں گرفتار ہنوز

کوئی تو آبلہ پا دشت جنوں سے گذرا
ڈوبا ہی جائے ہے لوہو میں سر خار ہنوز

منتظر قتل کے وعدے کا ہوں اپنے یعنی
جیتا مرنے کو رہا ہے یہ گنہگار ہنوز

اڑ گئے خاک ہو کتنے ہی تری کوچے سے
باز آتے نہیں پر تیرے ہوادار ہنوز

قطعہ

ایک بھی زخم کی جا جسکے نہو تن پہ نہیں
کوئی دیتا ہے سنا ویسی کو آزار ہنوز

ٹک تو انصاف کر اے دشمن جان عاشق
میان سے نکلی پڑے ہے تری تلوار ہنوز

قطعہ

پیسر کو ضعف میں میں دیکھ کہا کچھ کہئے
ہے تجھے کوئی گھڑی قوت گفتار ہنوز

ابھی کدم میں زبان چلتی ہے ہوجاتی ہے
درد دل کیوں نہیں کرتا ہے تو اظہار ہنوز

ردیف سین

ردیف شین معجمہ

حیران ہون میر نزع مین اب کیا کرون بھلا
احوال دل بہت ہے مجھے فرصت اک نفس

کیونکہ نکلا جائے بحر غم سے مجھ بیدل کے پاس
آکے ڈوبی جاتی ہو کشتی مری ساحل کے پاس

ہے پریشان دشت مین کسکا غبار ناتوان
گرد جیسے گستاخ آتی ہو چلی محمل کے پاس

گرم ہوگا حشر کو ہنگامۂ دعوی بہت
کاش مجکو لیجا دین مری قاتل کے پاس

دور اس سے جون ہو دل پر بلا ہی مضطرب
اسطرح تڑپا نہین جاتا کسو بسمل کے پاس

بوی خون آتی ہے باد صبحگاہی سے مجھے
نکلی ہو بید رو شاید ہو کسی گھایل کے پاس

آہ نالے مت کیا کر اس قدر بیتاب ہو
اے ستمکش میر ظالم ہے جگر بھی دل کے پاس

مر گیا مین ملا نہ یار افسوس
ہاے افسوس صد ہزار افسوس

ہم تو ملتے تھے جب اہا اہا
نہ رہا وہ بھی روزگار افسوس

یون گنواتا ہے دل کوئی مجھکو
یہی آتا ہے بار بار افسوس

قتل گر تو ہین کریگا خوشی
یہ توقع نتھی تجھسے یار افسوس

رخصت سیر باغ تک نہوئی
یون ہی جاتی رہی بہار افسوس

خوب بدعہد تو نہ مل لیکن
میرے نزے نتھا یہ قرار افسوس

قطعہ

۶۵

قطعہ

نہ سمجھا گیا ابر کیا دیکھکر — ہوا انتھا مری چشم تر کیطرف
ٹپکتا ہے پلکوں سے خون متصل — نہیں دیکھتے ہم جگر کیطرف
مناسب نہیں حال عاشق سے صبر — رکھے ہے یہ دارو ضرر کیطرف
کسی منزلِ دلکش دہر مین — نہیں میل خاطر سفر کیطرف

رگ جان کب آتی ہے آنکھو نمین میر
گئے ہین مزاج اس کمر کی طرف

ردیف قاف

درد ہے جور ہے بلا ہے عشق — شیخ کیا جانے تو کہ کیا ہے عشق
تو نہووے تو نظم کل اٹھ جاے — سچے ہین شاعران خدا ہی عشق

ردیف کاف تازی

بے چین مجھکو چاہتا ہر دم ہو زیر خاک — چھاتی پہ بعد مرگ بھی دل ہی زیر خاک
آسودگی جو چاہی تو مرنے پہ دلکو رکھ — آشفتگی طبع بہت کم ہے زیر خاک
تنہا تو اپنی گور مین رہنے پہ بعد مرگ — مت اضطراب کر تو کہ عالم ہو زیر خاک
رو دیا تھا نزع مین مین اُسی یاد کر بہت — اب تک مری ہر ایک مژہ نم ہو زیر خاک
کیا آسمان پہ کھینچے کوئی میر آپ کو — جانا جہان سی سب کو مسلم ہو زیر خاک

ردیف کاف فارسی

ہی درد جدائی ہی جو اس شب | تو آتا ہے جگر مژگان کے نزتک
دکھائی دینگے ہم میت کے رنگون | اگر رہ جائینگے جیتے سحر تک

کہان پھر شور شیون جب گیا میر
یہ ہنگامہ ہے اُس ہی نوحہ گر تک

دست پا مارے وقت بسمل تک | ہاتھ پہونچا نہ پاے قاتل تک
کعبہ پہونچا تو کیا ہوا اے شیخ | سعی کر ٹک پہونچ کسی دل تک
در پے محمل اوسکے جیسے جرس | مین بھی نالان ہون ساتھ منزل تک
بجھ گئے ہم چراغ سے باہر | کہیو اے باد شمع محفل تک

نہ گیا میر اپنی کشتی سے
ایک بھی تختہ پارہ ساحل تک

جاتی ہین بے خرابی کو سیل آسمان تلک | طوفان ہو میرے اشک نہ مدت سے ہان تلک
شاید کہ دیوے رخصت گلشن ہون بیقرار | میری قفس کو لیچلو تو باغبان تلک
قید قفس سے چھوٹ کے دیکھا جلا ہوا | پہونچے نہوتے کاشکے ہم آشیان تلک
اتنا ہون ناتوان کہ در دل سے لب گلہ | آتا ہی ایک عمر مین میری زبان تلک
مین ترک عشق کرکے ہوا گوشہ گیر میر | ہوتا پھرون خراب جہا نمین کہان تلک

ردیف لام

مقدور تک نہ رکھ انکھڑیوں مین رنگ
یہ دیکھ سینہ داغ سے رشک چمن ہے یان
بلبل بزار جی سے خریدار اسکی ہے
انکلا ہو ایسی خاک سے کس سادہ رو کی یہ
یاری سے رشک سرخ کے داغونسے رات کو
اے عندلیب صلح کرین جنگ ہو چکی

یہ چشمک پیالہ ہے ساقی ہوای گل
بلبل ستم ہوا نہ جو تونے بھی کھای گل
اے گلفروش کر تو سمجھکر بہاے گل
قابل درود بھیجنے کے ہے صفاے گل
بستر پر اپنے سوتے تھے بھی ہم بچھاے گل
اے لے زبان دراز تو سب کچھ سوای گل

گلچین سمجھ کے چنیو کہ گلشن مین میر کے
لخت جگر پڑے ہین نہین برگہاے گل

گل کی جفا بھی جانی دیکھی وفای بلبل
کر سیر جذب الفت گلچین نے گل چمن مین
کھٹکے ہین خار ہو کر ہر شب دل چمن مین
یکرنگیو نکی راہین طے کرکے مرگیا ہے
آئی بہار و گلشن گل سے بھرا ہے لیکن
پیغام سبغرض بھی سنتی نہین ہین خوبان
دلخراش نالی ہر شب کے میر تیرے

یکمشت بر پڑے ہین گلشن مین جای بلبل
توڑا تھا شاخ گل کو نکلی صدای بلبل
آتی لب و دہن پر یہ نالہاے بلبل
گلمین رنگین نہین ہین نقش پای بلبل
ہر گوشۂ چمن مین خالی ہو جای بلبل
پہونچی نہ گوش گل تک آخر دعای بلبل
کردینگے بے نمک ہی شور نوای بلبل

Courtesy Sarai (CSDS). Digitized by eGangotri

شرط یہ بر مین ہم مین ہے کہ رو دینگے کل
آج آوارہ ہوئے بال اسیران قفس

صبحگہ اوٹھتے ہی عالم کو ڈبو دینگے کل
بے گل و باغ و خیابان نہو دینگے کل

وعدۂ وصل رہا ہے شب آیندہ پہ میر
بخت خوابیدہ جو ٹک جاگتے سو دینگے کل

سند ہے اختلاط کا بازار آج کل
اس مہلت دو روزہ مین خطرے ہزار ہین
او باشون ہیگی گھر تجھے پانی لگے ہین روز
ملنے کی رات داخل ایام کیا نہین
گلزار ہو رہی ہی مرے دم سے کوئی یار
تا شام اپنا کام کھنچے کیونکہ دیکھیے
کعبے تلک تو سنتے ہین ویرانہ و خراب
ٹھوکر دلون کو لگتی لگے ہی خرام مین
ایسا ہی مغبچو نمین جو آتا ہی شیخ جی
حیران مین ہی چال کی تدبیر مین نہین
اچھا نہین ہے میر کا احوال اندنون

لگتا نہین ہی دل کا خریدار آجکل
اچھا ہو رہ سکو جو خبردار آجکل
مارا پڑے گا کوئی طلبگار آجکل
برسون ہوئی کمان تبین ہی مار آجکل
ایک تک پر ہی دیدۂ خونبار آجکل
پڑتی نہین ہی جیکو جفاکار آجکل
آباد ہے سو خانہ خمار آجکل
لاویگی اک بلا تری رفتار آجکل
تو چار ہی ہین جبہ و دستار آجکل
ہر اک کو شہر مین ہے یہ آزار آجکل
غالب کہ ہو چکیگا یہ بیمار آجکل

کب آگے کوئی مرتا تھا کسی پر
تعارف کیا رہا اہل چمن سے

جہان مین کر گئے رسم وفا ہم
ہوئے اک عمر کے پیچھے رہا ہم

موا جسکے لیے اوسکو ندیکھا
نہ سمجھے میر کا کچھ مدعا ہم

اگر راہ مین اوسکے رکھا ہے گام
دہن یار کا دیکھ چپ لگ گئی
مجھے دیکھ منہ پر پریشان کی زلف
سر شام سے رہتی ہین کاشین

گئے گذرے خضر علیہ السلام
سخن یان ہوا ختم حاصل کلام
غرض یہ کہ جاتو ہوئی اب تو شام
ہمین شوق اُس ماہ کا ہے تمام

قطعہ

قیامت ہی یان چشم و دل سے رہی
ندیکھے جہان کوئی آنکھون کی اور

چلے بس تو وان جا کے کریے قیام
نہ لیوے کوئی جس جگہ دل کا نام

جہان میر زیر و زبر ہو گیا
خرامان ہوا تھا وہ محشر تمام

گرچہ آوارہ جون صبا ہین ہم
کام کیا آتے ہینگے معلومات

لیک لگ چلنے مین بلا ہین ہم
یہ تو سمجھے ہے نہ کہ کیا ہین ہم

ردیف نون

بیکلی بیخودی کچھ آج نہین	ایک مدت سے وہ مزاج نہین
زر دا گر یہ ہے تو مجھے بس ہے	اب دوا کی کچھ احتیاج نہین
ہمنے اپنی سی کی بہت لیکن	مرض عشق کا علاج نہین

شہر خوبی کو خوب دیکھا میر
جنس دل کا کہین رواج نہین

وحشت مین ن بلا گر وادی پہ اپنی آؤن	مجنونکی محنتین سب مین خاک مین ملاؤن
ہمسنگ کبھو بلایا تو برسون تک ولایا	اسکی ستم ظریفی کسکسکے تئین دکھاؤن
فریادی ہون تو ٹپکے لوہو مری زبان سے	نالے کو بلبلونکے خاطر مین بھی نہ لاؤن
پوچھو نہ دلکے غم کو ایسا نہو دی یاران	مانند روضہ خوان کے مجلس کے رولاؤن
یکدم تو چونک بھی پڑ شور و فغان سے میر کے	ای بخت خفتہ کبتک تیرے تئین جگاؤن
از خویش رفتہ ہر دم فکر وصال مین ہون	کتنا مین کھویا جاؤن یارب کہ تجکو پاؤن
عریان تنی کی شوخی وحشت مین کیا بلا تھی	تہ گرد کی نہ بیٹھی تا تن کے تئین چھپاؤن
اگلے خطون نے میرے مطلق اثر نہ بخشا	قاصد کے بدلے ابکی جادو مگر چلاؤن
دل تفتگی نے مارا مجھکو کہان مزہ دی	اک قطرہ آب مین ابر آگ کو جلاؤن

قطعہ

عیش و خوشی ہی شیب مین ہو گو وہ کہان
لذت جو ہی جوانی کی رنج و عنا مین

دین عمر خضر موسم پیری مین تو نہ لے
مرنا ہی اس سے خوب ہی عہد شباب مین

قطعہ

آنکلے تھی جو حضرت میر اسطرف کہین
مین نے کیا سوال یہ اونکی جناب مین

حضرت سنو تو مین بھی تعلق کرون کہین
فرمانی لاگے رو کے یہ اوسکی جواب مین

تو جان لیک تجھسے بھی آئی جو کل تھے یان
ہین آج صرف خاک جہان خراب مین

لے روی و زلف یار ہی رونیسے کام یان
دامن ہی منہ پہ ابر نمط صبح و شام یان

آوازہ ہے جہانمین ہمارا سنا کرو
عنقا کے طور زیست ہی اپنی بنام یان

وصف دہن سی اسکے نہ آگے قلم آگے
یعنی کیا ہی خامہ نے ختم کلام یان

غالب یہ ہی کہ موسم خط وان قریب ہے
آنے لگا ہے متصل اسکا پیام یان

مت کھا فریب عجز عزیزان حال کا
پنہان کیے ہین خاکمین یارون نے دام یان

کوئی ہوا نہ دست بسر شہر حسن مین
شاید نہین ہے رسم جواب سلام یان

ناکام رہنے ہی کا تمہین غم ہی آج میر
بہتو نکے کام ہو گئے ہین کل تمام یان

ماتم کے ہون ہین یہ جو زمین کو کیا عجب
حسرت ہم ہین آنکھونکے دیکھے ہے یار کے

ہوتا ہے نیل چرخ کے اس سبز کشت مین
کب یہ نشہ ہو دختر رز تجھ بہشت مین

نامے کو چاک کرکے کرے نامہ بر کو قتل
کیا یہ لکھا تھا میر مری سرنوشت مین

درد و اندوہ مین ٹھہرا جو رہا مین ہی ہون
رنگ جسکے کبھی منھ نہ چڑھا مین ہی ہون

بدکہا مین نے رقیبون کو تو تقصیر ہوئی
کیون ہو بخشو بھی بھلا سب مین برا مین ہون

اپنے کو جمین فغان جسکی سنو ہو ہر رات
وہ جگر سوختہ و سینہ جلا مین ہی ہون

خار کو جن نے لڑی موتی کی کر دکھلایا
اس بیابان مین وہ آبلہ پا مین ہی ہون

لطف آنیکا ہے کیا بن نہین اب تاب جفا
اتنا عالم ہی مین جاؤن نہ کیا مین ہی ہون

قطعہ

اس دا کو تو ٹک اک بیر کو انصاف کرو
وہ برا ہیگا بھلا دوستو یا مین ہی ہون

مین یہ کہتا تھا کہ دل جن نے لیا کون ہے وہ
یک بیک بول اٹھا اسطرف آ مین ہی ہون

جب کہا مین نے کہ تو ہی ہو تو پھر کہنے لگا
کیا کریگا تو مرا دیکھون تو جا مین ہی ہون

سنتے ہی ہنسکے ٹک اک سوچ کیا تو ہی تھا
جن نے شب دکے سب احوال کہا مین ہی ہون

میر آوارۂ عالم جو سنا ہے تو نے
خاک آلودہ وہ اے باد صبا مین ہی ہون

…سان کے شمع و پروانے گئے مر — بہت آتش بجان تھے اس چمن مین
…سان عاجز سخن قادر سخن ہون — ہمین ہو شبہہ یارون کے سخن مین

گذار عشق مین یہ بھی گیا میر
یہی دھوکا سا ہے اب پیرہن مین

…لیے اپنی تو یون جان نکلتی ہے — اس راہ مین وے جیسے انجان نکلتے ہین
…تیر ستم اُسکے سینے مین بھی ٹوٹے تھے — جس زخم کو چیرون ہون پیکان نکلتے ہین
…دل ہمین جانو پھرتا ہی فلک برسون — تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہین
…ہو قاش کیا گوڑ پھر ہین سارے — دیکھو نہ جو لوگون کے دیوان نکلتے ہین

قطعہ

…ہو ٹپکتا ہی گہ لخت دل آنکھون سے — یا ٹکڑے جگر ہی کے ہر آن نکلتے ہین
…تو گلہ کس سے جیسی تھی ہمین خواہش — اب ویسے ہی یہ اپنے ارمان نکلتے ہین

قطعہ

…سے بھی جا ہو منھ سے بھی خشن ہو کر — وہ حرف نہین ہین جو شایان نکلتے ہین
…لو اپنی تو جوگی سی پھیری ہے — ہر سو ہین مین کبھو ادھر ہم آن نکلتے ہین

ان آئینہ رویون کے کیا میر بھی عاشق ہین

ہنگامۂ قیامت تازہ نہیں جو ہوگا
رنگ پریدہ قاصد باد سحر کبوتر
تنکا نہیں رہا ہو کیا اب جو نثار کریے

ہم سطر جلکے کتنے آشوب کر چکے ہین
کس کس کے ہم حوالے مکتوب کر چکے ہین
آگے ہی ہم تو گھر کو جاروب کر چکے ہین

کیا جانیے کہ کیا ہے اے میر وجہ ضد کی
سو بار ہم تو اوسکو مجذوب کر چکے ہین

جو حیدری نہین اُسے ایمان ہیچ ہین
وہ ترک صید پیشہ مرا قصد کیا کرے
خال و خط ایسے فتنے نگاہین یہ آفتین
ہین جزو خاک ہم تو غبار ضعیف سے
دیکھی ہو جسنے صورت دلکش وہ ایک آن
خورشید و ماہ و گل سبھی اودھر رہے ہین دیکھ
یکسان ہو تیرے آگے جو دل اور آرسی
سجدہ اس آستانہ کا جسکی ہوا نصیب

ہو گر شریف مکہ مسلمان ہے نہین
دبلے پنے سے تن مین مری جان ہو نہین
پھر اک بلا وہ زلف پریشان ہے نہین
سر کھینچنے کا ہم کنے سامان ہے نہین
پھر صبر اس سے ہو سکے امکان ہے نہین
اس چہرے کا اک آئینہ حیران ہے نہین
کیا خوب و زشت کی تجھے پہچان ہو نہین
وہ اپنے اعتقاد مین انسان ہو نہین

کیا تجھکو بھی جنون تھا کہ جامے مین تیرے میر
سب کچھ بچا ہے ایک گریبان ہے نہین

کچھ کچھ کہو کہ آزرِ یہ کہتا تھا میں مین ۔ آشفتہ طبع میر کو پایا اگر کہین

سو کل ملا مجھے وہ بیابان کی سمت کو ۔ جاتا تھا اضطراب زدہ سا ادھر کہین

ٹک چل کے مین برنگ صبا یہ اُسے کہا ۔ کاہو خانمان خراب تبھی ہو گھر کہین

آشفتہ جا بجا جو پھرے ہو تو دشت مین ۔ جاگہ نہین ہے شہر مین تجھکو مگر کہین

خون بستہ اپنی کھول مژہ پوچھا بھی گر ۔ رکھ ٹک تو اپنے حال کو مد نظر کہین

آسودگی سے جنس کو کرتا ہے کون سوخت ۔ جانی ہو نفع کوئی بھی جی کا ضرر کہین

موتی سے تیرے اشک ہین غلطان کس طرف ۔ یاقوت کیسے ٹکڑے ہین لخت جگر کہین

تا کے یہ دشت گردی کب تک یہ خستگی ۔ اس زندگی سے کچھ تجھے حاصل بھی پر کہین

کہنے لگا وہ ہو کے پر آشفتہ یک بیک ۔ مسکن کرے ہے دہر مین مجھسا بشر کہین

آوارہ گو نہ نگ ہو نشا نصیحتین ۔ مت کہیو ایسی بات تو بار دگر کہین

تعیین جا کو بھول گیا ہون پہ ہے یہ یاد ۔ کہتا تھا ایک روز یہ اہل نظر کہین

بیٹھے اگرچہ نقش نزا تو بھی دل اٹھا ۔ کرتا ہے جا بباش کوئی رہگذر کہین

کتنے ہی آئے لے گئے سر پہ خیال میر ۔ ایسے گئے کہ کچھ نہین اونکا اثر کہین

اب کچھ ہمارے حال پہ تمکو نظر نہین ۔ یعنی تمھاری ہمسے وہ آنکھین نہین رہین

ریزہ الماس یا مشتِ نمک ہے کیا برا
گرچہ کس گنتی مین ہون پر ایکدم مجھ تک تو آ
بس بہت رسوا ہوا مین اب نہین مقدور کچھ

جو مین اپنی ایسی زخمِ سینہ کو مرہم کرون
یا ادھر ہون یا ادھر کبتک شمار دم کرون
وہ طرح ڈھونڈھون جسمین ربط تجھسے کم کرون

گو دھوان اوٹھنے لگا دل سے مرے پرپیچ و تاب
ہیہ اس پر قطع ربط خم در خم کرون

کیا مین نے رو کر فشار گریبان
کہین مست چالاک ناخن نہ لاگے
نشان اشک خونی کے اڑتے چلے ہین
جنون تیری منت ہو مجھ پر کہ تو نے
زیارت کرون دل سے خستہ جگر کی
کہین جا پہ دور دامن بھی جلدی

رگِ ابر تھا تار تار گریبان
کہ سینہ ہے قرب جوار گریبان
خزان ہو چلی ہے بہار گریبان
نہ رکھا مرے سر پہ بار گریبان
کہان ہوگی یارب مزار گریبان
کہ آخر ہوا روزگار گریبان

پھرون میر عریان نہ دامن کا غم ہو
نہ باقی رہے خار خار گریبان

بارہا وعدون کی راتین آئیان
عشق مین ایذائین سب سے پائیان

طالعون نے صبح کر دکھلائیان
رہ گئے آنسو تو آنکھین آئیان

لایا ہے طرز شوق مجھے پردے سے باہر
ہون فی رنہ وہی خلوتی راز نہان ہون

جلوہ ہی مجھی سے لب دریائے سخن پر
صد رنگ مری موج ہی ہین طبع روان ہون

پنجہ ہو مرا پنجۂ خورشید مین ہر صبح
ہین شانہ صفت سایہ رو زلف بتان ہون

دیکھا ہو مجھے جن نے سو دیوانہ ہے میرا
ہین باعث آشفتگی طبع جہان ہون

تکلیف نہ کر آہ مجھے جنبش لب کی
ہین صد سخن آغشتہ بخون زیر زبان ہون

ہون زرد غم تازہ نہالان چمن سے
اس باغ خزان دیدہ مین مین برگ خزان ہون

رکھتی ہو مجھے خواہش دل بسکہ پریشان
ڈھونڈے ہے اسوقت خدا جانے کہان ہون

اک وہم نہین بیش مری ہستی موہوم
اسپر بھی تری خاطر نازک پہ گران ہون

خوش باشی و تنزیہ و تقدس تھی مجھے میر
اسباب پڑے یون کہ کئی روز سے یہان ہون

اب آنکھون مین خون دمبدم دیکھتے ہین
نہ پوچھو جو کچھ رنگ ہم دیکھتے ہین

جو بے اختیاری یہی ہے تو قاصد
ہمین آگے اُسکے قدم دیکھتے ہین

لہو داغ رہتا ہے دل گو جگر خون
ان آنکھون نے کیا کیا ستم دیکھتے ہین

اگر جان آنکھون مین اُس بن ہے پر ہم
ابھی اور بھی کوئی دم دیکھتے ہین

لکھین حال کیا اسکو حیرت ہے ہم کو
گہے کاغذ و گہ قلم دیکھتے ہین

قطعہ

گالی سوائے مجھسے سخن مت کیا کرو
اچھی لگی ہین مجکو تری بدزبانیان

غیرون ہی کے سخن کیطرف گوش یار تھے
اس حرف ناشنو نے ہماری نہ مانیان

یہ بیقراریان نہ کبھو اُن نے دیکھیان
جان کاہیان ہماری بہت سہل جانیان

مارا مجھے بھی سانکے حیزو نین ان نے میر
کیا خاک مین ملائین مری جانفشانیان

تا پھونکیے نہ خرقۂ طامات کے تئین
حسن قبول کیا ہو مناجات کے تئین

کیفیتین اُٹھی ہین یہ کب خانقاہ مین
بدنام کر رکھا ہے خرابات کے تئین

اور یہ خرام ناز سے خوبان کی ہمنشین
ٹھوکر سے یہ اُٹھاتے ہین آفات کے تئین

ہم جانتے ہین یا کہ دل آشنا زدہ
کہیے سو کس سے عشق کے حالات کے تئین

خوبی کو اُسکی ساعد سیمین کی دیکھکر
صورت گرون نے کھینچ رکھا بات کے تئین

اتنی بھی حرف ناشنوی غیر کے لیے
رکھ کان ٹک سنا بھی کرو بات کے تئین

سید ہو یا چمار ہو اس جا وفا ہے شرط
کب عاشقی مین پوچھتے ہین ذات کے تئین

غیر کے بے سلوک ہم اب تیری دیکھکر
کرتے ہین یاد پہلے ملاقات کے تئین

آنکھون نے میر صاحب و قبلہ ورم کیا
حضرت بکا کیا نہ کرو رات کے تئین

شکوہ کرون ہُوں بخت کا اتنے غضب ہو بتان
لے گیا نہ کر سنا تو جو مرے پہ عندلیب
چشم سفید و اشک سرخ آہ دل حزین ہے یان
اک فقط ہے سادگی تسپہ بلاے جان ہو تو
اب ہو املاک عشق تجربہ کی ہے ہین بہت
ہو و کہ زمانہ کچھ سے کچھ چھوٹے ہو دل لگا مر

مجکو خدا نخواستہ تم سے تو کچھ گلا نہین
بات ہین باعث عیب ہے مین نے تجھے کہا نہین
شنیدہ نہین ہوے نہین ابر نہین ہوا نہین
عشوہ کرشمہ کچھ نہین آن نہین ادا نہین
کر کے دوا ے درد دل کوئی بہم جیا نہین
شوخ کسی ہو آئینہ تجھسے تو مین جدا نہین

ناز بتان اوٹھا چکا دیر کو میر ترک کر
کعبے مین جا کے بیٹھ میان تیرے مگر خدا نہین

تجھ عشق مین تو مرنے کو طیار بہت ہین
اک زخم کو ہین ریزہ الماس سے چیرا
کچھ انگھڑیان ہین اسکی نہین اک بلا کہ بس
بیگانہ خور قیب سے وسواس کچھ نہ کر

یہ جرم ہو تو ایسے گنہگار بہت ہین
دل پر ابھی جراحت نو کار بہت ہین
دل زینہار دیکھ خبردار بہت ہین
فرماوے ٹک بانسنے تو بیمار بہت ہین

کوئی تو زمزمہ کرے میر آسا دلخراش
یون تو قفس مین اور گرفتار بہت ہین

خوبرو سب کی جان ہوتے ہین
آرزوے جہان ہوتے ہین

وے گنہگار ہمین ہین کہ جنھین کہتو ہین	عاشق زار چمن مرغ گرفتار چمن
خون ٹپکو ہے پڑا نوک سے ہر یک کے ہنوز	کس ستمدیدہ کے مژگان ہین تہ خار چمن
باغبان ہمسے خشونت سے نہ پیش آیا کر	عاقبت نالہ کشان بھی تو ہین درکار چمن
کم نہین ہو دل پر داغ بھی اے مرغ اسیر	گل مین کیا ہو جو ہوا ہو تو طلبگار چمن
گل پر ایسی تم پڑی اوس خزا مین کہ نسیم	سرد ہی ہو گئی وان گرمی بازار چمن

کیا جو اٹھتی ہو دیکھیے کل حشر کو میر
داغ ہر ایک مرے دل پہ ہو خون دار چمن

بزم مین جو ترا ظہور نہین	شمع روشن کے منہ پہ نور نہین
کتنی باتین بنا کے لاؤن ایک	یاد رہتی تری حضور نہین

قطعہ

فکر مت کر ہمارے جینے کا	تیرے نزدیک کچھ یہ دور نہین
پھر جئینگے جو تجھ سا ہے جان بخش	ایسا جینا ہمین ضرور نہین

عام ہے یار کی تجلی میر
خاص موسے و کوہ طور نہین

دامن پہ تیرے گرد کا کیونکر اثر نہین	ہم دل جلو نکی خاک جہانین کدھر نہین

عجب نہیں عرب بھی ہیں اس قدر کا عاشق ہوں
کہ بے دھڑکے بھری مجلس میں اسرار کہتے ہیں

ہے انکے اوڑالیکن یہ سمجھیں تو بہتر ہے
کہ خوبان بھی بہت اپنے تئیں عیار کہتے ہیں

سگ کو میر ہیں اس شیر حق کا ہوں کہ جسکو سب
نبی کا خویش و بھائی حیدر کرار کہتے ہیں

ایک پرواز کو بھی رخصت صیاد نہیں
ورنہ یہ کنج قفس بیضۂ فولاد نہیں

شیخ عزلت تو تہ خاک بھی ہو جائیگی ہم
مفت ہو سیر کہ یہ عالم ایجاد نہیں

دا دلے چھوڑو نہیں صیاد سے اپنے لیکن
ضعف سے میرے تئیں طاقت فریاد نہیں

کیوں ہو سعد در بھی کہو تو تجھے لمیں شیخ
یہ قدح خوار مرے قابل ارشاد نہیں

کیا کہوں میر فراموش کیا اُن نے تجھے
ہیں تو تقریب بھی کی پر تو اسے یاد نہیں

آجائیں نظر جو کوئی دم بہت ہے یاں
مدت نہیں لبساں شرر کم بہت ہے یاں

یک لحظہ سینہ کوبی سے فرصت ہمیں نہیں
یعنی کہ دل کے جانیکا ماتم بہت ہے یاں

حاصل ہو گیا سو آنرا سیکے دہر میں
اوڑھا آسمان تلے سے کہ شبنم بہت ہے یاں

مائل بغیر ہونا تجھ ابرو کا عیب ہے
تھی زور یہ کمان و لے خم جم بہت ہے یاں

ہم رہروان راہ فنا دیر رہ چکے
وقفہ بسان صبح کوئی دم بہت ہے یاں

مجلس مین میر ہم کو کب غیر خوش لگے ہو
بیطاقتی نے ہم کو چار و نظر سے کھویا
منصور کی حقیقت تم نے سنی ہی ہو گی
شکوہ کرون تو کس سے کیا شیخ و کیا برہمن

ہم ہیچ اپنوا اُسکے دیوار کھینچتے ہین
تصدیع گھر مین بیٹھے ناچار کھینچتے ہین
حق جو کہوے رو سکو یان دار کھینچتے ہین
ناز اس بلاء جان کے سب یار کھینچتے ہین

ناوک سے میر اُسکے دل بستگی تھی مجکو
پیکان جگر سے میرے دشوار کھینچتے ہین

سمجھا تنگ تنہا اپنی نو سود و زیان کو مین
لادین اُسے بھی بعد مرے میری لاش پر
گردش فلک کی کیا ہو جو دور قدح مین ہے
جی جاوے تو قبول ترا غم نہ جائیو

مانا کیا خدا کی طرح ان بتان کو مین
پھر کہ رکھا ہوا اپنی ہر اک مہربان کو مین
دینا رہونگا چرخ مدام آسمان کو مین
رکھنا نپٹ عزیز ہون اس میہمان کو مین

عاشق ہے یا مریض ہے پوچھو تو میر سے
پاتا ہون زرد روز بروز اس جوان کو مین

کرنا لہ کشی کب تئین اوقات گذارین
ہردم کا بگڑنا تو اب چھوٹتا ہے اُنسے
دلمین جو کبھو جوش غم اوٹھتا ہو تو نادیکھ

فریاد کرین کس سے کہان جاکے پکارین
شاید کسی ناکام کا بھی کام سنوارین
آنکھون سے چلے جاتے ہین دریا کی سی دہارین

ناچار ہو رخصت جو منگا بیٹھے تو بولا
یون ہی حیران و خفا جون غنچۂ تصویر ہون
عمر گذری پر نجانا مین کہ کیون دلگیر ہون

۹۰

اتنی باتین مت بنا مجھ شیفتہ سے ناصحا

قطعہ

برا کہنا بھی سیر خوش آنا اسکو تو ورنہ — تسلی دل ناشاد ہوتا ایک گالی مین
مرے استاد کو فردوس مین اعلیٰ ہے جا گہ — پڑھایا کچھ نہ غیر از عشق مجھکو خرد سالی مین
نگاہ چشم پر چشم بتان پر مست نظر رکھنا — ملا ہو ہر دیدار اس شراب پرتگالی مین
شراب خون بن کر سے یون دل لبریز رہتا ہے — بھرے ہین سنگریزے ہمین نے اس مینائے خالی مین

خلاف آن اور خوبان کے سدا یہ جی مین رہتا ہو
یہی تو میر اک خوبی ہے معشوقِ خیالی مین

آہ اور اشک ہے سدا ہی یہان — روز برسات کی ہوا ہے یہان
جس جگہ ہو زمین تفتہ سمجھ — کہ کوئی دل جلا گڑا ہے یہان
گو کدورت سے وہ نہ دیوے رو — آرسی کی طرح صفا ہے یہان
زند مفلس جگر مین آہ نہین — جان محزون ہو اور کیا ہے یہان

قطعہ

کیسے کیسے مکان ہین ستھرے — ایک زان جملہ کربلا ہے یہان
اک سسکتا ہے ایک مرتا ہے — ہر طرف ظلم ہو رہا ہے یہان
صد تمنا شہید ہین یک جا — سینہ کوبی ہے تعزیا ہے یہان
دیدنی ہے غرض یہ صحبتِ شوخ — روز و شب طرفہ ماجرا ہے یہان

۹۲

کبتلک اس تنگنا مین کھینچے رنج
یا لئے یارب ہی تو نکال ہمین

ترک سبزان شہر کرے اب
بس بہت کر چلے نہال ہمین

وجہ کیا ہے کہ میر منھ پہ ترے
نظر آتا ہے کچھ ملال ہمین

نہ کیونکہ شیخ توکل کو اختیار کرین
زمانہ ہو وے مساعد تو روزگار کرین

گیا وہ زمزمہ صبح فصل گل بلبل
وہ خانہ پہونچی چمن تک ہم اب بیزار کرین

تمام صید سر تیر جمع ہین لیکن
نصیب اسکے کہ جسکو ترا شکار کرین

تسلی تو ہو دل بیقرار خوبان سے
یہ کاش ملنے نہ ملنے کا کچھ قرار کرین

ہمین تو نزع مین شرمندہ آکے تمنے کیا
رہا ہے ایک رمق جی سو کیا نثار کرین

رہی سہی بھی گئی عمر تیرے پیچھے یار
یہ کہہ کہ آہ ترے کب تک انتظار کرین

کرین ہین حادثے ہر روز دار آخر تو
سنان آہ دل شب کی ہم بھی پار کرین

یہ قتل غیر سے کیا کام ہمنشینان آج
جو دشمنی نہ کرے وہ تو اوسکو یار کرین

ہوا ہون خاک رہ اسواسطے کہ خوبان میر
گذار گور پہ میری بھی ایک بار کرین

یہ غلط کہ مین پیا ہون قدح شراب تجھ بن
نہ گلے سے میرے اوترا کبھو قطرہ آب تجھ بن

کہانتک یہ تکلیف مالایطاق
ہوئین مدتون ناز برداریان

خط و کاکل و زلف و انداز ناز
ہوئین دام رہ صد گرفتاریان

کیا درد و غم نے مجھے نا امید
کہ مجنون کو لے ہی تھین بیماریان

تری ناتوانی سے ہی حد ہوئی
بہت کی تھین دنیا مین ہم بیماریان

نہ بھائی ہماری تو قدرت نہین
کھنچین میر تجسے ہی بے خواریان

دن نہین رات نہین صبح نہین شام نہین
وقت ملنے کا مگر داخل ایام نہین

مثل عنقا مجھے تم دور سے سنلو ورنہ
ننگ ہستی ہون مری جائے بجز نام نہین

خطر راہ وفا بلکہ بہت دور کھینچا
عمر گذری کہ بہم نامہ و پیغام نہین

رازپوشی محبت کے تئین چاہیے ضبط
سو تو بیتابی دل بن مجھے آرام نہین

بیقراری جو کوئی دیکھے ہے سو کہتا ہے
کچھ تو ہی میر کہ اکدم تجھے آرام نہین

کیا ظلم کیا تعدی کیا جور کیا جفائین
اس چرخ نے لیان ہین ہمسے بہت ادائین

دیکھا کہان وہ نسخہ اک روگ مین بسایا
جی بھر کبھی نہ پیا بہتیری کی دوائین

اک تنگ گل لے رہتا یان یو نہین کیا ہے
اس گلشن جہان مین ہین مختلف ہوائین

۹۳

قبلۂ عالم تیرے دنیا مین یقین ایک کعبہ عرش مین
مکان تو تیم صاحب شہرۂ عالم ہین یہ دونون
لب ترے لعل ناب ہین دونون
تھا می عتاب ہین دونون
روتا ہم آنکھون کا روئیے کب تک
پھوٹنے ہی کے باب ہین دونون
بے تکلف نقاب در رخسار
کیا چھپین آفتاب ہین دونون
تن کی معمورہ مین یہی دل و چشم
گھر تو دو ہو پر خراب ہین دونون
کچھ نہ پوچھ کر آتش غم سے
جگر و دل کباب ہین دونون
سو جگہ اوسکی آنکھین پڑتی ہین
ہے بہت مست شراب ہین دونون
پانو ہین وہ نشہ طلب کا نہین
اب تو مست خراب ہین دونون
ایک سب آگ ایک سب پانی
دیدہ و دل عذاب ہین دونون
بحث کاہے کو لعل و مرجان سے
اسکے لب ہی جواب ہین دونون
آگے دریا تھے دیدہ تر میر
اب جو دیکھو سراب ہین دونون

قطعات ۹۴

کرون کیون کہ انکار عشق آہ مین		یہ رونا بھلا کیا ہے گر کچھ نہین

کمر اوسکی رشک رگ جان ہے میر
غرض اوس سے باریک تر کچھ نہین

نالۂ قید قفس سے چھوٹ اب یکدم نہین ہم پہ کھینچی تیغ تو غیرون کو لگ لگنے دے	گوش گل سے لگتے ہی تو جا سو وہ محرم نہین وہ اگر ہو وینگے اوسکے درمیان تو ہم نہین

بت برہمن کو کوئی نامحرم نہین اللہ کا
ہے حرم مین شیخ لیکن میر وہ محرم نہین

تری تیغ ابرو و تیغ و تیز تو ہمدم مین ہے دونون	ہوئی ہین دل جگر بھی ستانے ستم مین یے دونون
نہ کچھ کاغذ مین ہو نہ لے قلم کو درد نالونکا	لکھون کیا عشق کے حالات نامحرم ہین یہ دونون
لہو آنکھونسے بہتے وقت رکھ لیتا ہون ہاتھونکو	جراحت ہین اگر وے دونون تو مرہم ہین یہ دونون
کسی چشمہ پہ دریا کے دیا اوپر نظر رکھے	ہمارے دیدۂ نمدیدہ کیا کچھ کم ہین یہ دونون
لب جان بخش اوسکے مار ہی رکھتے ہین عاشق کو	اگرچہ آب حیوان ہین ولیکن سم ہین یہ دونون
نہین ابرو ہی مائل جھکنے ہی ہے تیغ بھی ادھر	ہمارے گشت و خون مین متفق باہم ہین یہ دونون
کھلے سینہ کے داغون پر ٹھہر رہتے ہین کچھ آنسو	چمن مین مہرورزی کو گل و شبنم ہین یہ دونون
کبھی دل رکنے لگتا ہے جگر گاہ تڑپتا ہے	غم ہجران مین چھاتی کے ہمارے . جم ہین یہ دونون

ردیف واو

کل عیش سیر کیا رخصت ہے بلبل گلستان کو سیر بیابان کو
وہ ظالم بھی کیا بیٹھا ہے بیٹھ یاران کو
نہین ہیوستان سے کم گردش مین ہم اہل ہجران کو
نہ بایہ ہے نہ جانے مر جائے ہوئے پریشان کو
کیا مو ادا ادنی آدمی کی اوٹھ جائے سخت حسرت کو
بہین نسل آج جوان جاتے ہین اب انسان کو
تجھ مزہ چشم عبرت ہو تو دیکھو اور سرگریبان کو
نہ تجھ پر غبار افشانی خاک عزیزان کو

ہوئے ابر مین گرمی نہین جو تو ہو ساقی
دم افسردہ کرے منجمد سبحات باران کو

جلین ہین کب کے مژگان آنسوؤنکی گرمجوشی سے
اس آب چشم کی جوشش لگی آتش دو نیستان کو

غرور ناز سے آنکھین نہ کھولین اُس جفا جو نے
ملا پاؤن تلے جبتک نہ چشم صد غزالان کو

نہ سی چشم طمع خوان فلک پر خام دستی سے
کہ جام خون دیے ہر ہر سحر یہ اپنے مہمان کو

نہو نا واقف شادی اگر ہم بزم عشرت مین
دہان زخم دل سمجھے جو دکھلا دے خندان کو

نہین ریگ روان مجنون کی دل کی بیقراری نے
کیا ہے مضطرب ہر ذرۂ گرد بیابان کو

کسیکے واسطے رسوائی عالم ہو پہ جی مین رکھ
کہ مارا جاوے جو ظاہر کرے اس راز پنہان کو

گری پڑتی ہو بجلی ہی تجھی سے خرمن گل پر
نمک کی ہنس ہے پر رونے پر کہ دیکھے تیرے دندان کو

غرور ناز قاتل کو لیے جاتا ہے کوئی پوچھے
چلا تو سونپ کر کسکے تئین اس صید بیجان کو

وہ تخم سوختہ تھا ہم کہ سرسبزی انکی حاصل
ملایا خاک مین دانہ نمط حسرت سے دہقان کو

ہوا ہون غنچہ پژمردہ آخر فصل کا تجھ بن
ندی برباد حسرت کشتہ سر در گریبان کو

غم و اندوہ و بیتابی الم بیطاقتی حرمان
کہون اے ہمنشین تا چند غم ہائے فراوان کو

بہت روئے جو ہم یہ آستین رکھ منھ پہ اے بجلی
نہ چشم کم سے دیکھ اس یادگار چشم گریان کو

مزاج اس وقت ہے اک مطلع تازہ پہ بھی مائل
کہ بے فکر سخن بنتی نہین ہرگز سخندان کو

بیہوشی سی آتی ہے تجھے اُسکی گلی مین
گر ہو سکے اے میر تو اُس راہ نہ جا تو

خط لکھکے کوئی سادہ نہ اُسکو ملول ہو
چاہون تو بھر کے کوئی اٹھالو ابھی تجھین
سرمہ جو نور بخشے ہو آنکھون کی خلق کی
جاوین نثار ہونیکو ہم کس بساط پر
ہم ان دونون مین لگ نہین پڑتے ہین صبح شام
دل لیکو لونڈی دلی کی کب کا بچا گئی

ہمتو ہون بد گمان جو قاصد رسول ہو
کیسے ہی بھاری ہو مرے آگے تو پھول ہو
شاید کی راہ یار کی ہے خاک دھول ہو
اک نیجان رکھیں ہین سو وہ جب قبول ہو
ورنہ دعا کرین تو جو چاہین حصول ہو
اب انسے کھائی پی ہوئی شے کیا وصول ہو

ناکام اس لیے ہو کہ چاہو ہو سب کچھ آج
تم بھی تو میر صاحب قبلہ عجول ہو

کہتے ہو اتحاد ہے ہم کو
شوق ہی شوق ہے نہین معلوم
خط سے نکلے ہے بیوفائی حسن
آدکس ڈھب سے روئیے کم کم
شیخ پیر مغان کی خدمت مین

ہان کہو اعتماد ہے ہم کو
اُسے کیا دل نہاد ہے ہم کو
اسقدر تو سواد ہے ہم کو
شوق حد سے زیاد ہے ہم کو
دل سے اک اعتقاد ہے ہم کو

۹۶

بیٹھا ایک بس ہو وہی گو ادھر جدائی ہو

Courtesy Sarai (CSDS). Digitized by eGangotri

کبتک گرہ رہیگی سینے دل کے مانند / اے اشک شوق یکدم رخسار پر دوان ہو

ہم دور ماندگان کی منزل رسان مگر اب / یا ہو صدا جرس کی یا گرد کاروان ہو

مسند نشین ہو گر عرصہ ہی تنگ اُس پر / آسودہ وہ کسو کا کیا خاک آستان ہو

تا چند کوچہ گردی جیسے صبا زمین پر / اے آہ صبحگاہی آشوب آسمان ہو

گر ذوق سیر ہو تو آوارہ اِس چمن مین / مانند عندلیب گم کردہ آشیان ہو

یہ جان تو کبھو ایک وارہ دست بر دل / خاک چمن کے اوپر برگ خزان جہان ہو

کیا ہو حباب سان یان دیکھو اپنی آنکھون / گر پیرہن مین میرے میرا تجھے گمان ہو

از خویش رفتہ ہر دم رہتی ہین ہم جو اس بن / کہتے ہین لوگ اکثر اس وقت تم کہان ہو

پھر سے کہو نظر ڈالون آئینے کو ابھی مین / گر دی خوبصورت تیرا نہ درمیان ہو

اُس تیغ زن سے کہیو قاصد مری طرف سے / اب تک بھی نیم جان ہون گر قصد امتحان ہو

ہمسایہ اس چمن کے کتنے شکستہ پر ہین / اتنے لیے کہ شاید یان یاد گلفشان ہو

میر اوسکو جان کر تو بے شبہہ طیورہ پر / صحرا مین جو نمد مو بیٹھا کوئی جوان ہو

گرچہ کب دیکھتے ہو پر دیکھو / آرزو ہے کہ تم ادھر دیکھو

عشق کیا کیا ہمین دکھاتا ہے / آہ تم بھی تو اک نظر دیکھو

گر سایہ لے گرا تو دل مضطرب تو میر
آرام کر چکا ترے مشتِ غبار کو

اچھی لگی ہو تجھ بن گلگشت باغ کسکو
صحبت رکھی گلو نسے اتنا دماغ کسکو

بے سوز داغ دل پر گر بھی جلے بجا ہے
اچھا لگے ہو اپنا گھر بے چراغ کسکو

صد چشم داغ و آہین دلبر سرہین وہ ہون
دکھلا رہا ہے لالہ تو اپنا داغ کسکو

گلچین عاشق ہوتے ہم بھی چمن مین جاکر
آہ و فغان سے اپنے لیکن فراغ کسکو

اُسکی بلا سے جو ہم اے میر گم بھی ہو وین
ہم سے غریب کا ہو فکر سراغ کسکو

دن گذرتا ہے مجھے فکر ہی مین تا کیا ہو
رات جاتی ہو اسی غم مین کہ فردا کیا ہو

سب ہین دیدار کے مشتاق پر ایسے غافل
حشر برپا ہو کہ فتنہ اوٹھے آیا کیا ہو

خاک حسرت زدگان پر تو گذر ٹک دیوا
اِن ستم کشتون سے اب عرضِ تمنا کیا ہو

گر بہشت آوے تو آنکھوں میں مری بھی نہ لگے
جن نے دیکھا ہو تجھے محوِ تماشا کیا ہو

شوق جاتا ہی ہمین یار کے کوچے کو لیے
جانے معلوم ہو کیا جانیے اُسجا کیا ہو

الک رونا ہے نہین آہ و غم و نالہ درد
ہجر مین زندگی کرینگے تنین کیا کیا ہو

خاک مین لوٹون کہ لہو مین نہاؤں میں میر

۹۰

نزدیک سمعز سینے کے رکھ اپنے قلب کو
وہ دل ہی کیمیا ہے جو گرم گداز ہو

ہو فرق ہی مین خبر نہ گراز رہے وصل
مل بیٹھے جو اسے تو شکوہ دراز ہو

جون تون کی اسکی چاہ کا پردا کیا ہے مین
اہ چشم گریہ ناک نہ افشاے راز ہو

جون چشم بسملی نہ مندی آدیگی نظر
جو آنکھ میری خونی کے چہرے پہ باز ہو

ہمسے یہ خیر عجز کبھو کچھ بیان نہ میر
خوش حال وہ فقیر کہ جو بے نیاز ہو

نالہ اگر مرا سبب شور و شر نہو
پھر مر بھی جائے تو کسو کو خبر نہو

دل پر ہوا سو آہ کے صدمے سے ہو چکا
ڈرتا ہون یہ کہ اب کہین ٹکڑے جگر نہو

بر چھی سی پار عرش کے گذری نہ عاقبت
آہ سحر مین میری کہانتک اثر نہو

سمجھا ہون تیری آنکھ چھپانے سے خوش نگاہ
مد نظر یہ ہے کہ کسی کی نظر نہو

قطعہ

کھینچے ہے دل کو زلف سے گاہے نگہ سے گاہ
حیران ہووے کوئی تو اس طرز پر نہو

سو دل سے بھی نہ کام چلے اسکے عشق مین
اک دل رکھو ہو نہین تو کدھر ہو کدھر نہو

قطعہ

جس راہ ہوکے آج مین پہونچا ہون تجھ تلک
کافر کا بھی گذر الٰہی ادھر نہو

وہی جانے جو حیا کشتہ وفا رکھتا ہو	اور رسوائی کا اندیشہ جدا رکھتا ہو
کام یاہے جو جذب رسا رکھتا ہو	یا کوئی آئینہ سا دست دعا رکھتا ہو
عشق کو نفع نہ بیتابی کرے ہو نہ شکیب	کرے تدبیر جو درد دوا رکھتا ہو
مین نے آئینہ صفت ورنہ کیا بند غرض	اسکو مشکل ہو جو آنکھون مین حیا رکھتا ہو
ہائے اس زخمی شمشیر محبت کا جگر	درد کو اپنے جو ناچار چھپا رکھتا ہو
استشبیہ دیتے ہین یہ شاعر لیک	سبب کچھ اس فرق آگے جو مزا رکھتا ہو
آوہے پہلے قدم سرہی کا جانا درپیش	دیکھنا ہو جو رہ عشق مین پا رکھتا ہو
ایسے نو حالی کے کہنے سے بھلی خاموشی	کیجیے اس سے جو کوئی اپنا کہا رکھتا ہو
کیا کرے وصل سے مایوس دل آزردہ جو	زخم ہے یار کا چھاتی پر لگا رکھتا ہو

قطعہ

کب تلک اسکی اسیران بلا خانہ خراب	ظلم کی تازہ جو ہر روز بنا رکھتا ہو
ایکدم کھولکے نکلے کمند و نکے تئین	مدتون تنگ دلِ عاشق کو لگا رکھتا ہو

گل ہو مہتاب ہو آئینہ ہو خورشید ہو میر
اپنا محبوب وہی ہے جو ادا رکھتا ہو

مت پوچھ کچھ اپنی باتین کہیں تو تمکو ندامت ہو	قد قامت یہ کچھ ہے تمہارا لیکن قہر قیامت ہو

سایۂ گل مین لب جو پہ گلابی رکھو
آہ تا چند رہو خانقہ و مسجد مین

ہاتھ مین جام کو لو آپ کو بدنام کرو
ایک تو صبح گلستان مین بھی شام کرو

رات تو ساری گئی ہنستے پریشان گوئی
میر جی کوئی گھڑی تم بھی تو آرام کرو

کون کہتا ہو نہ غیرون پہ تم امداد کرو
ہین بیان مجھسے وفا پیشہ نہ بیداد کرو
ایسے ہم پیشہ کہان ہوتے ہین اے غمزدگان
اے اسیران تہِ دام نہ تڑپو اتنا
گو کہ حیرانیٔ دیدار ہے اے آہ سرشک
کیا ہو آئے ابھی تو ہستی ہی کو بھولے ہو

ہم فراموش ہوؤنکو بھی کبھو یاد کرو
نہ کرو ایسا کہ پھر ہم تئین یاد کرو
مرگ مجنون پہ کرو ماتم فرہاد کرو
تا نہ بدنام ہو آئین جنگل صیاد کرو
کوئی روشن کرو آنکھیں کوئی دل شاد کرو
آخر کار محبت کو تنک یاد کرو

اول عشق ہی مین میر جی تم رونے لگے
خاک ابھی منہ کو ملو نالہ و فریاد کرو

دل صاف ہو تو جلوہ گہ یار کیون نہو
عالم تمام اسکا گرفتار کیون نہو
مستغنیانہ تو جو کرے پہلی ہے سکوت

آئینہ ہو تو قابل دیدار کیون نہو
وہ ناز پیشہ ایک ہے عیار کیون نہو
عاشق کو فکر عاقبت کار کیون نہو

صورت تو تری صفحۂ خاطر پہ نقش ہے	ظاہر مین اب ہزار تو مستور کیون نہو
صافی شست ہو غرض مشق تیرے	سینہ کسو کا خانۂ زنبور کیون نہو
مجنون جو دشت گرد تھا ہم شہر گرد ہین	آوارگی ہماری بھی مذکور کیون نہو
تلوار کھینچتا ہے وہ اکثر نشے کے بیچ	زخمی جو اوسکے ہاتھ کا ہو چور کیون نہو
خالی نہین غزل کوئی دیوان سے مرے	افسانہ عشق کا ہے یہ مشہور کیون نہو

مجکو تو یہ قبول ہو اعشق ہین کہ میر
پاس اوسکے جب گیا تو کہا دور کیون نہو

ہر دم وہ شوخ دست بشمشیر کیون نہو	کچھ بہنے کی ہو ایسی ہی تقصیر کیون نہو
اب تو جگر کو ہمنے بلا کا ہدف کیا	انداز اس نگاہ کا پھر تیر کیون نہو
جاتا تو ہے کہین کو تو اے کاروان مصر	کنعان ہی کے طرف کو یہ شبگیر کیون نہو
حیران ہین سقدر کہ اگر آب کی جا ہے	پھر منہ ترا نہ دیکھیے تصویر کیون نہو
تونے تو رفتہ رفتہ کیا ہم کو تنگ خلق	وحشت دلا کہان تئین زنجیر کیون نہو
جون گل کسو شگفتہ طبیعت کا ہو نشان	غنچہ بھی کوئی خاطر دلگیر کیون نہو

ہووے ہزار وحشت اسے تو بھی یار ہے
اغیار تیرے ساتھ جو ہون میر کیون نہو

ردیف ی

۱۰۲

ے کوچے مین پھیر عاشقون کے خار مژگان ہین
ت آگے نہین ہنستا تو اگر صلح کرتا ہون
تعجب ہے مجھے یہ سرو کو آزاد کہتے ہین
تری گلگشت کے خاطر بنا ہو باغ داغون سے

جو تو گھر سے کبھو نکلے تو رکھیو پاؤن آہستہ
بھلا مین دو دل دو دریا تبسم کر تو آہستہ
سراپا دل کی صورت جسکی ہو وہ کیا وارستہ ہے
پر طاؤس سینہ ہے تمامی دست گلدستہ

بجا ہے گر فلک پر فخر سے پھینکے کلاہ اپنی
کہے جو اس زمین مین میر یک مصراع برجستہ

ہم ہین مجروح ماجرا ہے یہ
آگ تھے ابتدائے عشق مین ہم
بود آدم نمود شبنم ہے
شکر اوسکی جفا کا ہو نہ سکا
شور سے اپنے حشر ہے پردہ
بس ہوا ناز ہو چکا اغماض
نعشین اوٹھتی ہین آج یارونکی
دیکھ بیدم مجھے لگا کہنے
مین تو چپ ہون وہ ہونٹھ ہلتے ہین

وہ نمک چھڑکے ہے مزا ہے یہ
اب جو ہین خاک انتہا ہے یہ
ایک دو دم مین پھر ہوا ہے یہ
دل سے اپنے ہمین گلا ہے یہ
یون نہین جانتا کہ کیا ہے یہ
ہر گھڑی ہم سے کیا ادا ہے یہ
آن بیٹھو تو خوش نما ہے یہ
ہے تو مردہ سا پر بلا ہے یہ
کیا کہون رتبجے کی جا ہے یہ

۱۰۵

قطعہ

قطعہ

نام ہیں خستہ و آوارہ بدنام مری	ایک عالم نے غرض مجھکو کہا کیا کیا کچھ
طرفہ صحبت ہو کہ سنتا نہیں تو ایک مری	واسطے تیرے سنا ہیں نے سنا کیا کیا کچھ
حسرت وصل و غم ہجر و خیال رخ دوست	مر گیا ہیں پہ مرے جی میں رہا کیا کیا کچھ
درد دل زخم جگر کلفت غم داغ فراق	آہ عالم سے مرے ساتھ چلا کیا کیا کچھ
چشم نمناک و دل پر جگر صد پارہ	دولت عشق سے ہم پاس تھا کیا کیا کچھ
تجھکو کیا تیرے گرنے سے زمانے کہ یان	خاک کن کن کی ہوئی صرف بنا کیا کیا کچھ

قطعہ

قبلہ و کعبہ خداوند و ملاذ و مشفق	مضطرب ہو گے اُسے ہیں نے لکھا کیا کیا کچھ
پر کہوں کیا رقم شوق کی اپنی تاثیر	ہر سر حرف پہ وہ رکھنے لگا کیا کیا کچھ

ایک محروم چلے میر ہمیں عالم سے
ورنہ عالم کو زمانے نے دیا کیا کیا کچھ

جی چاہے مل کسو سے یا سب سے تو جدا رہ	پر ہو سکے تو پیارے ٹک دل کا آشنا رہ
کل بے تکلفی ہیں لطف اُس بدن کا دیکھا	نکلا نہ پر قبا سے ہو گل میں اب ٹھ پارہ
عاشق غیور جی وے اور اسطرف نہ دیکھے	وہ آنکھ جو چھپاوے تو تو بھی ٹک کھنچا رہ

کیا گیا نہ تمہین تم نے بچا یمین
گذری ہے دیکھین کیونکر ہماری

اچھا رجا یا اے مہربان آہ
اس بیوفا سے نے رسم نے راہ

قطعہ

تھی خواہش دل رکھنا حمایل
اسپر کہ تھا وہ شہ رگ سے اقرب

گردن مین اسکے ہر گاہ و بیگاہ
ہرگز نہ پہونچا یہ دست کوتاہ

قطعہ

ہے ماسوا کیا جو میسر کیجئے
جلوے ہین اسکے شانین ہین اسکی

آگاہ ساری اسے ہین آگاہ
کیا روز کیا خور کیا رات کیا ماہ

ظاہر کہ باطن اول کہ آخر
اللہ اللہ اللہ اللہ

جو ہوشیار ہو سو آج ہو شراب زدہ
بنی پہ کیونکی ملی تو ہو یا ہمین سمجھین
کرے ہو جسکو ملامت جہان وہ ہین ہی ہون
جدا ہو رخ سے ترے زلف ہین کیون لیجاے

زمین میکدہ یکدست ہیگی آب زدہ
ہم اضطراب زدہ اور تو حجاب زدہ
اجل رسیدہ جفا دیدہ اضطراب زدہ
پناہ لیتے ہین سایے کی آفتاب زدہ

لگا نہ ایک بھی میر اسکی عبث ابرو کو

بیکلی اُسکی نہ ظاہر تھی جو نواے بلبل
دم کش میر ہوئی اس گفتار کے ساتھ

کہتے ہین اڑ بھی گئے جل پر پروانہ
کچھ سنی سوختگان تم خبر پروانہ

سعی اتنی یہ ضروری ہو اٹھی بزم سلگ
اے جگر تفتگی بے اثر پروانہ

کس گنہ کا ہے پس از مرگ یہ عذر جانسوز
پانؤن پر شمع کے پاتے ہین سر پروانہ

آپڑا آگ مین اے شمع نہین ہے تو سمجھ
کس قدر داغ ہوا تھا جگر پروانہ

بزم دنیا کی تو دلسوزی سنی ہو گی میر
کسطرح شام ہوئی یان سحر پروانہ

ردیف یای تحتانی

دلکو تسکین نہین اشک دمادم سے بھی
اس زمانہ مین گئی ہے برکت غم سے بھی

ہمنشین کیا کہون اس رشک مہ تابان بن
صبح عید اپنی ہو بدتر شب ماتم سے بھی

کاش اے جان المناک نکل جاوے تو
اب تو دیکھا نہین جاتا یہ ستم ہمسے بھی

آخر کار محبت مین نہ نکلا کچھ کام
سینۂ چاک و دل پژمردہ مژدہ تمسے بھی

آہ عزت سے تا چند کہون جی کی بات
عشق کا راز تو کہتے نہین محرم سے بھی

ڈوبے کوچے مین اے غیرت فردوس ترے
کام گذرا ہے مرا گریۂ آدم سے بھی

چھوٹا کب ہے اسیر خوش زبان
جیتے جی اپنی رہائی ہوچکی

آگے ہو مسجد کے نکلے اوسکی راہ
شیخ سے اب پارسائی ہوچکی

درمیان ایسا نہین اب آئینہ
میرے اوسکے اب صفائی ہوچکی

ایک بوسہ مانگتے لڑنے لگے
اتنے ہی مین آشنائی ہوچکی

بیچ مین ہم ہین نہو تو لطف کیا
رحم کر اب بیوفائی ہوچکی

آج پھر تھا بے حمیت میر وان
کل لڑائی سے لڑائی ہوچکی

گلگشت کی ہوس تھی سو تو بگیر آئے
آئے جو ہم چمن مین ہو کر اسیر آئے

فرصت مین یک نفس کے کیا درد دل سنوگے
آئے تو تم ولیکن وقت اخیر آئے

دلی مین اب کی آکر ان یارون کو نہ دیکھا
کچھ وے گئے شتابی کچھ ہم بھی دیر آئے

کیا خوبی اس چمن کی موقوف ہے کسو پر
گل گر گئے عدم کو نکھرے فقیر آئے

شکوہ نہین جو اسکو پروا نہو ہماری
دروازے جسکے ہمسے کتنے فقیر آئے

عمر دراز کیونکر مختار خضر ہے یان
ایک آدھ دم مین ہم تو جینے سے سیر آئے

نزدیک تھی قفس مین پرواز روح اپنی
غنچے ہو گلبنون پر جب ہم صفیر آئے

یون میٹھے میٹھے ناگہ گردن لگے ہلانے
سر شیخ جی کے گویا مجلس مین پیر آئے

کمان یہ قامت دلکش کمان پاکیزگی ایسی
ہدف سکا ہوئی مدت ہوئی سینے کو پر اتنا کب
ہوا پیرانہ سر عاشق ہوا زاہد مضحکہ سب کا

ملے ہیں ہم بہت گو اے نازک نہالوں سے
گھٹا نکلے ہی لخت دل مرا تیر و تفنگ کے بھالوں سے
کہن سالی میں ملتا ہے کوئی بھی خرد سالوں سے

رگ گل کوئی کہتا ہے کوئی اے بیسر مو اسکو
مگر اس شوخ کی بندھتی نہیں ان خوش خیالوں سے

گئے جی سے چھوٹے بتوں کی جفا سے
وہ اپنی ہی خوبی سے رہتا ہے نازاں
کوئی ہمسے کھلتے ہیں بند اس قبا کے
پشیماں تو بہ سے ہوگا عدم میں
نہ کھی مری خاک بھی اس گلی میں
جگر سوئے مژگاں کھینچا جائے ہے کچھ
اگر چشم ہے تو وہی عین حق ہے
طبیب بہک عقل ہرگز نہ سمجھا
تک ہے مدعی چشم انصاف وا کر

یہی بات ہم چاہتے تھے خدا سے
مرو یا جیو کوئی اوسکی بلا سے
یہ عقدے کھلینگے کسو کی دعا سے
کہ غافل چلا شیخ لطف ہوا سے
کدورت مجھے ہے نہایت صبا سے
مگر دیدۂ تر میں لو ہوگے پیاسے
تعصب تجھے ہے عجب ماسوا سے
ہوا درد عشق آہ دونا دوا سے
کہ بیٹھے ہیں یہ قافیے کس ادا سے

نہ شکوہ شکایت نہ حرف حکایت

۱۱۰

شست و شو کا اُسکے پانی جمع ہو کر منہ بنا ۔ اور منھ دھونیکے چھینٹوں سے ستارے دیکھیے

رہ گئے سونے کو سوتے کاروان جاتا رہا
ہم تو میر اس رہ کے خوابیدہ ہین ہارے دیکھیے

یہ چشم آئینہ دار رو تھی کسو کی ۔ نظر اس طرف بھی کبھو تھی کسو کی
سحر پاے گل بیخودی ہمکو آئی ۔ کہ اس شست بیما مین بو تھی کسو کی
پھر گشتہ جبتک رہا اس چمن مین ۔ برنگ صبا جستجو تھی کسو کی
نہ ٹھہری ٹک اک جان برلب رسیدہ ۔ ہمین مدعا گفتگو تھی کسو کی
جلایا شب اک شعلۂ دل نے ہم کو ۔ کہ اُس تند سرکش مین خو تھی کسو کی
نہ تھے تجھسے نازک میانان گلشن ۔ بہت تو کمر جیسے مو تھی کسو کی

دم مرگ دشوار دی جان اُن نے
مگر میر کو آرزو تھی کسو کی

کس طور ہمین کوئی فریبندہ لبھالے ۔ آخر ہین تری آنکھون کے دیکھنے والے
سو ظلم اوٹھائے تو کبھو دور سے دیکھا ۔ ہرگز نہ ہوا یہ کہ ہمین پاس بلالے
اُس شوخ کی سر تیز پلک ہین کہ وہ کانٹا ۔ گڑ جاے اگر آنکھ مین سر دل سے نکالے
عشق آنکھ ہے جو یار کو اپنے دم رفتن ۔ کرتے نہین غیرت سے خدا کے بھی حوالے

۱۱۱

جہان سے تو رخت اقامت کو باندھ
یہ منزل نہیں بے خبر راہ ہے

نہ شرمندہ کر اپنے منہ سے مجھے
کہا مین نے یہ کب کہ تو ماہ ہے

یہ وہ کاروان گاہ دلکش ہے میر
کہ پھر یان سے حسرت ہی ہمراہ ہے

ڈھب ہین تیرے سے باغ مین گل کے
بو گئی کچھ دماغ مین گل کے

جاے روغن دیا کرے ہے عشق
خون بلبل چراغ مین گل کے

دل تسلی نہین صبا ورنہ
جلوے سب ہینگے داغ مین گل کے

اس حدیقے کے عیش پر مت جا
مے نہین ہے ایاغ مین گل کے

سیر کر میر اس چمن کی شتاب
ہے خزان بھی سراغ مین گل کے

عشق مین بے خوف و خطر چاہیے
جان کے دینے کو جگر چاہیے

قابل آغوش ستمدیگان
اشک سا پاکیزہ گہر چاہیے

حال یہ پہونچا ہے کہ اب ضعف سے
اوٹھتے پلک ایک پہر چاہیے

کم ہے شناساے زر داغ دل
اوسکے پرکھنے کو نظر چاہیے

عشق کے آثار ہین اے بوالہوس
داغ دل دست بسر چاہیے

گریہ ہر وقت کا نہین بے ہیچ
خاک تھی موج زن جہان مین اور
ہم قفس زاد قید ہین ورنہ
اُسکی شمشیر تیز سے ہمدم
غم و رنج و الم نگوبان پلے

دل مین کوئی غم نہانی ہے
ہم کو دھوکا یہ تھا کہ پانی ہے
تا چمن ایک پرفشانی ہے
مر رہین گے جو زندگانی ہے
سب تمھاری ہی مہربانی ہے

یان ہوئے میر تم برابر خاک
وان وہی ناز و سرگرانی ہے

قیامت ہین یہ چسپان جانے والے
وہ کالا چور ہے خالِ رُخِ یار
نہین اُٹھتا دلِ محزون کا ماتم
کہانتک دور بیٹھے بیٹھے کہئے
دلا بازی نہ کر ان گیسوؤن سے
طپش نے دل جگر کی مار ڈالا
مگر بوئے گل آئے کاش یک چند
کسے قید قفس مین یاد گل کی

گلو نمین جنکے خاطر خرقے والے
کہ سو آنکھو نمین دل ہو تو چرالے
خدا ہی اِس معیت سے نکالے
کبھو تو پاس بھی ہمکو بلالے
نہین آسان کھلانے سانپ کالے
بغل مین دشمن اپنے ہمنے پالے
ابھی زخمِ جگر سارے ہین آلے
پڑے ہین اب تو جینے ہی کے لالے

تازگی کو عشق مین کیا دخل ہے بوالہوس | یان صعوبت کھینچنے کو جیمین طاقت چاہیے

تنگ مت ہو ابتداے عاشقی مین اسقدر
خیریت ہو میر صاحب دل سلامت چاہیے

بے یار شہر دل کا ویران ہو رہا ہے | دکھلائی دے جہانتک میدان ہو رہا ہے
اس منزل جہان کے باشندے رفتنی ہین | ہر ایک کے یان سفر کا سامان ہو رہا ہے
اچھا لگا ہو شاید آنکھو نہین یار اپنے | آئینہ دیکھکر کچھ حیران ہو رہا ہے
گل دیکھکر چمن مین تجھکو کھلا ہو جاہے | یعنے ہزار جی سے قربان ہو رہا ہے
حالی زبون اپنا پوشیدہ کچھ نہ تھا تو | سنتا نہ تھا کہ یہ صید بیجان ہو رہا ہے
ظالم ادھر کی سدھ لے جون شمع صبحگاہے | ایک دہ دم کا عاشق مہمان ہو رہا ہے
قربان گہ محبت وہ جا ہے جسمین ہر دو | دشوار جان دینا آسان ہو رہا ہے

ہر شب گلی مین اوسکی روتی تو رہتے ہم تو
اک روز میر صاحب طوفان ہو رہا ہے

آہ میری زبان پر آئی | یہ بلا آسمان پر آئی
عالم جان سے تو نہین آیا | ایک آفت جہان پر آئی
پیری آفت ہے پھر نہ تھا گویا | یہ بلا جس جہان پر آئی

جیتے ہیں جبتلک ہم آنکھیں بھی اشکبار ہیں
اب چاند بھی لگا ہو نیرے جلوے کرنے
مژگان و چشم و ابرو سب ہیں ستم کے مائل

دیکھیں تو جور خوبان کبتک روا رکھیں گے
شب ہا ماہ چند سے تجھسکو چھپا رکھینگے
ان آفتون سے دل ہم کیونکر بچا رکھینگے

دیوان میر صاحب ہر ایک کے بغل ہیں
دو چار شعر ان کے ہم بھی لکھا کرینگے

تجھسے دو چار ہوگا جو کوئی راہ جاتے
گر دلکی بیقراری ہوتی یہی جواب ہے
وہ دن گئے کہ اٹھکر جاتے تھے اُس گلی میں
کب تھی ہمیں تمنا اے ضعف یہ کہ تڑپیں
گر جانتے کہ یوں ہی برباد جائینگے تو
شاید کہ خون دلکا پہونچا ہے وقت آخر
اس سمت کو پلٹتی تیری نگہ تو ساقی
جی دیتا دلدہی بہتر تھا صد مراتب

پھر عمر چاہیے گی یہ اُسکو بحال آتے
تو ہم ستم رسیدہ کاہیکو جینے پاتے
اب سعی چاہیے بالیں سے سر اوٹھاتے
پر زیر تیغ اسکی ہم ٹک تو سر ہلاتے
کاہیکو خاک میں ہم اپنے تئیں ملاتے
تھم جاتے ہیں کچھ آنسو راتو نکو آتے آتے
حال خراب مجلس ہم شیخ کو دکھاتے
اے کاش جان دیتے ہم بھی نہ دل لگاتے

شب کوتہ اور قصہ ان کا دراز ورنہ
احوال میر صاحب ہم تجھکو سب سناتے

...ن ہین آدمی عالم مین پیدا | خدائی صدقے کی انسان پر سے

تفنگ اوسکی چپلی آواز پر لیک
گئی ہے میر کولے کان پر سے

...ب ہی ہوا ابر یکب سب آ ؤ باہم روئیے
...ت خوش دیکھا نہ اکدم سے زیادہ دہر مین
...دی و غم مین جہانکی ایکسے دس کا ہے فرق
...جا ماتم خانۂ عالم کو ہم مانند ابر
...جدا فردوس سے یعنی گلی سے یار کے
...ب یون گریے مقرر اٹھیے جب کہسار سے

پر نہ اتنا بھی کہ ڈوبے شہر کم کم روئیے
خندۂ صبح چمن پر مثل شبنم روئیے
عید کے دن ہنسیے تو دس دن محرم روئیے
ہر جگہ پر جیسمین یون آبادم مادم روئیے
مدتون تک کھینچیے غم مثل آدم روئیے
وادی مجنون پہ بھی ہو ابر اگر دم روئیے

عشق مین تقریب گریہ کو نہین درکار میر
ایک مدت صبر ہی کا رکھیے ماتم روئیے

...بلا نہین پھر تجھے اشتباہ ہے
...بر و بہار و بادہ سبھو نین سے اتفاق
...مے سے ایسی آنکھین تمھاری نہین لگین
...کس کسطرح سے ہاتھ نچاتا ہو وعظ مین

دو د جگر سے میری یہ چھت سب سیاہ ہے
ساقی جو تو بھی مل چلے تو واہ واہ ہے
احوال پر ہمارے تمھین کب نگاہ ہے
دیکھا جو شیخ شہر عجب دشنگاہ ہے

گئے دست و پا گم جو میسر آگیا
وفا پیشہ مجلس اُسے پا گئی

یکسو کشادہ روئی پرچین نہین جبین بھی
ہم چھوڑین مہر اُسکی کاش اُسکو ہو وے کین بھی

آنسو تو تیرے دامن پونچھے ہے وقت گریہ
ہمنے نہ رکھی منھ پر اے ابر آستین بھی

کرتا نہین عبث تو پارہ گلو فغان سے
گذری ہے یاد دل کے اک نالہ حزین بھی

ہون احتضار مین مین آئینہ دوستان آ
جاتا ہے ورنہ غافل پھر دم نو واپسین بھی

سینے سے تیر اُسکا جی کو تو لیتا نکلا
پر ساتھون ساتھ اُسکے نکلی ایک آفرین بھی

ہر شب تری گلی مین عالم کی جان جا ہے
آگے ہوا ہے اب تک ایسا ستم کہین بھی

شوخی جلوہ اُسکی تسکین کیونکی بخشے
آئینون مین لوٹنگے جو ہے کبھی پھر نہین بھی

گیسو سے کچھ نہین ہے سنبل کے آفت اسکا
ہین برق خرمن گل رخسار آتشین بھی

تکلیف نالہ مت کر اے درد دل کہ ہونگے
رنجیدہ راہ چلتے آزردہ ہمنشین بھی

کس کسکا داغ دیکھین یارب غم بتان مین
رخصت طلب ہے جان بھی ایمان اور دین بھی

زیر فلک جہان تک آسودہ میر ہوتے
ایسا نظر نہ آیا یک قطعہ زمین بھی

گئی چھانون اُس تیغ کی سر سے جب کی
جلے دھوپ مین یان تلک ہم کہ بس کی

جوشِ دل ہی ہم دیدۂ گریاں ہوئے
کتنے اک اشک ہوئے جمع کہ طوفاں ہوئے

کیا چھپیں شہر محبت میں تری خانہ خراب
گھر کے گھر لگے ہیں اس بستی میں ویران ہوئے

کسنے لی رخصتِ پرواز پس از مرگِ ستم
مشت پر باغ میں آتے ہیں پریشان ہوئے

سبزہ و لالہ و گل ابر و ہوا ہے مے دے
ساقی ہم توبہ کے کرنے سے پشیمان ہوئے

دعوئ خوش ذہنی گرچہ اسے تھا لیکن
دیکھکر منہ کو ترے گل کے تئیں کان ہوئے

جام خوں بن نہیں ملتا ہو ہمیں صبح کو آب
جب سے اس چرخ سیہ کاسہ کے مہمان ہوئے

اپنے جی ہی نے نہ چاہا کہ پئیں آب حیات
یوں تو ہم میر اسی چشمے پہ بیجان ہوئے

خبر نہ تھی تجھے کیا میرے دل کی طاقت کی
نگاہِ چشم ادھر تو نے کی قیامت کی

انھوں میں جو کہ ترے محو سجدہ رہتے ہیں
نہیں ہے قدر ہزاروں برس کے طاعت کی

اٹھائی رنگ سمجھ تم نے بات کے کتنے
وفا و مہر جو تھی رسم ایک مدت کی

رکھیں امید رہائی اسیر کاکل و زلف
مری تو باتیں ہیں زنجیر صرف الفت کی

ہے کوئی خرابات چھوڑ مسجد میں
ہوا منائی اگر شیخ نے کرامت کی

سوال میں نے جو انجام زندگی سے کیا
قدِ خمیدہ نے سوئے زمیں اشارت کی

نہ میر قدر کی اُس سنگدل نے تیری کبھو

قطعہ

۱۱۹

قطعہ

ان دونون بکھرے ہے آشفتہ بخون راتون کو عشق مین تیرے گذرتی نہین بن سر ٹپکے	دھن ہے نالی کو کسو دل اپر اثر کر... صورت اک یہ ہی ہوا اب عمر بسر ...

کاروانی ہے جہان عمر عزیز اپنی میر
رہ ہے در پیش سدا اسکو سفر کرنیکی

لگوائے پتھر اور برا بھی کہا کئے	تمنے حقوق دوستی کے سب ا...
کھینچا تھا آہ شعلہ فشان نے جگر سے سر	برسون تئین بڑے ہوئے جنگل جا...
غنچے نے سارے طرز ہمارے ہی اخذ کئے	ہم جو چمن مین برسون گرفتہ رہا...
تدبیر عشق مین بھی نہ کرتے قصور یار	جو اس مرض مین ہوتے بھلے ہم ...
جون نے نہ تیری کشتی کے لب رہی فغان	ہر چند بند بند بھی اوسکے جدا...
کیا صرف دلنشین ہو مرا جیسے خط مدام	اغیار روسیاہ ترے منہ لگا...
پھر شام آشیانہ کبھو نکلے گلزار سے	ہر صبح اپنے برسون تئین ہم ملا...
بے عیب ذات ہیگی خدا ہی کی اے بتان	تم لوگ خوبرو کیے یا بے وفا ...

اب خاک سی اوڑے ہے منہ او پر وگریۂ میر
اس چشم گریہ ناک سے دریا بہا کئے

برقع کو اٹھا چہرے سے وہ بت اگر آوے	اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آوے

متاع ہین سب خوار ازانجملہ ہو ہمین بھی
ہی عیب بڑا اُسمین جسے کچھ ہنر آوے

قطعہ

ای وہ کہ تو بیٹھا ہے سر راہ پہ زنہار
کہیو جو کبھو میر بلاکش ادھر آوے

مت دشت محبت مین قدم رکھ کہ خضر کو
ہر گام پہ اُس رہ مین سفر سے حذر آوے

کرون جو آہ زمین و زمان جل جاوے
سپہر نیلی کا یہ سائبان جل جاوے

دی آگ دلکو محبت نے جب سے جلتا ہون
مین جسطرح کسو کا خانمان جل جاوے

دوا پذیر نہین اے طبیب تپ غم کی
بدن مین تک ہو تو استخوان جل جاوے

نہ آوے سوز جگر منہ پہ شمع سان بکاش
بیان کرے سے آگے زبان جل جاوے

ہمارے نالے بھی آتش ہی ہین پر کالے
سنے تو بلبل نالان کی جان جل جاوے

ہزار حیف کہ دل خار و خس سے باندھو کوئی
خزان مین برق گرے آشیان جل جاوے

متاع سینہ سب آتش ہے فایدہ سب کا
خیال یہ ہے مبادا دکان جل جاوے

نہ پوچھ کچھ لب ترسا بچے کی کیفیت
کہون تو دختر رز کی دکان جل جاوے

نہ بول میر سے مظلوم عشق ہے وہ غریب
مبادا آہ کرے سب جہان جل جاوے

[illegible]

۱۲۲

اپنا شمار پوچھو تو مہربان وفا ہے	پر اسکے جی مین ہمسے کیا جانے کہ کیا ہے
بالین پہ میر اگر ٹک دیکھ شوق دیدار	سارے بدن کا جی اب آنکھون مین آ رہا ہے
بے اسکے رگ گے مر کے گر ہے عشق مین تو	کرتے ہین آہ جبتک تب تک ہی کچھ ہوا ہے
شکوہ ہے دنیکا یہ بیگانگی سے میری	مژگان تر و گر نہ آنکھون نہین آشنا ہے
مت کر زمین دل مین تخم امید ضائع	بوٹا جو یان اوگا ہے سو اگتے ہی جلا ہے
شرمندہ ہوتے ہینگے خورشید و ماہ دونون	خوبی نے منھ کی تیرے ظالم قران کیا ہے
ای شمع بزم عاشق روشن ہو یہ کہ تجھ بن	آنکھون مین میرے عالم تاریک ہو گیا ہے
جیتے ہی جی تلک ہین سارے علاقی سو تو	عاشق ترا مجرد فارغ ہی ہو چکا ہے

صد سحر و یک رقیمہ خط میر جی کا دیکھا
قاصد نہین چلا ہے جادو سے گر چلا ہے

الم سے یان تئین مین مشق ناتوانی کی	کہ میری جان نے تن پر مرے گرانی کی
چمن کا نام سنا تھا و لے نہ دیکھا ہائے	جہان مین ہمنے قفس ہی مین زندگانی کی
علاقی خوب مری خو نہین خاک بسمل گاہ	یہ تھوڑی ظلمتین ہین مجھ یہ سخت جانی کی
پلنگ ہو نہین سکتے اختلاط سے پیری	قسم ہے اپنی مجھے اس گئی جوانی کی
چلا ہو کھینچے تصویر میر کبت کی آج	خدا کے واسطے صورت تو دیکھو مانی کی

[illegible]

قطعہ

[illegible]

ہر اشک مرا ہے دُر شہوار سے بہتر	ہر لخت جگر رشک عقیق یمنی ہے

پکڑی ہے نپٹ میر طپش اور جگر مین
شاید کہ مرے جی ہی پر اب آن بنی ہے

اب کر کے فراموش تو ناشاد کروگے	پر ہم جو نہونگے تو بہت یاد کروگے
زنہار اگر خستہ دلان بیستون جاؤ	ٹک پاس مہرمندی فرہاد کروگے
غیرون پہ اگر کھینچوگے شمشیر تو خوبان	اک اور مری جان پہ بیداد کروگے

قطعہ

جاگہ نہین یان دیکھنے جسپر نہ کڑی ہو	کچھ شور سے شر پر تو مجھے یاد کروگے
اس دشت مین اے راہ روان ہر قدم اوپر	مانند جرس نالہ و فریاد کروگے

اگر دیکھوگے تم طرز کلام اوسکے نظر کر
اے اہل سخن میر کو اُستاد کروگے

خوش سرانجام تھے وے جلد جو ہشیار ہوے	ہمنوا اے ہمنفسان دیر خبردار ہوے
جنس دل دونون جہان جسکے بہا بھی اسکا	یک نگہ مول ہوا تم نہ خریدار ہوے
عشق وہ ہے کہ جو تھی جلوتی منزل قدس	وے بھی رسوائی سر کوچہ و بازار ہوے
سیر گلزار مبارک ہو صبا کو ہم تو	ایک پرواز نہ کی تھی کہ گرفتار ہوے

ایک دم تھی نمود بود اپنی
یعنے مانندِ صبح دنیا میں

یا سفیدی کی یا اخیر ہوئے
ہم جو پیدا ہوئے سو پیر ہوئے

مت مل اہلِ دول کے لڑکون سے
میر جی ان سے مل فقیر ہوئے

نوحہ تیری ہو حیرت مری آنکھوں پہ کیا کیا ہم
کر رہی ہو پریشان غم و فا تو تعزیہ تو نے
دو رنگی دہر کی پیدا ہے یا نے دل اٹھا اپنا

جو مین ہر یک مژہ دیکھون کہ پر تر گویہ ہم ہے
حیا کر حق صحبت کی کہ اس بیکس کا ماتم ہے
کسو کے گھر مین شادی ہو کہین ہنگامہ غم ہے

کہین آشفتگان سے میر مقصد ہووے ہو حاصل
جو زلفین اسکی درہم ہین مرا بھی کام برہم ہے

جب کہ پہلو سے یار اوٹھتا ہے
درد بے اختیار اٹھتا ہے

اب تلک بھی مزار مجنون سے
ناتوان اک غبار اٹھتا ہے

ہے بگولا غبار کس کا میر
کہ جو ہو بیقرار اوٹھتا ہے

کیا مرسرور دانکا کوئی مائل ایک ہے
سیکڑون ہم خون گرفتہ ہین پہ قاتل ایک ہے

راہ سب کو ہو خدا جان اگر پہونچا ہو تو
ہو طریقے مختلف کتنے ہی منزل ایک ہے

۱۲۵

۱۲۶

لاعلاجی ہی جو رہتی ہو مجھے آوارگی	کیجے کیا میر صاحب بندگی بیچارگی
کیسی کیسی صحبتین آنکھون کے آگے سے گئین	دیکھتے ہی دیکھتے کیا ہو گیا یکبارگی
روے گل پر دو رشب کس شوق سے ہنستا ہو بانت	رخنۂ دیوار ہے یا دیدۂ نظارگی
اشک خونین آنکھ مین بھر لاے جاتا ہون نہین	محتسب کہتا ہے مجھپر تہمت میخوارگی

مت فریب سادگی کھا ان سیہ چشمون کا میر
انکی آنکھون سے ٹپکتی ہے بڑی عیارگی

مشکل ہے ہونا روکش رخسار کی جھلک سے	ہم تو بشر ہین اس جا پر جلتے ہین ملک سے
مرتا ہے کیون تو ناحق یاری برادری پہ	دنیا کے سارے ناتے ہین جیتے جی فلک سے
کہتے ہین گور مین بھی ہین تین روز بھاری	جاوین کدھر الٰہی مارے ہوے فلک کے
لاتے نہین نظر مین غلطانی گہر کو	ہم معتقد ہین اپنے آنسو ہی کے ڈھلک کے

کل اک مژہ نچوڑی طوفان نوح آیا
فکر فشار مین ہون میر آج ہر پلک کے

گیسوے اسکی مین نے کیون آنکھ جا لگائی	جو اپنے اچھے جی کو ایسی بلا لگائی
تھا دل جو پکا پھوڑا البیاری الم سے	دکھتا گیا دو چندان جون جون دوا لگائی
ذوق جراحت اسکا کسکو نہین ہے لیکن	بخت اسکی جسکے ان نے تیغ جفا لگائی

کیا خراب تغافل نے اوسکی ورنہ میر
ہر ایک بات پہ دشنام و سنگ تھا آگے

کیا آرزو تھی ہم کو کہ بیمار ہو گئے
بے ہیچ میرے درپے آزار ہو گئے
اوٹھتے ہی آشیان سے گرفتار ہو گئے
بخت اپنے سوگئے کہ جو بیدار ہو گئے
اغیار روسیاہ بہت یار ہو گئے
بیطالعی سے اپنی وہ ہشیار ہو گئے

ن خراب و خستہ و زبون خوار ہو گئے
سخت دیکھ کہ خوبان بے وفا
بھی سیر کی تھی چمن کی برائے نسیم
و گئے نگاہ سوتا تھا خواب مین
ن یگانگی ہی کیا کرتے ہین بیان
تھی شبخون پر بھی خرابی تری نگاہ

کیسے ہین وے کہ جیتے ہین صد سالی ہمتو میر
اس چار دن کی زیست مین بیزار ہو گئے

بھو کون مرتے ہین کچھ مار بھی کھا بیٹھینگے
کسو ویرانے مین تکیہ ہی بنا بیٹھینگے
پہلے تلوار کے نیچے ہمین جا بیٹھینگے
ہمتو اک دھ گھڑی اوٹھ کے جدا بیٹھینگے
وقت کے وقت پہ سب منھ کو چھپا بیٹھینگے

آ کے ہین دل اس جی سے اٹھا بیٹھینگے
لی بگڑ گئی اگر اونسے تو اس شہر سے جا
عرکہ گرم تو ٹک ہونے دو خونریزی کا
و گا ایسا بھی کوئی روز کہ مجلس سے کبھو
یانہ اظہار محبت پہ ہو سنا کون کی

واشد کچھ لگے آہ سے ہوتی تھی دل کی تئیں
گرمی نے دل کے ہجر میں اوسکے جلا دیا
خطے نے گل کے نقش دلوں کے اٹھا دیئے

اقلیم عاشقی کی ہوا اب بگڑ گئی
شاید کہ احتیاط سے یہ تپ بگڑ گئی
صورت بتوں کی اچھی جو تھی سب بگڑ گئی

باہم سلوک تھا تو اوٹھاتے تھے بزم گرم
کاہے کو میر کوئی دبے جب بگڑ گئی

۱۲۰

جب ونے بیٹھتا ہوں تب کیا کرے ہے ہو
آہ سحر کی میری برچھی کے وسوسے سے
آگہ تو ہے اسکی طرز ورہ وروش سے
ان وزون اتنی غفلت اچھی نہیں ادھر سے
آبحیات کی سی ساری روش ہو اسکی
تلوار اب لگا ہو بیڈول پاس رکھتے
ڈرتے کبھو جو آتے دیکھا ہو میں نے اسکو
آخر کہاں تلک ہم اک روز ہو چکیں گے

رومال دو دو دن تک جوں ابر تر رہے ہے
خورشید کے منہ اوپر اکثر سپر رہے ہے
آئیں اوسکے لیکن کسکو خبر رہے ہے
اب اضطراب ہمکو دو دو پہر رہے ہے
پر جب وہ اٹھ چلے ہو ایک آدھ مر رہے ہے
خون آجکل کسو کا وہ شوخ کر رہے ہے
تب سے ادھر ہی اکثر میری نظر رہے ہے
بر سو سے وعدہ شب ہر صبح پر رہے ہے

پھر ابکی بہار آئی صحرا میں چل جنوں کر
کوئی بھی فصل گل میں نادان گھر رہے ہے

تیری گلی سے بچکر کیون جہرمہ نکلین
ہر کوئی جاتا ہو اس راہ مین خطر ہے

وے دن گئے کہ آنسو روتے تھے میر اب تو
آنکھون مین لخت دل ہے یا پارہ جگر ہے

شب شمع پر پتنگ کے آنیکو عشق ہے
سر مار مار سنگ سے مردہ نہ جی دیا
اٹھیو سمجھ کے جا ہے کہ مانند گرد باد
بس اے سپہر سعی تیرے تو روز و شب
بیٹھی جو تیغ یار تو سب تجھکو کھا گئی
اکدم مین تو نے پھونکدیا دو جہان تئین

اس دل جلے کی تاب کے لانیکو عشق ہے
فرہاد کے جہان سے جانیکو عشق ہے
آوارگی سے تیرے زمانیکو عشق ہے
یان غم ستانے کو ہے جلانیکو عشق ہے
ای سینہ تیرے زخم اوٹھانیکو عشق ہے
ای عشق تیرے آگ لگانیکو عشق ہے

سودا ہو تب ہو میر کو تو کریے کچھ علاج
اس تیرے دیکھنے کی دوانے کو عشق ہے

کچھ موج ہوا پیچان ای میر نظر آئی
دلی کے نہ تھے کوچے اوراق مصور تھے
مغرور بہت تھے ہم آنسو کے سرایت پر
گل بار کرے ہیگا اسباب سفر شاید

شاید کہ بہار آئی زنجیر نظر آئی
جو شکل نظر آئی تصویر نظر آئی
سو صبح کے ہونیکو تاثیر نظر آئی
غنچہ کیطرح بلبل دلگیر نظر آئی

اب جان جسم خاک سے تنگ آ گئی بہت	کبتک اس نوکری مٹی کو ڈھوئیے

آلودہ اُس گلی کے جو ہون خاک سے تو میر
آب حیات سے بھی نہ دے پانو دھوئیے

شب گئے تھے باغ مین ہم ظلم کے مارے ہوئے	جان کو اپنی گل مہتاب انگارے ہوئے
گور پر میری پس از مدت قدم رنجہ کیا	خاک مین مجھکو ملا کر مہربان یار ہوئے
آستینین رکھتے رکھتے دیدۂ خونبار پر	حلق بسمل کیطرح لوہو کے فوارے ہوئے
وعدے ہین سارے خلاف و حرف ہین سب پر فریب	تم لڑکپن مین کہان ایسے عیارے ہوئے
پھرتے پھرتے عاقبت آنکھین ہماری مند گئین	سو گئے بیہوش تھے ہم آہ کے مارے ہوئے
پیار کرنیکا جو خوبان ہمپہ رکھتے ہین گناہ	اُنسے بھی تو پوچھتے تم اپنے کیون پیارے ہوئے
تم جو ہمسے مل چلے ٹک تنگ سب کرنے لگے	مہربان جیتنے تھے اپنے مدعی سارے ہوئے
آج میرے خون پر اصرار ہر دم ہے تمھین	آج ہو کیا جانیے تم کسکے سنگارے ہوئے
لیتے کروٹ ہل گئے جو کان کے موتی ترے	شرم سے سر در گریبان صبح کے تارے ہوئے

استخوان ہی رہ گئے تھے یان دم خونریز میر
دانتے پڑ کر بیچ اُس شوخ کے آرے ہوئے

ارے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے	زمین سخت ہو آسمان دور ہے

بہت سعی کریے تو مر رہیے میر
بس اپنا تو اتنا ہی مقدور ہے

۱۳۰

یاتنک نازبرداری کرین شام غریبان کی
جنون ان شورشون پر ہاتھ کی چالاکیان ایسے

کہین گرد سفر سے جلد بھی صبح وطن نکلے
یہین ضامن ہون اگر ثابت بدن سے پیرہن نکلے

حرم ہین میر جنابت پرستی پر ہے تو مائل
خدا ہی ہو تو اتنا بتکدے ہین برہمن نکلے

قصہ کر امتحان ہے پیارے
اب تلک نیم جان ہے پیارے

سجدہ کرنے ہین سر کٹے ہو جہان
سو ترا آستان ہے پیارے

گفتگو ریختے ہین ہم سے نہ کر
یہ ہماری زبان ہے پیارے

کام ہین قتل کے مرے تن دے
ابتلک مجھ ہین جان ہے پیارے

چھوڑ جاتے ہین دلکو تیرے پاس
یہ ہمارا نشان ہے پیارے

شکلین کیا کیا کمان ہین جنکی خاک
یہ وہی آسمان ہے پیارے

قطعہ

جا چکا دل تو یہ یقینی ہے
کیا اب اسکا بیان ہو پیارے

پر تبسم کے کرنے سے تیرے
گنج لب پر گمان ہے پیارے

میر عمداً بھی کوئی مرتا ہے
جان ہے تو جہان ہے پیارے

اس ورطے سے تختہ جو کوئی پہنچے کنارے
تو میر وطن میرے بھی شاید یہ خبر جاے

گوشۂ چشم بتان یا کنج لب سو وقت ہین	خاک مین ہو تو دل اپنے کا ٹھکانا کیجیے
سیکھے غیر نکے وہان چھپ چھپ کے عالم تیرے بھی	سارے عالم مین ہمارے تئین نشانا کیجیے
رفتہ رفتہ قاصد و نامہ رفتگی اس سے ہوئی	جی ہین ہے ابکی مقرر اسکو اپنا کیجیے
ہیکلی ہم آنکھون نے گرد کدورت جا تنگ	تا کجا تیری گلی مین خاک چھانا کیجیے

آبشار آنے لگے آنسو کی پلکون سے تو میر
کب تلک یہ آب چادر منھ پہ تانا کیجیے

ہوشیان پوچھین تک ہجران مین گر مر جائیے	اب کہو اس شہر نا پرسان سے کیدھر جائیے
کام دل کا کچھ ٹھکانا ہی نہین کیونکر بنے	آئے تا چند و نا امید پھر کر جائیے
مضطرب اس آستانے اٹھ کے کچھ پایا نہ زر	منھ رہا ہو گیا جو پھر اب اسکی در پر جائیے
بعد طوف قیس ہو جی زایر فرہاد بھی	دشت سے اٹھیے تو کوہ کن مقرر جائیے

شوق تھا جو یار کے کوچے ہمین لایا تھا میر
پانو مین طاقت کہان اتنی کہ اب گھر جائیے

غالب یہ دل خستہ شب ہجر مین مر جائے	یہ رات نہین وہ جو کہانی مین گذر جائے
ہو طرفہ مفتن نگہ اُس آئینہ رو کی	اک پل مین کرے سیکڑون خون اور مکر جائے
نہ بتکدہ ہے منزل مقصود نہ کعبہ	جو کوئی تلاشی ہو ترا آہ کدھر جائے

قطعات ۱۳۲

تو ہے بیچارہ گدا میر ترا کیا مذکور
مل گئے خاک مین یان صاحب افسر کتنے

تو گلے ملتا نہین ہمسے تو کیسی خرمی
جی بھار رہتا ہو آب ٹھون پھر تند ابر

حشر کو زیر و زبر ہوگا جہان سیخ ہو دے
تجھ سو امجوب آتش طبیع ای ساقی نہین

سامنی ہو جائین ای ظالم تو دونون ہین پر کے
اُس قیامت جلوہ سے بہتر ہے ہمسے جی اٹھین

عید آئی یان ہمارے ہین جامہ ماتمی
سیکڑون طوفان بغل مین ہے یہ مژگان مانتی

ہو قیامت شیخ جی اُسکا رگہ کی برہمی
ہو پرستار و نمین تیری گر پری ہو دادمی

وہ دم شمشیر تیرا یہ ہماری بیدمی
مر گئے تو مر گئے ہم اُسکی کیا ہو گی کمی

کچھ پریشانی ہے ہو سنبل کی جو اُلجھے ہے میر
یک جہان برہم کرے زلفونکی اُسکی درہمی

آہ جسوقت سر اٹھاتی ہے
ناز بردار لب ہی جان جب سے
اے شب ہجر راست کہہ تجھکو

عرش پر برچھیان چلاتی ہے
تیرے خط کی خبر کو پاتی ہے
بات کچھ صبح کی بھی آتی ہے

چشم بد دور چشم ترا اے میر
آنکھین طوفان کو دکھاتی ہے

۱۳۳

نظام تھا واقعی مین ...

اثر بھی نہ تھا گو جنون ...

اسکے ہمارے عہد سے وحشت کو جا نہ تھی

دیوانگی کہو کبھی زنجیر پا نہ تھی

بیگانہ سا لگے ہے چمن اب خزان مین ہاے

ایسی گئی بہار مگر آشنا نہ تھی

کب تھا یہ شور نوحہ ترا عشق جب نہ تھا

دل تھا ہمارے آگے تو ماتم سرا نہ تھی

وہ اور کوئی ہوگی سحر جب ہوئی قبول

شرمندۂ اثر تو ہماری دعا نہ تھی

آگے بھی تیرے عشق سے کھینچے تھے درد و رنج

لیکن ہماری جان پر ایسی بلا نہ تھی

دیکھے دیار حسن کے مین کاروان بہت

لیکن کسو کے پاس متاع وفا نہ تھی

مجھ سا بیتاب ہوئے جب کوئی	بیقراری کو جانے تب کوئی
ہان خدا مغفرت کرے اسکو	صبر مرحوم تھا عجب کوئی
جان دے گو مسیح پر اس سے	بات کہتے ہین تیری کب کوئی
بعد میرے ہی ہو گیا سنسان	سونے پایا تھا ورنہ کب کوئی
اسکے کوچین حشر تھی مجھ تک	آہ و نالہ کرے نہ اب کوئی

قطعہ

کہ تلفظ طرب کا سنکے کہے	شخص ہوگا کہین طرب کوئی

اور محزون بھی ہم سنے تھے ولے
میر سا ہو سکے ہے کب کوئی

تڑپتا بھی دیکھا نہ بسمل کا اپنے	مین کشتہ ہون انداز قاتل کا اپنے
نہ پوچھو کہ احوال ناگفتہ بہ ہے	مصیبت کے مارے ہوئے دل کا اپنے
دل زخم خوردہ کی اور اک لگائے	مداوا کیا خوب گھایل کا اپنے
تک ابرو کو میری طرف کیجے مائل	کبھو دل بھی رکھ لیجے مائل کا اپنے
ہوا دفتر قیس آخر ابھی یان	سخن ہے جنون کے اوائل کا اپنے
بناؤن کہین مین نئے عالم مین کیا کیا	ہون بندہ خیالات باطل کا اپنے

ردیف ے ۱۳۴

پژمردہ اسقدر ہین کہ ہے شبہ ہم کو بھی

ہمین بہار جان کبھی تھی کبھی یا نہ تھی

...ت گذری ہے مجھو نزع مین روتے روتے	آنکھین بھر جائینگی اب صبح کے ہوتے ہوتے
کھولکر آنکھ اوڑا دیدہ جہان کا غافل	خواب ہو جائیگا پھر جاگنا سوتے سوتے

جم گیا خون کفِ قاتل پہ ترا میر زبس
اُن نے رو رو دیا کل ہاتھ کو دھوتے دھوتے

یعقوب کے نہ کلبۂ احزان تلک گئے	سو کاروان مصر سے کنعان تلک گئے
بارے نسیم ضعف سے کل ہم اسیر بھی	سنا ہٹے ہین جی کے گلستان تلک گئے
رہنے نہ دینگے دشت مین مجنونکو چین سے	گر ہم جنون کے مارے بیابان تلک گئے
گو موسم شباب کہان گل کسے دماغ	بلبل وہ چہچہے انھین یاران تلک گئے
کچھ آبلے دئے تھے رہ آورد عشق نے	سو رفتہ رفتہ خار مغیلان تلک گئے

پھاڑا اتھا جیب پی کے مئے شوق مین نے میر
مستانہ چاک لوٹنے دامان تلک گئے

جن جن کو تھا یہ عشق کا آزار مر گئے	اکثر ہمارے ساتھ کے بیمار مر گئے
ہوتا نہین ہے اُس لب نو خط پہ کوئی سبز	عیسے و خضر کیا سبھی یکبار مر گئے
یون کانون کان گل نے نہ جانا چمن مین آہ	سر کو ٹپک کے ہم پسِ دیوار مر گئے
صد کاروان وفا سو کوئی پوچھتا نہین	گویا متاع دل کے خریدار مر گئے

کہانتک غیر جاسوسی کے لینے کو لگا آوے
رُکا جاتا ہے جی اندر ہی اندر آج گرمی سے

ترا آنا ہی اب مرکوز ہے ہم کو دم آخر
یہ سیم آمد و رفتِ دیارِ عشق تازہ ہے

اسیری نے چمن سے میری دل گرمیکو دھو ڈالا
امید رحم انسے سخت نافہمی ہے عاشق کی

یہ فنِ عشق ہے آوے اسی طینت مین جسکی ہو
ہماری دلمین آئینے تکلف کو غم بیجا ہے

آلی اس بلاے ناگہان پر بھی بلا آوے
بلا ے چاک ہی ہو جاے سینہ تک ...

یہ جی صدقے کیا تھا پھر نہ آوے تمین ...
ہنسے وہ جا میری اور رونا یون چلا ...

وگرنہ برق جا کر آشیان میرا جلا ...
یہ بت سنگین دلی اپنی نچھوڑین گر خدا ...

تو زاہد پیر نابالغ ہے بے تہ تجھکو کیا ...
یہ دولت خانہ ہے اسکا وہ جب جا ہے چلا ...

برنگِ بوے غنچہ عمر ایک ہی رنگ مین گذری
میسر میر صاحب گر دل بیمد عا آوے

گو ننگ اسکو آوے ہے عاشق کی نام سے
دُردِ صفر ہو خوب ہین جسمین صاف ہے

ہے میر کام میرے تئین اپنے کام ...
کیا میکشون کو اول ماہِ صیام ...

پڑھتے نہین نماز جنازے پر اوسکے میر
دل مین غبار جسکے ہو خاک امام سے

اچنبھا ہے اگر چپکا رہون مجھپر عتاب آوے
وگر قصہ کہون اپنا تو سنتے اسکو خواب آوے

صید افگنونسے ملنے کی تدبیر کرینگے
اس دل کے تئین پیش کش تیر کرینگے

فریاد اسیران محبت نہین بے ہیچ
یہ نالے کسو دلمین بھی تاثیر کرینگے

دیوانگی کی شور نہین کھلائینگی بلبل
آتی ہو بہار اب ہمین زنجیر کرینگے

وا اس سے سرحرف تو گو کہ یہ سر ہو جاے
ہم خلق بریدہ ہی سے تقریر کرینگے

رسوائی عاشق سے تسلی نہین خوبان
مرجاویگا تو نعش کو تشہیر کرینگے

یارب وہ بھی دن ہویگا جو مصر سے چلکر
کنعان کیطرف قافلہ شبگیر کرینگے

شب دیکھی ہو زلف اسکی بجز دلم اسیری
کیا یار ایسے خواب کی تعبیر کرینگے

غصے مین تو ہوویگی توجہ تری ایدھر
ہر کام مین ہم جان کے تقصیر کرینگے

نکلا نہ منا جاتیون سے کام کچھ اپنا
اب کوئی خرابا تی جوان پیر کرینگے

بازیچہ نہین میر کے احوال کا لکھنا
اس قصے کو ہم کرتے ہی تحریر کرینگے

دل کیطرف کچھ آہ سے دل کا لگاؤ ہی
ٹک آپ بھی تو آؤ یہان زور باؤ ہی

اٹھتا نہین ہو ہاتھ ترا تیغ جور سے
ناحق کشی کہان تئین یہ کیا سبھاؤ ہے

باغ نظر ہے چشم کی منظر تیب ہیان
ٹک ٹھہر و یان تو جا تو کہ کیسا دکھاو ہے

تقریب ہمنے ڈالی ہوا و جو کبھی اب
جوبن پڑی ہو ٹک تو ہمارا ہی داؤ ہی

وہی چالاکیاں ہاتھونکی ہمین جو دل ہمین
خوف تنہائی نہین کر تو جہاں سے تو سفر
اضطراب و قلق و ضعف مین کسطور جیون
کیون نہو خستہ بھلا مین کہ ستم کے تیرے

اب گریبان نہین ہمرہ گئے ہین تار کئی
ہر جگہ راہ عدم مین ملینگے یار کئی
جان واحد ہے مری اور ہین آزار کئی
تیر ہین پار کئی وار ہین سوفار کئی

اپنے کوچے مین نکلیو تو سنبھالے دامن
یادگار مژہ میر وہان خار کئی

ہمسایہ چمن پہ نپٹ راز کون ہے
مژگان بھی پھر گئین تری بیمار چشم دیکھ
نالے جو آج سنتے ہین سو ہین جگر خراش
آیا نہ آشیانۂ بلبل مین کام بھی

نالان و مضطرب ہین دیوار کون ہے
دکھ درد مین سوائے خدا یار کون ہے
کیا جانئے قفس مین گرفتار کون ہے
سمجھا تو خار باغ مین بیکار کون ہے

بازار دہر مین ہے عبث میر عرض ہنر
یان ایسی جنس کا تو خریدار کون ہے

مجھ سوز بعد مرگ سے آگاہ کون ہے
بیکس ہون مضطرب ہون مسافر ہون بیوطن
لبریز جسکے حسن سے مسجد ہے اور دیر

شمع مزار میر بجز آہ کون ہے
دوری راہ بن مرے ہمراہ کون ہے
ایسا تو نکے بیچ وہ اللہ کون ہے

آوارہ میر شاید وان خاک ہوگیا ہے
یک گرد اوٹھ چلی ہے گاہ اوسکی رہگذر سے

وعدہ وعید پیارے کچھ تو قرار ہووے
فتراک سے نہ باندھے دیکھے نہ تو تڑپنا
از بسکہ پیا ہی مین تیرے غم مین گردو
مین مست مرگیا ہون کرنا عجب نہ ساقی

دلکی معاملت ہو گیا کوئی خوار ہووے
کس آرزو پہ کوئی تیر انشکار ہووے
تربت سے میری شاید حشر بہار ہووے
گر سنگ شیشہ میرا سنگ مزار ہووے

اے غیر میر تجھکو گر جوتیان نہ مارے
سید ہووے پھر تو کوئی چمار ہووے

رہی نہ پختگی عالم مین دور خامی ہے
نہ اٹھ تو گھر سے اگر چاہتا ہی ہون مشہور

ہزار حیف کمینون کا چرخ حامی ہے
نگین جو بیٹھا ہی گر کر تو کیسا نامی

ہوئی ہین فکرین پریشان میر یارون کی
حواس خمسہ کرے جمع سو نظامی ہے

انجام دل غم کش کوئی عشق مین کیا جانے
وان آرسی ہو وہ ہو یان سنگ ہی چھاتی ہو
ناصح کو خبر کیا ہے لذت سے غم دل کی

کیا جانئے کیا ہوگا آخر کو خدا جانے
گذرے ہی جو کچھ ہم پر سو اسکی بلا جانے
ہی حق بطرف اوسکے چکھے تو مزا جانے

قطعہ

شعر

قطعہ

...نالۂ عجز نقش الفت ہے
رنج و محنت کمال راحت ہے

...عشق بھی گریۂ ندامت ہے
ورنہ عاشق کو چشم خفت ہے

...تا دم مرگ غم خوشی کا نہین
دل آزردہ گر سلامت ہے

...دل نارسو پھر جدھر چاہے
ہر طرف کوچہ جراحت ہے

...رونا آتا ہے دمبدم شاید
کسو حسرت کی دل سے رخصت ہے

...فتنے سبتے ہین اُسکے سائے مین
قد و قامت ترا قیامت ہے

...نہ تجھے رحم نے اسے ٹک صبر
دل پہ میرے عجب مصیبت ہے

قطعہ

تو تو نادان ہے نپٹ ناصح
کب مؤثر تری نصیحت ہے

دل پہ جب میرے آکے یہ ٹھہرا
کہ مجھے خوش دلی اذیت ہے

رنج و محنت سے باز کیونکہ رہون
وقت جاتا رہے تو حسرت ہے

کیا ہو پھر کوئی دم کو کیا جانو
دم غنیمت میان جو فرصت ہے

قطعہ

تیرا آتشکدہ مجھے نہ میرا تجھے
چاہیے یون جو فی الحقیقت ہے

تجھکو مسجد ہے مجھکو میخانہ
واعظا اپنی اپنی قسمت ہے

...قطعہ...

۱۴۱

میری پرستش سے تری طبع اگر آویگی
صورت حال تجھے اچھی نظر آویگی

محو اُسکا نہین ایسا کہ جو چلتے گا نشتاب
اُسکے بیخودی کی بہت دیر خبر آویگی

کتنے پیغام چمن کو ہین سو دلمین ہین گرہ
کسو دن ہم تئین بھی بادسحر آویگی

ابر مت گور غریبان پہ برس غافل آہ
ان دل آزردونکے چمین بھی لہر آویگی

میر مین جیتے نہین آؤنگا اسی دن جسدن
دل نہ تڑپے گا مرا چشم نہ بھر آویگی

ردیف (ی) ۱۴۲

نماز چمن ہی ہو بلبل سے گو خزان ہے
ٹہنی جو زرد بھی ہو سو شاخ زعفران ہے

گر اس چمن مین وُہ بھی اک ہی لب و دہان ہے
لیکن سخن کا تجھسے غنچے کو منہ کہان ہے

ہنگام جلوہ اُسکے مشکل ہو ٹھہر کر رہنا
چتون ہو دل کی آفت چشمک بلا کی جان ہے

پتھر سے توڑنیکے قابل ہے آرسی تو
پر کیا کرین کہ پیارے منہ تیرا دیدہ بان ہے

باغ و بہار ہے وہ مین کشت زعفران ہون
جو لطف اک ادھر ہے تو یان بھی اک بیان ہے

ہر چند ضبط کرے چھپتا ہے عشق کوئی
گذرے ہو دل پہ جو کچھ چہرے ہی سے عیان ہے

اس فن کو کوئی بے نہ کیا ہو مرمعارض
اول تو مین سند ہون پھر میری یہ زبان ہے

عالم مین آب و گل کا ٹھہراؤ کسطرح ہو
گر خاک ہی اوڑتی ہو اور آب ہی دوان ہے

چرچا رہیگا اسکا تا حشر میکشا نہین
خونریزی کی ہماری رنگین داستان ہے

اس تنگ آفتاب کو دیکھے تو تنہ ترم ہے	ماہ فلک نہ شہر مین منھ کو دکھا سکے

قطعہ

کیا دلفریب جا ہے آفاق ہمنشین	دو دن کو یان جو آسو رسون بنجا سکے
مشہور ہے اسپہ مردن دشوار رفتگان	یعنی جہان سے دل کو نہ آسان اٹھا سکے

بدلونگا اس غزل کے بھی مین قافیے کو میر
پھر فکر کو نہ عہد سے اُسکے برآ سکے

کیا غم مین ویسے خاک فتادہ سے ہو سکے	دامن پکڑ کے یار کا جو ٹک نہ رو سکے
ہم ساری ساری رات رہے گریہ ناک لیک	مانند شمع داغ جگر کا نہ دھو سکے
رونا تو ابر کا سا نہین یار جانتے	اتنا تو روئے کہ جہان کو ڈبو سکے
برسون ہی منتظر سر راہ پر ہمین ہوئے	اس قسم کا تو صبر کسو سے نہو سکے

رہتی ہے ساری رات مرے دم سے چہل میر
نالہ ہے تو کوئی محلے مین سو سکے

آتش کے شعلہ سر سے ہمارے گذر گئے	بس اے تپ فراق کہ گرمی مین مر گئے
منزل نہ کر جہان کو کہ ہمنے سفر ہے آہ	جن کا کیا سراغ سنا وے گذر گئے
مشت نمک سے بھی تو کبھو یاد کر ہمین	اب داغ کھاتے کھاتے فلک جی کو بھر گئے

قطعہ

۱۴۳

قطعہ

شب خواب کا لباس ہے عریان تنی مین — جب سوئیے تو چادر مہتاب تانیے

قطعہ

اپنا یہ اعتقاد ہے تجھ جستجو مین یار — لے اس سرے سے اس سرے تک خاک چھانیے

پھر یا نصیب بھی ہو طالع کی یاوری — مرجائین ہم تو اسپہ بھی ہم کو نہ جانیے

لوٹے ہو خاک و خون مین غیرون کے ساتھ میر
ایسے تو نیم کشتہ کو ان مین نہ سانیے

مر ہو اس رنگ کے مرجانے سے وہ غافل کیا جانے — گذرنا جان سے آسان بہت مشکل ہی کیا جانے

کوئی سر سنگ سے مارو کسی وا سپین دم ہو — وہ آئینے مین اپنے ناز پر مائل ہی کیا جانے

نظر مطلق نہین ہجر انہین اسکو حال پر میرے — مرا دل اسکے غم مین گویا اسکا دل ہی کیا جانے

جنونی خبطی دیوانہ سڑی کوئی عشق کو سمجھو — خلا طون سے نہین یان بحث وہ غافل ہی کیا جانے

تڑپنا نقش پا ہے ناقہ پر چلتے ہی اک مجنون — بیابانین وہ لیلے کا کدھر محمل ہی کیا جانے

پڑھا یا اسکو بہتیرا کہ مت لا راز دل منھ پر — یہ طفل اشک کو دیکھا تو جاہل ہی کیا جانے

طرف ہونا مرا مشکل ہے میر اس شعر کے فن سے
یونہین سودا کبھو ہوتا ہی سو جاہل ہے کیا جانے

کیا کرون شرح خستہ جانی کی — مین نے مرمر کے زندگانی کی

دل مین ہوش و صبر سب ہی گئے
کب تو سوتا تھا گھر مرے آکر

آگے آگے تمھارے آنے کے
جاگے طالع غریب خانے کے

قطعہ

تیر و تلوار و سیل یک جا ہین
سارے اسباب مار جانے کے

مژہ ابرو گلے سے اسکے میر
کشتہ ہین اپنے دل لگانے کے

ملا غیر سے جا جفا کیا نکالی
او کت لیکے آخر ادا کیا نکالی

طبیبون نے تجویز کی مرگ عاشق
مناسب مرض کی دوا کیا نکالی

نہین اوس گذرگہ سے آتی ادھر اب
نئی راہ کوئی صبا کیا نکالی

دلا اسکے گیسو سے کیون الگ چلا تو
یہ اک اپنے جی کی بلا کیا نکالی

رجھا ہی دیا آہ رے قدر دانی
وفا کی ہمارے جزا کیا نکالی

دم صبح جون آفتاب آج ظالم
نکلتے ہی تیغ جفا کیا نکالی

لگے در بدر میر چلانے پھرنے
گدا تو ہوئے پر صدا کیا نکالی

کم فرصتی گل جو کہین کوئی نمانے
ایسے گئے ایام بہاران کہ تجھے

کل صبح ہی مستی میں سر راہ نہ آیا
یاں مرا شیشۂ دل چور ہوا ہے

کیا سوجھے اُسے جسکی ہو یوسف ہی نظر مین
یعقوب بجا آنکھو نمین معذور ہوا ہے

پر شور ہے ہو عشق مغنی پسران کے
یہ کاسۂ سر کاسۂ طنبور ہوا ہے

تلوار لیے پھرتا تو اُب سکا سنا ہین
نزدیک مرے کب یہ سر دور ہوا ہے

خورشید کے محشر مین طپش ہو گی کہاں تک
کیا ساتھ مرے داغوں کا محشور ہوا ہے

اے رشک سحر بزم مین لے منھ پہ نقاب اپنے
اک شمع کا چہرہ ہے سو بے نور ہوا ہے

اُس شوق کو ٹک دیکھ کہ چشم نگران ہے
جو زخم جگر کا مرے ناسور ہوا ہے

چل قلم غم کی رقم کوئی حکایت کیجے
ہر سر حرف پہ فریاد نہایت کیجے

گو کہ سر خاک قدم پر ترے لوٹے ہمین
اپنا شیوہ ہو نہین یہ کہ شکایت کیجے

ہم جگر سوختہ نکلے ہمین جو آوے تو ابھی
درد دل ہو کے فلک تجھ مین سرایت کیجے

عشق مین آپکے گذری یہ ہماری تو مگر
عوض جور و جفا ہم پہ عنایت کیجے

مت چلا عشق کی رہ کہ کسے ہو یاں خضر
آپ ہی گمراہ ہین ہم کسکو ہدایت کیجے

کسکے کہنے کو ہے تاثیر کہ اک ہیر ہی سے
رمز و ایماؤ اشارات و کنایت کیجے

تری بن دیکھے ہین مکدر ہون
آنکھون پراب غبار رہتا ہے

جبر یہ ہے کہ تیری خاطر دل
روز بے اختیار رہتا ہے

دل کو مت بھول جانا میرے بعد
مجھسے یہ یادگار رہتا ہے

دور ہین چشم مست کے تیرے
فتنہ بھی ہوشیار رہتا ہے

بسکہ تیرا ہوا بلا گردان
سر کو میرے دوار رہتا ہے

ہر گھڑی رنجش ایسی با تو نہین
کوئی اخلاص و پیار رہتا ہے

تجھ بن آئے ہین تنگ جینے سے
مرنے کا انتظار رہتا ہے

دل کو گو ہاتھ مین رکھو پر تم
کوئی یہ بیقرار رہتا ہے

غیرت کھا فریب خلق اوسکا
کوئی دم مین وہ مار رہتا ہے

دلبرو دل چراتے ہو دیدہ
یون کہین اعتبار رہتا ہے

کیون نہووے عزیز دلہا میر
کسکے کوچے مین خوار رہتا ہے

آج کل بیقرار ہین ہم بھی
بیٹھ جا چلنے ہار ہین ہم بھی

آن مین کچھ ہین آن مین کچھ ہین
تحفۂ روزگار ہین ہم بھی

منع گریہ نہ کر تو اے ناصح
اسمین بے اختیار ہین ہم بھی

درپئے جان ہے قراول مرگ
کسو کے تو شکار ہین ہم بھی

نالے کریو سمجھ کے اے بلبل
باغ مین یک کنار ہین ہم بھی

مدعی کو شراب ہم کو زہر
عاقبت دوستدار ہین ہم بھی

گر زخود رفتہ ہین ترے نزدیک
اپنے تو یادگار ہین ہم بھی

میر نام اک جوان سنا ہوگا
اسی عاشق کے یار ہین ہم بھی

غفلت مین گئی آہ مری ساری جوانی
اے عمر گذشتہ مین تری قدر نہ جانی

تھی آبلۂ دل سے ہمین تشنگی مین چشم
پھوٹا تو نہ آیا نظر اک بوند بھی پانی

مدت سے ہین اک مشت پر آوارہ چمن مین
نکلی ہے یہ کس کی ہوس بال فشانی

جاتی ہے بچھے اک طلب بوسہ مین ان نے
کلفت سے او بھی جائیگی اب بات زبانی

۱۳۱

جان آکے یہ سو لکھین ہین پریشانی
باقی ہے کسو سے پریشان صحبت

دیکھین ہے ... دشت ... ہجران ... دوانی

مجنون بھی ... لیلے ... دوانی

قطعہ

تقصیر انہ آئے قصد اکر چلے	بیان خوش رہو ہم دعا کر چلے
جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم	سو اس عہد کو اب وفا کر چلے
شفا اپنی تقدیر ہی مین نہ تھی	کہ مقدور تک تو دوا کر چلے
وہ کیا چیز ہے آہ جسکے لیے	ہر اک چیز سے دل اوٹھا کر چلے
کوئی ناامیدانہ کرتے نگاہ	سو تم ہمسے منہ بھی چھپا کر چلے
بہت آرزو تھی گلی کی تری	سو یانسے لہو مین نہا کر چلے
دکھائی دیے یون کہ بیخود کیا	ہمین آپ سے بھی جدا کر چلے

قطعہ

جبین سجدہ کرتے ہی کرتے گئی	حق بندگی ہم ادا کر چلے
پرستش کی یانتک کہ اے بت تجھے	نظر مین سبھو کی خدا کر چلے

قطعہ

جھڑے پھول جس رنگ گلبن سے یون	چمن مین جہان کے ہم آکر چلے
نہ دیکھا غم دوستان شکر ہے	ہمین داغ اپنا دکھا کر چلے

قطعہ

گئی عمر در بند فکر غزل	سو اس فن کو ایسا بڑا کر چلے

ردیف ی ۱۵۰

خوب تھے وے دن کہ ہم تیرے گرفتاروں میں تھے
غمزدوں اندوہ گینوں ظلم کے ماروں میں تھے

دشمنی جانی ہوا اب تو ہمسے غیروں کے لیے
اک سماں سا ہو گیا وہ بھی کہ ہم یاروں میں تھے

مست تجھ سے گذر تھی ہماری خاک پر
ہم بھی اک سرو رواں کے ناز برداروں میں تھے

مر گئے لیکن نہ دیکھا تو نے اودھر آنکھ اٹھا
آہ کیا کیا لوگ ظالم تیرے بیماروں میں تھے

گرچہ جرم عشق غیروں پر بھی ثابت تھا و لے
قتل کرنا تھا ہمیں ہم ہی گنہگاروں میں تھے

اک رہا مژگاں کی صف میں ایک کے ٹکڑے ہوئے
دل جگر جو میر دونوں اپنے غمخواروں میں تھے

بغیر دل کہ یہ قیمت ہے سارے عالم کی
کسو سے کام نہیں رکھتی جنس آدم کی

کوئی ہو محرم شوخی ترا تو میں پوچھوں
کہ بزم عیش جہاں کیا سمجھ کے برہم کی

ہمیں تو باغ کی تکلیف سے معاف رکھو
کہ سیر و گشت نہیں رسم اہل ماتم کی

تنک تو لطف سے کچھ کہہ کہ جاں بلب ہوں میں
رہی ہے بات مری جاں بلب کوئی دم کی

گذرنے کو تو کج و واکج اپنی گذری ہے
جفا جو ان نے بہت کی تو کچھ وفا کم کی

گھرے ہیں درد و الم میں فراق کے ایسے
کہ صبح عید بھی یاں شام ہے محرم کی

قفس میں میر نہیں جوشِ داغ سینے پر
ہوس نکالی ہے ہم نے بھی گل کے موسم کی

بعد ایک عمر کہین تم کو جو تنہا پایا
ڈرتے ڈرتے ہی کچھ احوال سنایا ہمنے

یان فقط ریختہ ہی کہنے نہ آئے تھے ہم
چار دن یہ بھی تماشا سا دکھایا ہمنے

بارے گل مین جا مرغ چمن سے مل کر
خوبی گل کا مزا خوب اوڑایا ہمنے

تازگی داغ کی ہر شام کو بے پیچ نہین
آہ کیا جانے دیا کس کا بجھایا ہمنے

دشت و کہسار مین سر مارکے چندی تجھ بن
قیس و فرہاد کو پھر یاد دلایا ہمنے

بیکلی سے دل بیتاب کی مرگذرے تھے
سو تہ خاک بھی آرام اوٹھایا ہمنے

یہ ستم تازہ ہوا اور کہ پائیز مین میر
دل خس و خار سے ناچار لگایا ہم نے

ظالم کہین تو مل کبھو دار و پیے ہوئے
پھرتے ہین ہم بھی ہاتھ مین سر کو لیے ہوئے

آؤگے ہوش مین تو ٹک اک سدھ بھی لیجیو
اتنو نشے مین جاتے ہو زخمی کیے ہوئے

جی ڈوبتا ہے اس گہر تر کی یاد مین
پایان کار عشق مین ہم مرجیے ہوئے

سی چاک دل کہ چشم سے ناصح لہو تھمے
ہوتا ہے کیا ہمارے گریبان سے ہوئے

کافر ہوئے بتو نکی محبت مین میر جی
مسجد مین آج آئے تھے قشقہ دیے ہوئے

غم سے یہ راہ مین نے نکالی نجات کی
سجدہ اس آستان کا کیا پھر وفات کی

۱۵۳

جہان کی مسلح تمام حیرت نہین ہے تنپر نگہ کی فرصت
نظر پڑیگی بسانِ بسمل کبھو جو مژگان کو وا کروگے

اخیر الفت یہی نہین ہے کہ جل کے آخر ہوئے پتنگے
ہوا جو یان کی یہ ہے تو یارو غبار ہو کر اوڑا کروگے

بلا ہے ایسا طپیدنِ دل کہ صبر اس پر ہے سخت مشکل
دماغ اتنا کہان رہیگا کہ دست بر دل رہا کروگے

عدم مین ہمکو یہ غم رہیگا کہ اور ون پر اب ستم رہے گا
ہمین تو لت ہے ستانے ہی کی کسو پر آخر جفا کروگے

اگرچہ اب تو جفا ہو لیکن ہوئے گئے پر کبھو ہمارے
جو یاد ہمکو کروگے پیارے تو ہاتھ اپنے ملا کروگے

سحر کو محرابِ تیغ قاتل کبھو جو یارو اودھر ہو مائل
تو ایک سجدہ بسانِ بسمل میری طرف سے ادا کروگے

غم محبت سے میر صاحب بہ تنگ ہو نہین فقیر ہو تم
جو وقت ہوگا کبھو مساعد تو میرے حق مین دعا کروگے

کس حسن سے کہو نہین اُسکی خوش اختری کی
اس ماہرو کے آگے کیا تاب مشتری کی

قطعہ

روز شمار مین بھی مناسب ہے گر کوئی	تو لے حساب کچھ نہ کر آخر حساب ہے
اُس شہر دل کو تو بھی جو دیکھے اب کہے	کیا جانئے کہ بستی یہ کب کی خراب ہے
منہ پر لیے نقاب تو اے ماہ کیا چھپے	آشوب شہر حسن ترا آفتاب ہے
کس رشک گل کی باغ مین زلف سیہ کھلی	موج ہوا مین آج بہت پیچ و تاب ہے
کیا دل مجھے بہشت مین لیجائیگا بھلا	جسکے سبب یہ جان پہ میری عذاب ہے
سُن کان کھول کر کہ تنک جلد آنکھ	غافل یہ زندگانی فسانا ہے خواب ہے
رہ آشنائے لطف حقیقت کے بحر کا	ہے رشک لف چشم جو موج حباب ہے

آتش ہے سوز سینہ ہمارا اگر کہ میر
نالے سے عاشقون کے کبوتر کباب ہے

کیا کیا بیٹھے بگڑ بگڑ تم پر ہم تمسے بنائے گئے
چپکے باتین اوٹھائے گئے سرگاڑے وہین آئے گئے

اوٹھی نقاب جہان سے یارب جسمے تکلیف بیچ مین ہے
جب نکلے اُس راہ سے ہو کر منہ تم ہمسے چھپائے گئے

کب کب تم نے سچ نہین مانی جھوٹی باتین غیرونکی
تم ہم کو یو نہین جلائے گئے وے تم کو وہین لگائے گئے

ادھر سے ابر اوٹھکر جو گیا ہے
ہماری خاک پر بھی رو گیا ہے
مصائب اور تھے پر دل کا جانا
عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے
مقامر خانۂ آفاق وہ ہے

۱۵۸

سرہانے میر کے کوئی نہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

ہوکر قفیب پیدا ہوں اس کو جب بین جیکہ مر گیا
اے آہ سرد صبر مری گرد و پیش بین پنچ جب
جلتا ہو نہیں سنو کہ عرصہ محشر میں جہنم تھم سر گیا
تیری ہی رنگ بزمین ہی بین جی جا بہا شفق تر گیا
سنیو کہ میر آج ہی سکل میں گذر تر گیا
کیا خط لکھو نہیں روئے وصت نہیں رہی
لکھا ہوں تو پھر ہے ہو کہ نامہ [illegible] ہی رہی
بیجوں ہے خط لئے پوشیدہ قاصد آج جانا ہی
چلا ہے یار کے کوچہ کو پھر مجھے چھپا

تمام شد دیوان اول میر تقی

ہو گا ستم و جور سے تیرے ہی کنایہ
آمیزش بیجا ہے تجھے جن سے ہمیشہ
نالون سے مرے رات کے غافل نہ رہا کر

دو شخص جہان شکوۂ ایام کرینگے
وے لوگ ہی آخر تجھے بدنام کرینگے
اک روز یہی دلبین ترے کام کرینگے

گر دل ہے یہی مضطرب الحال تو اے میر
ہم زیر زمین بھی بہت آرام کرینگے

نظر مین آوے گا جب جی کا کھونا
مرا خون تجھ پہ ثابت ہی کریگا

ملے گا نیند بھر تب مجھکو سونا
کنارے بیٹھکر ہاتھوں کو دھونا

وصیت میر نے مجھکو یہی کی
کہ سب کچھ ہوتا تو عاشق نہ ہونا

اُس آستان داغ سے مین زر لیا گیا
گلدستہ دستہ جسکو چراغی دیا گیا
کیا بعد مرگ یاد کرون گا وفا تجھے
سہتا رہا جفائین مین جبتک جیا گیا

اب وہ جگر طپش سے تڑپتا ہے تشنہ لب
مدت تلک جو میر کا لوہو پیا گیا

دیوان دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر ذی حیات کا سبب ہے جو حیات کا — نکلے ہے جی ہی اسکے لئے کائنات کا

بکھرے ہو زلف اس رخ عالم فروز پر — ورنہ بتاؤ ہووے نہ دن اور رات کا

در پردہ دو ہی معنی مفہوم ہوں اگر — صورت نہ بگڑی کام فلک کی ثبات کا

ہو سجیل خاک سے اجزائے نو خطان — کیا سہل ہے زمین سے نکلنا نبات کا

مستہلک اسکے عشق کے جاتے ہیں قدر مرگ — عیسے و خضر کو ہے مزا کب وفات کا

اشجار خامہ ہووین خامہ و آب سیہ بجا — لکھنا نہ تو بھی ہو سکے اسکی صفات کا

اسکے فروغ حسن سے چمکے ہے سب مین نور — شمع حرم ہو یا کہ دیا سومنات کا

شاید کباب کر کر کھایا کبوتروں نے
وحشی مزاج ازبس مایوس بادیہ ہین
جس ہاتھ مین رہا کی اُسکی کمر ہمیشہ
سب پیچ کی یہ باتین ہین شاعروں کی ورنہ
طرز نگاہ اسکی دل لیگئی سبھون کے
تم واقف طریق بے طاقتی نہین ہو
کچھ بھی معاش ہے یہ کی اُن نے ایک چشمک
ملک ترک عشق کرکے لاغر بہت ہوئے ہم
واعظ کو یہ جلن ہے شاید کہ فربہی سے

نامہ اوڑا پھرے ہے اُسکی گلی مین برسا
انکے جنون مین جنگل اپنا ہوا ہے گھر سا
اُس ہاتھ مارنے کا سر پر بندھا ہے کر سا
باریک اور نازک موکب ہے اس کمر سا
کیا سوسن و چمن کیا اگبر اور تر سا
یان راہ دو قدم ہے اب دورکا سفر سا
جب سے تو نہ ہمارا جی دیکھنے کو ترسا
آدھا نہین رہا ہے اب جسم رنج خر سا
رہتا ہے حوض ہی مین اکثر پڑا اگر سا

انداز سے ہے پیدا سب کچھ خبر ہے اسکو
گو میر بے سر و پا ظاہر ہے بیخبر سا

تیغ ستم سے اسکی مرا سر جدا ہوا
قاصد کو دیکے خط نہین کچھ بھیجا ضرور
وہ تو نہین کہ اشک تھمے ہی نہ آنکھ سے
حیران رنگ باغ جہان تھا بہت رکا

شکر خدا کہ حق محبت ادا ہوا
جاتا ہے اب تو جی ہی ہمارا چلا ہوا
نکلے ہے کوئی لخت دل اب جلا ہوا
تصویر کی کلی کی طرح دل نہ وا ہوا

۱۵۸

ہم پہ اپنا کون ہی اس معرکے کے بیچ
کسکے ترازو یار کا تیر نگہ ہوا

ایسا فقیر ہونا بھلا کیا ضرور تھا
دونون جہان مین میر عبث روسیہ ہو

مذکور میری سوختگی کا جو چل پڑا
مجلس مین سن سپند یکایک اچھل پڑا

بیٹھو بچے ہر کوئی اس تن نازک کے لطف کو
گل کو چمن مین جامے سے اپنے نکل پڑا

مین جو کہا اگ سے سلگے ہی دو لگنے بیچ
کہنے لگا کہ یون ہی کوئی دن تو چل پڑا

بل کیون نہ کھایئے کہ رگا ہے ہنسے اتو وان
تالو مین ادیبیہ مین پگڑی کے بل پڑا

تھے اضمحلال اگرچہ مزاج مین اب ہنگ
ہلنے مین اس پلک کے نہایت خلل پڑا

رہتا نہین ہی انکھ سے انسو ترس لیے
دیکھی جو اچھی شے تو یہ لڑکا مچل پڑا

سر اسکے پانون سے نہین اٹھتے ستم ہی میر
گر خوش غلاف غنچہ اسکا اگل پڑا

دل فرط اضطراب سے سیماب سا ہوا
چہرہ تمام زرد زرناب سا ہوا

شاید جگر گداختہ یک لخت ہو گیا
کچھ آب دیدہ رات سے خونناب سا ہوا

وہ ون گرے کہ اشک سے چہرہ کا دھوکا کیا
اب رونے لگ گئے ہین تو تالاب سا ہوا

اگ ون گیا تھا یار نے غمزہ سے ملبد
خجلت سے سرو جوی چمن آب سا ہوا

…ز کو سارے کام ضائع ناشکیبی سے
…ہار زیر لب کچھ کچھ کہا سب نے
…یر کے وہ تو بیٹھا وہیں یار نے سے
…گرم بازی ہم ہوں بے یاں بھی آ جاتا

کوئی دن اور تاب ہجر دل لاتا تو کیا ہوتا
جو وہ بے رحم بھی کچھ مہر فرماتا تو کیا ہوتا
لیے جاتا اگر تک چاہ کا ناتا تو کیا ہوتا
ہمیں کچھ نہ اگر وہ اور سہلاتا تو کیا ہوتا

گئے ہے میر کو کل قتل کرنے آسکے در پہ
جو وہ بھی گھر سے باہر ٹک آتا تو کیا ہوتا

…ق کیا جو خط لے ادہر نامہ بر چلا
…گی تری بھی کوئی زلف مشکبو
…ہی تھا نہ قاتل نا کردہ خون ہنوز
…ر حیات گیا جس کنے سے تو
…ہی آج رات کہیں ہنسے کی سی ہے
…وگے کوئی گوشہ نشیں ہو چکا غریب
…ہا سہار ہیں سارہی ہزار حیف

یعنی کہ فرط شوق سے جی بھی ادہر چلا
گیسوے پیچدار جو منہ پہ بکھر چلا
کیڑے گلے کے سارے مرے خوں میں بھر چلا
آفت رسیدہ پھر وہ کوئی دم میں مر چلا
کس خانماں خراب کے اے مہ تو گھر چلا
تیر مژہ اس ابرو کماں کا اگر چلا
لطف ہوا میں شیخ بہت بےخبر چلا

قطعہ

…تکلف اسکا چلا جای ہی رہی
کل راہ میں ملا تھا سو منہ کو چھپا کے چلا

بلبل کو سوایا یا گل بھو بونکی وہ کان پر
بیدوں قدم تیر اٹھتا تھا لڑکپن مین
مرغان قفس سارے تسبیح مین تھی گل کے
سب سطح ہی پانی کا آئینہ کا سا تختہ
خوگر نہین ہم یون ہی کچھ ریختہ کہنے کے
بھوون تین تم جس دم بیخ نکلے تھی اک جا

اس مرغ کے بھی جنین کیا شوق چمن کا تھا
رونا ہین او دل ہی اس تیری چمن کا تھا
ہر چند کہ ہر اک کا ڈھلکا ہوا انکا تھا
دریا مین کہین شاید عکس اسکے بدن کا تھا
معشوق جو اپنا تھا باشندہ دکن کا تھا
ایسی ہی سی تھین دیکھیے ما تقام اٹھنکا

رہ میری غریبانہ جاتا تھا چلا روتا
ہر گام گلا لب پر یاران وطن کا تھا

یہ روش ہی دلبرونکی نہ کسو سی ساز کرنا
کوئی عاشق بتانکی کرے نقل کیا مشیت
ہمین نبد میری آنکھیں شب و روز ضعف میں ہی
یہ بھی طرفہ ماجرا ہی کہ اسی کو چاہتا ہون
نہین کچھ ہا تو لڑکا تجھے پر غرور ہی اب
کوئی عاشقو نکی ہیٹ انھون نے اٹھائی بھی ہے
یہی میر کھینچے قشقہ در و دیر پر تھے ساجد

کوئی خاک ہو گیا ہے ہو گیان وہی ونکو ناز کرنا
انھین ناز کرتے رہنا انھین جی نثار کرنا
نہو تجھے میر یہ چشم باز کرنا
تجھے چاہیے ہی جیسے بہت احتراز کرنا
ہوس اور عاشقی مین ہی کرا اک امتیاز کرنا
انھین بات ہو جو تھوڑی اسے بھی دراز کرنا
نہین اعتماد قابل انھون کا نماز کرنا

صبر نہ ہوش ہے نہ عقل ہو نہ دین
تھتا ہے میر دل سے کبھو جوش سا تو پھر
جون صید نیم کشتہ تڑپتا ہے ایک سا
نظارے پر جو گردہ پرکار مل چلا
ہم تو لگے کنارے ہوئے غیر ہمکنار
جون برق ہنسنے مجھکو ندیکھا کسو نے آہ
جس شعر پر سماع تھا کل خانقاہ مین
پایا مجھے رقیبنے آ اُسکی زیر تیغ

آتا ہو اسکے پاس سے عاشق لٹا ہوا
جاتا ہو دونون آنکھون سے دریا بہا ہوا
کیا جانیے کہ دل کو مرے کیا ملا ہوا
مین سادگی سے جانا کہ اب آشنا ہوا
ایکونکی عید ایکونکے گھر مین دہا ہوا
پایا تو ابر سا کہین روتا کھڑا ہوا
وہ آج مین سنا تو ہے میر اکہا ہوا
دلخواہ بارے مدعی کا مدعا ہوا

بیمار مرگ سا تو نہین روز اب بتر
دیکھا تھا ہمنے میر کو کچھ تو بھلا ہوا

ساول آزردہ گلستان سے گذر ہمنے کیا
اگرگئے خواب سے بیدار انھین صبح کے پاس
سیدھی تلوار کے منھ پر سے ہم آپ چلے
پیچ ہاتھ مین مستی سے لہو سی آنکھین
پانو کے نیچے کی مٹی بھی نہو گی ہم سے

گل لگے کہنے لہو منھ نہ ادھر ہمنے کیا
بیدماغ اتنے جو ہو ہم پہ مگر ہمنے کیا
کیا کرین اس دل خستہ کو سپر ہمنے کیا
سج تری دیکھ کے اے شوخ حذر ہمنے کیا
کیا کہین عمر کو اسطرح بسر ہمنے کیا

١٦٥

آنکھیں برنگ نقش قدم ہو گئیں سفید
پھر اور کوئی اُسکا کرے انتظار کیا

گل کیسے باغ کیسے ہین کسکو بہار کیا
کیا جانین ہم اسیر قفس زاد سا بہار کیا

اس وہم کی نمود کا ہے اعتبار کیا
پھرتا ہے زندگی کے لیے آہ خوار کیا

سیکھی ہے طرح سینہ فگاری کی سب مری
لاتے تھے ساتھ چاک دل ایسا انار کیا

سرکشی کہوتے ایسی کدورت رکھو ہو شیخ
ہم اسکی خاک راہ ہین ہم سے غبار کیا

تسکین دل ہو تب کہ کبھو آگیا بھی ہو	برسون سے اسکا آنا یہی صبح پر رہا
اس لف ورخ کو بھو مجھ مدتین ہوئین	لیکن مرا نہ گریہ یہ شام وسحر رہا
رہتے تو تھے مکان پہ وے آپ ہین نہ تھے	اس بن ہمین ہمیشہ وطن مین سفر رہا
اب چھیڑ یہ رکھی ہو کہ پوچھے ہے بار بار	کچھ وجہ بھی کہ آپ کا منہ ہو ادتر رہا
اکدم مین عجب کہ مرے سر پہ پھر گیا	جو آب تیغ برسون تری تا کمر رہا

کاہے کو مین نے میر کو چھیڑا کہ اُن نے آج
یہ درد دل کہا کہ مجھے درد سر رہا

دل دفعتہً جنون کا مہیا سا ہو گیا	دیکھی کہان وہ زلف کہ سودا سا ہو گیا
ٹک جوش سا اٹھا تھا مری دلسے رات کو	دیکھا تو ایک پل ہی مین دریا سا ہو گیا
بے رونقی باغ ہو جنگل سے بھی بری	گل سوکھے تیرے ہجر مین کانٹا سا ہو گیا
جلوہ ترا تھا جب تئین باغ و بہار تھا	اب دلکو دیکھتے ہین تو صحرا سا ہو گیا

کل تک تو ہم وے ہنسے چلے آئے تھے یہین
مرنا بھی میر جی کا تماشا سا ہو گیا

دسکے واشد کے لیے کل باغ مین ٹک گیا	سُن گلہ بلبل سے گل کا اور بھی جی رک گیا
عشق کی سوزش نے دلمین کچھ نچھوڑا کیا کہین	لگ اٹھی یہ آگ ناگاہی کہ گھر سب پھک گیا

چاہیے جیتے گذرے اس کا نام
منہ مین جبتک زبان ہے گویا

سر بسر کین ہے لیک وہ پرکار
دیکھو تو مہربان ہے گویا

حیرت روے گل سے مرغ چمن
چپ ہے یون بیزبان ہے گویا

مسجد ایسی بھری بھری کب ہے
میکدہ اک جہان ہے گویا

جا ہے شور سے فلک کیطرف
نالۂ صبح بان ہے گویا

بسکہ ہین اس غزل مین شعر بلند
یہ زمین آسمان ہے گویا

وہی شور مزاج شیب مین ہے
میرا تبک جوان ہے گویا

ان نے تجھکو نہین کسکا میلان خواب پہ تھا
بالین کی جا ہر شب یان سنگ زیر سر تھا

ان ابرو و مژہ سے کب میر جیمین رتھا
تیغ و سنان کے منہ پر اکثر مرا جگر تھا

ان خوبصورتون کا کچھ لطف کم ہی مجھپر
یکمو رہ ورنہ اس جا پر یون ہی کا گذر تھا

زینت سے کوہکن کے کیا طرفہ کام نکلا
اپنے تو ناخنون مین اس طور کا ہنر تھا

عصمت کو اپنی دان تو تے رو ملک پھرے ہی
لغزش ہوئی جو مجھ سے کیا عیب مین بشر تھا

کل ہم وہ دونون یکجا ناگاہ ہو گئے تھے
وہ جیسے برق خاطف مین جیسے نزر تھا

بیہوش اوڑ گئے سبھون کے شور سحر سے سکے
مرغ چمن اگرچہ اک مشت بال و پر تھا

بالفعل تو ہو قاصد مجو اس خط و گیسو کا
تابوت پہ بھی میر کے پتھر پڑے لیجاتے
ہو جتی بطرف اسکے یون جسکے گیا ہو تو
کیا کہیے کہ پتھر سے سر مارتے ہم گذرے
صنعت گریان ہمنے کین سیکڑون ہان لیکن

ٹک جیتے تو ہم پوچھین کیا بنجر آیا
اس نخل مین ماتم کے کیا خوب ثمر آیا
سج ایسی تری دیکھی ہمکو بھی خطر آیا
یون اپنا زمانا تو بن یار بسر آیا
جسے کبھو وہ ملتا ایسا نہ ہنر آتا

دربہی کے تئین تکتے پتھرا گئین آنکھین تو
وہ ظالم سنگین دل کب میر کے گھر آیا

یارب ہے میر کا مگر گل سا
یان کوئی اپنی جان دو دشوار
دو دل کو ہمارے ٹک دیکھو
شوق ان اسکے لنبے بالون کا
کب کبھی جرأت رقیب کی اتنی
ایک نگہ ایک چشمک ایک سخن
بارے مستون نے ہوشیاری کی
شرم آتی ہے پہونچنے اودھر

کہ سحر نالہ کش ہے بلبل سا
دان وہی ہے سو ہے تساہل سا
یہ بھی پر پیچ اب ہے کاکل سا
یان چلا جائے ہے تسلسل سا
تم نے بھی کچھ کیا تغافل سا
اسمین بھی تم کو ہے تامل سا
دے کے کچھ محتسب کا منہ جھلسا
خط ہوا شوق سے ترسل سا

170

دل نے خون ہو عشق خوباں میں بھی کیا ہیں رنگ
تم جو کل اس راہ نکلے برق سے ہنستے ہنسے
جی سے جانا بن گیا اس بن ہمیں پل مارتے

چہروں کو غازہ ہو ہو ان کا رنگ پان ہوا
ابر کو دیکھو کہ جب آیا ادھر گریاں ہوا
کام تو مشکل نظر آتا تھا پر آسان ہوا

جب سے ناموس جنوں گردن بندھا ہوں تب سے میر
جیب جان و البتہ زنجیر تا داماں ہوا

آیا ہے ابر جب کا قبلہ سے تیرا ابترا
خجلت سے ان لبوں کے پانی ہو بہ چلے ہیں
مجنوں نے حوصلے سے دیوانگی نہیں کی
اس شہر سے ملک دل کیونکر کھو نہ بیٹھیں
کیا کم ہے ہولناکی صحرائے عاشقی کی
آئینے کو بھی دیکھو پڑتا ادھر بھی دیکھو
نیت جب بنا ہو یاں سجدہ اک بڑی تھی
ہمراہ خون تلک ہو تک پاؤں کے چھوٹے

مستی کے ذوق میں ہیں آنکھیں بہت سی چیرا
قند و نبات کا بھی نکلا ہو خوب شیرا
جاگہ سے اپنے جانا اپنا نہیں وتیرا
انداز و ناز او چلے غمزہ اوڈھائی گیرا
شیروں کو اس جگہ پر ہوتا ہے قشعریرا
حیران چشم عاشق دیکھے ہے جیسے ہیرا
پیر مغاں ہوا سو اسکا بنا خطیرا
ایسا گناہ مجھسے وہ کیا ہوا کبیرا

غیرت سے میر صاحب سب جذب ہو گئے تھے
نکلا نہ بوند لو ہو سینہ جواں کا چیرا

وہ آتش کا مجھے پر کیا ہے سر گرم جفا
ہاتھ پر رکھے ہاتھ اب وہ دو قدم چلتا نہین

مارے تلوار کے ان نے بہتوں کو تو کیا
جن نے بالش خواب کا برسوں مرا بازو کیا

پھول نرگس کا لیے بھو چک کھڑا نظارہ ہین
کسکی چشم پر فسون نے میر کو جادو کیا

عاشق ترے لاکھوں ہوے مجھسا نہ پھر پیدا ہوا
مرت ہوئی الفت گئی برسوں ہوے وقت گیا
گل صبح سیر باغ مین دل اور میر ارک گیا
وہ دن گئے جو یان کبھو اٹھتا تھا دل سے جوش سا
کتنو کے دل بجان ہو گئے کتنے نہ جانا کیا ہوا
کسی مین لغزش ہو گئی مقدور رکھا چاہیے
حسن سے اک فتنہ گر تون عشق بھی ہے پر وہ در
فرہاد و مجنون دن گئے ہم اور وہ انو یون چلے

تجھ پر کوئی ای کام جان دیکھا نہ یون مرتا ہوا
دل مضطرب ایسا نہ تھا کیا جانیے اب کیا ہوا
بلبل نہ بولا منہ سی کچھ گل ٹک نہ مجھسے وا ہوا
اب لگ گئے رونے جہان پل مارے دریا ہوا
چلنے مین اسکے دو قدم ہنگامہ اک برپا ہوا
ای اہل مسجد اسطرف آیا ہو نہین بہکا ہوا
وہ شہرۂ عالم ہوا ہین خلق مین سودا ہوا
اس جا رضنے سے چاہ کے وہ کونسا اچھا ہوا

یان حرف خط ہے درمیان یا گیسوؤن کا ہی بیان
کیا میر صاحب کے تئین پھر اندنون سودا ہوا

تمام روز جو گل مین پیے تلے شراب پھرا
لبان جام لیے دیدۂ پر آب پھرا

اس کے ہم و جان و دل نے عالم کا جان مارا
بلبل کا آتشین دم دلکو لگا ہمارے
خون کچھ نہ تھا ہمارا ہر کو ز خاطر اسکو
سر چشمہ حسن کا وہ آیا نظر نہ مجھکو
صبر و حواس و دانش سب عشق کی زبونین
کیا خون کا مزا ہای عشق تجھکو لازم
ہم عاجز و نہ کہ یون کوہ غم گرا ہے
کب جی بچے ہے یارو خوش ہو وہ مو نبان سے

زلفون کی درہمی سے برہم جہان مارا
ایسا کنہون نے جیسے چھاتی مین تان مارا
للہ الحمد ہمین بھی یون درمیان مارا
اس راہزن نے غافل کیا کاروان مارا
مین کا دشن مژہ سے عالم جہان مارا
ایک ایک دم مین تو نے سو سو جوان مارا
جیسے زمین کے اوپر ایک آسمان مارا
گر صبح بچ گیا تو پھر شام آن مارا

کہنے نہ تھے کہ صاحب اتنا کڑھا نہ کیجے
اس غم نے میر تمکو جی سے ندان مارا

یہ میر ستم کشتہ کسو وقت جوان تھا
جادو کی پری پرچہ ابیات تھا اسکا
جس راہ سے وہ دل زدہ دلی سے نکلتا
افسردہ نہ تھا ایسا کہ جون آب زدہ خاک
اس مرتبہ تھی حسرت دیدار مرے ساتھ

انداز سخن کا سبب شور و فغان تھا
منھ تکیے غزل پڑھیے عجب سحر بیان تھا
ساتھ اسکے قیامت کا سا ہنگامہ روان تھا
آندھی تھی بلا تھی کوئی آشوب جہان تھا
جو پھول مری خاک سے نکلا نگران تھا

دل مرے سینے مین دو دو ہاتھ اُچھل رہ گیا
ایسے بہتیرونکو یہ اثر دنگل کر رہ گیا
بوالہوس عیار تھا دیکھا نہ ٹل کر رہ گیا
جن نے وہ خونخوار و بیج دیکھی بل کر رہ گیا

ون بیتابی شب ہے کہ تا چار ان بغیر
مین کو یار کے تیغ نے کہا کر دم کیا
دم ساتھ اس خفا جو کو چلا جاتا ہوجی
چھ اپنی ہی اسکے سامنے ہوتی نہین

ایک ڈھیری راکھ کی بھی صبح جائے میر پر
برسون سے جلتا تھا شاید رات جل کر رہ گیا

نہ پیش آوے اگر مرحلہ جدائی کا
کہ پر کی سال تلک لطف تھا رہائی کا
دماغ کسکو ہو ہر در کی جبہ سائی کا
جگر ہے خستہ ترے پنجۂ حنائی کا
یہ ایک قطرۂ خون ہو طرف خدائی کا
خیال ہم کو بھی ہو بخت آزمائی کا
جگر بھی چاہے ہو کچھ تماشا ادائی کا
سر دینہ اپنی ہے احسان شکستہ پائی کا
بہت ہی خضر کو عزہ ہے رہنمائی کا

خوب ہو ایسمین آشنائی کا
کنج قفس ہی کی بی پر ہمین خوب
مین دیر و حرم اتنو یہ حقیقت ہے
بلندی لگا ینگی خوبان اپنی
جہانمین کسطرف گفتگو دیسی
پارمین جو کوہ کن سر ب مارین
دل شیخ شور محشر سے
بار ہمین در بدر کے پھرنیسے
مین تو دکھاوینگے عشق کا جنگل

تھا لطف زیست جنسے وہ اب نہیں میسر	مدت ہوئی کہ ہمنے جینے سے ہاتھ اٹھایا
مہندی لگی تھی تیرے پاؤں نہیں کیا پیارے	ہنگام خون عاشق سر پر جو تو نے
یہ پیروی کسو سے کا ہمکو ہو سکے ہے	رکھتا ہو داغ ہمکو قامت کا اسکے
دیکھی نہ پیش جاتے ہر گز خزو وری ہین	دالنستہ پاؤں لاہم اپنے تئین
کہتی تھی بیدماغی اک شور ما دمن مین	آنکھوں کے مند گئے پر آرام سا تو

گل پھول سے بھی تو جو لیتا ہے منہ کو پھیرے
مکھڑے یسے کسکے تونے اے میر دل لگایا

تکلیہ مشتاق دیار ہے اپنا	شاعری تو شعار ہے
بیخودی لیگئی کہاں ہم کو	دیر سے انتظار ہے
روتے پھرتے ہین ساری ساری رات	اب یہی روزگار ہے
دیکھے دل ہم جو ہو گئے مجبور	اس مین کیا اختیار ہے
کچھ نہین ہم مثال عنقا لیک	شہر شہر اشتہار ہے
جسکو تم آسمان کہتے ہو	سو دلون کا غبار ہے

صرفہ آزار میر مین نہ کرو
خستہ اپنا ہے زار ہے اپنا

...ساکہ تجھی کو جانتے ہیں | جاتا نہیں احتراز تیرا
...اب جیسے شراب تو پیے ہے | کہہ دیتے ہیں وہ ہی راز تیرا
...عشق و ہوس میں فرق بھی کر | کیدھر ہے وہ امتیاز تیرا

کہتے نہ تھے میر مت کڑھا کر
دل ہو نہ گیا گداز تیرا

...نگاہی کرے ہی جس لس کا | حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا
...سا کچھ بجھا سا رہتا ہوں | دل ہوا ہے چراغ مفلس کا
...ے مغبچے کے تیور لیک | شیخ میخانے سے بھلا کھس کا
...انکھیں سی کھل رہیں ہیں سب | ہاتھ دستہ ہوا ہے نرگس کا

قطعہ

...ظرف ہے لب نان حباب | کاسۂ لیس اب ہوا ہے تو جس کا
...اے ابر چشم تر سے اٹھا کر | آج دامن وسیع ہے اس کا

تاب کس کو جو حال میر سنے
حال ہی اور کچھ ہے مجلس کا

...کی نکھو میں بروم جو نہ آجاتا | تو کام مرا اچھا پردے میں چلا جاتا

جب رات سر پٹکنے نے تاثیر کچھ نکی
ناچار میر منڈکری سی مار سو رہا

لعل پر کب دل مرا مائل ہوا
اُس لب خاموش کا قایل ہوا

لڑ گئیں آنکھیں اٹھالی دل نے چوٹ
یہ تماشائی عبث گھایل ہوا

ناشکیبی سے گئی ناموس فقر
عاقبت بوسے کا میں سایل ہوا

ایک تو ہم وے ہوئے ہمت اگر
اپنا ہونا بیچ میں حائل ہوا

میر ہم کس ذیل میں دیکھ اُسکی آنکھ
ہوش اہل قدس کا زائل ہوا

کوئی فقیر یہ اے کاشکے دعا کرتا
کہ مجھکو اُسکی گلی کا خدا گدا کرتا

کبھو جو آن کے ہمسے بھی تو ملا کرتا
تو تیرے جیمیں مخالف نہ اتنی جا کرتا

چمن میں پھول گل اب کی ہزار رنگ کھلے
دماغ کاشکے اپنا بھی ٹک وفا کرتا

فقیر بستی میں تھا تو ترا زیان کیا تھا
کبھو جو آن نکلتا کوئی صدا کرتا

علاج عشق نے ایسا کیا نہ تھا اُسکا
جو کوئی اور بھی مجنون کی کچھ دوا کرتا

قدم کے چھونیسے ستادگی نہ مجھسے ہوئی
کبھو وہ یان تو میرے ہاتھ بھی لگا ہوتا

بری نتیجہ ہو نیکی کا اس زمانے میں
بھلا کسو سے جو کرتا تو تو برا کرتا

عجب کیا جو اس زلف کا سایہ دار
پھرے راتون کو بھی پریدار سا

نہین میر مستانہ صحبت کا باب
مصاحب کرو کوئی ہشیار سا

حیران ہو لحظہ لحظہ طرز عجب عجب کا
جو رفتہ محبت واقف ہو اسکے ڈھب کا

کہتے ہین کوئی صورت بن معنی یان نہین ہے
یہ وجہ ہے کہ عارف منہ دیکھتا ہو سب کا

نسبت درست جسکی اس دو موے پاتے
ہو درہم و برہم حال سکے روز و شب کا

افسوس ہے نہین تو انصاف دست ورنہ
شایان لطف دشمن شایستہ ہین غضب کا

سودائی ایک عالم اسکا بنا پھرے ہے
ہر چند عزلتی ہے وہ خال کنج لب کا

منہ اسکے منہ کے اوپر شام و سحر کہون ہون
اب ہاتھ سے دیا ہے سر رشتہ مین ادب کا

گیا آجکل سے اسکی بیپے تو جہی ہے
منہ ان نے اسطرف سے پھیرا ہو میر کب کا

سیکڑون بیکسون کا جان گیا
پر یہ تیرا نہ امتحان گیا

وائے احوال اس جفاکش کا
عاشق اپنا جسے وہ جان گیا

داغ حرمان ہو خاک مین بھی ساتھ
جی گیا پر نہ یہ نشان گیا

کل نہ آنے مین ایک یان تیرے
آج سو سو طرف گمان گیا

کچھ زرد زرد چہرہ کچھ لاغری بدن میں
کیا عشق میں ہوا ہے اے میر حال تیرا

قدر آتا نہیں نظر زمانے اب کے امیروں کا — اگرچہ آسمان تک شور جاوے ہم فقیروں کا
تبسم سحر ہے جب پان لب سرخ ہوں اُسکے — دلوں میں کام کر جاتا ہی یان جادو کے تیروں کا
سر کٹا اسکے دربان پاس سے ہو شب کو بھی مشکل — سر زنجیر زیر سر رکھے ہے ہم اسیروں کا
گئے ہیں تو نکلے سر لڑکوں نے جو یہ بدھنوں باندھے — شہید اک میں ہیں ان باندھنوں کے سرخ چیروں کا
قفس کے چاک سے دیکھوں ہوں نہیں تو تنگ آتا ہوں — چمن میں غنچہ ہوتا گلوں پر ہم صفیروں کا
ہمارے دیکھتے زیر نگیں تھا ملک سب جن کے — کوئی اب نام بھی لیتا نہیں ان ملک گیروں کا

دل پر کوتوان پلکوں ہی نے سب چھاپن مارا تھا
کیا میر اُن نے خالی یوں ہی ترکش اپنے تیروں کا

ہوئیں رسوائیاں جسکی لیے چھوٹا دیار اپنا — ہوا وہ بے مروت بیوفا ہرگز نہ یار اپنا
خدا جانے ہمیں اس بیخودی نے کسطرف پھینکا — کہ مدت ہو گئی ہم کھینچتے ہیں انتظار اپنا
دلیل اُسکی گلی میں ہوں تو ہوں آزردگی کیسے — کہ رنجش اس جگہ ہووے جہاں ہو اعتبار اپنا
اگرچہ خاک اڑائی دیدۂ تر نے بیابان کی — ولے نکلا نہ خاطر خواہ رونے سے غبار اپنا
کیا بد وضع لوگوں نے جو دیکھا رات کو ملتے — ہوا صحبت میں ان لڑکوں کی ضائع روزگار اپنا

اتفاق ایسے پڑے ہم تو منافق ٹھہرے
چرخ ناساز نے غیر وفا سے یار کیا

ایسے آزار اٹھانیکا ہمین کب تھا دماغ
کوفت نے دلکی تو جینے سے بھی بیزار کیا

جی ہی جاتے ہین عشق کے مشہور ہوئے
کیا کیا ہمنے کہ اس راز کو اظہار کیا

دیکھے اس ماہ کو جو کتنے مہینے گذرے
بڑھ گئی کاہش دل ایسی کہ بیمار کیا

نالۂ بلبل بیدل نے پریشان کیا
موسم گل نے مگر رخت سفر بار کیا

میر اے کاش زبان بند رکھا کرتے ہم
صبح کے بولنے نے ہم کو گرفتار کیا

شب رفتہ ہین اسکے در پر گیا
سگ یار آ دم گری کر گیا

شکستہ دل عشق کی جان گیا
نظر پھیری تو نے تو وہ مر گیا

ہوئے یار کیا کیا خراب اس بغیر
وہ کس خانہ آباد کے گھر گیا

کشندہ نظارہ کا ہے ناکردہ خون
مجھے دیکھکر مختصر ڈر گیا

بہت رفتہ رہتے ہو تم اسکے اب
مزاج آپ کا میر کیدھر کو گیا

بیطاقتی مین تو تو اے میر مر رہے گا
ایسی طپش سے دلکی کوئی جگر رہیگا

کیا ہے جو راہ دلکی طے کرتے مر گئے ہم
جون نقش پا ہمارا تا دیر اثر رہیگا

ٹپکنے پلکون سے رومال جسگھڑی سرکا
طرف ہوا نہ کبھو ابر دیدہ تر کا

کبھو تو دیر مین ہو نہین کبھو ہون کعبہ مین
کہان کہان لیے پھرتا ہے شوق اس در کا

غم فراق سے پھر سوکھ کر ہوا کانٹا
بچھا جو پھول اٹھا کوئی اسکے بستر کا

اسیر جب گئے مین ہو جاؤ نہین تو ہو جاؤن
وگرنہ قصد ہو کس کو شکار لاغر کا

ہمین کہ جلتے سی خوگر ہین آگ مین ہی عبث
محیط مین تو تلف ہوتا ہے سمندر کا

قریب خط کا نکلنا ہو سو خط موقوف
غبار دور ہو کس طور میرے دلبر کا

بتا کے کعبے کا رستہ اسے بھلا دون آہ
نشان جو پوچھے کوئی مجھ سے یار کے گھر کا

کسو سے مل چلے ٹک وہ تو ہے بہت ورنہ
سلوک کا ہیگو شیوہ ہے اس ستمگر کا

شکستہ پائی ولب بستگی پر اب کی نجا
چمن مین سو مرا ابنلک بھی ہے پر کا

تلاش دل نہین کام آئی اس زنخ مین گئے
کہ چاہ مین تو ہے مرنا پڑا شناور کا

پھرے ہی خاک ملے منہ پہ یا نمد پہنے
یہ آئینہ ہے نظر کردہ کس قلندر کا

نہ ترک عشق جو کرتا تو میر کیا کرتا
جفاکشی نہین ہے کام نازپرور کا

حلقہ ہوئی وہ زلف گمان کو چھپا رکھا
طاق بلند پر اسے سب نے اٹھا رکھا

اس مہ سے دلکی لاگ وہی متصل رہی
گو چرخ نے بصورت ظاہر جدا رکھا

مجھی جنس دل کی گران قدر تھی — ولے جب تلک تو خریدار تھا

بہت روئے ہم شبنم و گل کو دیکھ — کہ چسپان ہمین بھی کبھین پیار تھا

مجھے ای دل چاک کیا شانہ کیا — کس زلف سے کچھ سروکار تھا

گیا میر یان سے کروگے جو یاد
کہوگے کہ مسکین عجب یار تھا

دل گیا مفت اور دکھ پایا — ہوگے عاشق بہت مین پچتایا

مر گیا تس پہ سنگسار کیا — نخل ماتم مرا یہ پھل پایا

یہ شب ہجر سر کرے ہے پری — ہو سفیدی کا جس جگہ سایا

صحن مین میر اے گل مہتاب
کیون شگوفہ تو کھلنے کا لایا

چاک کر سینہ دل مین پھینک دیا — کھینچے ایذا ہمیشہ کس کی بلا

تمکو جیتا رکھے خدا اے بتان — مر گئے ہم تو کرتے کرتے وفا

سب گئے ہوش و صبر و تاب و توان — دل سے اک داغ ہی جدا نہوا

اٹھ گیا میر وہ جو بالین سے
پھر مری جان مجھ مین کچھ نہ رہا

جادو کرے ہین اک نگاہ کے بیچ — ہاے رے چشم دلبران کی ادا
بات کہنے مین گالیان دے ہے — سنتے ہو میرے بدزبان کی ادا
دل چلے جاے ہین حرام کے ساتھ — دیکھی چلنے مین ان بتان کی ادا

خاک مین مل کے میر ہم سمجھے
بے ادائی تھی آسمان کی ادا

رہا مین تو عزت کا اعزاز کرتا — چلا عشق خواری کو ممتاز کرتا
ہنوتا مین حسرت مین محتاج گریہ — جو کچھ آنسوؤن کو پس انداز کرتا
نہ ٹھہرا کے پاس دل ورنہ اب تک — اُسے ایسا ہی مین تو جانباز کرتا
جو جانو کہ در پہ ہے ایسا وہ دشمن — تو کاہے کو الفت سے مین ساز کرتا
تو تمکین سے کچھ نہ بولا وگرنہ — مسیحا صنم ترک اعجاز کرتا
گلو گیر ہی ہو گئی یا وہ گوئی — رہا مین خموشی کو آواز کرتا

زیارت گہ کبک تو ہو بلا سے
تلک آ میر کی خاک پر ناز کرتا

عید آئندہ تک رہیگا گلا — ہو چکی عید تو گلے نہ ملا
ڈوبا لوہو مین دیکھا سر خار — حیف کوئی بھی آبلہ نہ چھلا

...تا تھا ہاتھ مین سر رشتہ بہت سینے کا — رو گیا دیکھ رفو چاک مرے سینے کا

...لوہو ہے میر اجو تو چھوٹ گئی — کس سے یہ قاعدہ سیکھا ہی لوہو پینے کا

...حیران ہون کس کس کا گلا تجھسے کرون — بدگمانی کا تغافل ترے کینے کا

میر کی نبض پہ رکھ ہاتھ لگا کہنے طبیب

آج کی رات یہ بیمار نہین جینے کا

...سے دل یہ تازہ داغ جلا — اس سینہ خانہ مین چراغ جلا

میر کی گرمی تم سے اچرج ہے

کس سے ملتا ہے یہ دماغ جلا

ردیف باے

...دوے ہوئی نہ ہائی تمام شب — مجھ دل زدہ کو نیند نہ آئی تمام شب

...مین شروع قصہ کیا آنکھین کھولدین — یعنے تھی مجھکو چشم نمائی تمام شب

...تک چلی گئی تھی ستارونکی صبح تک — کی آسمان نے دیدہ درائی تمام شب

...سینہ دیر مین کل یاوری سر کی — تھی دشمنون سے اسکے لڑائی تمام شب

...ہی گذری وعدے کی شب وہ نہ آ بھڑا — ایذا عجب طرحکی اٹھائی تمام شب

...سے دلسی گذر جائین سو کہان — بلبل نے گو کہ نالہ سرائی تمام شب

اب تشنگان عشق کے ہیں کام کے وہ لعل
کیا آپ کو جو ہوئے عقیق یمن میں آب

تب قیس جگنون کے تئیں آگ دے گیا
ہم بھر چلے ہیں ویسے لب سار یمن میں آب

سن سوز دل کو میر کے بہت روئی رات شمع
بیرون بزم لائے ہیں بھر بھر لگن میں آب

دیکھو تو کس روانی سے کہتے ہیں شعر میر
درسے ہزار چند ہے انکے سخن میں آب

جیسا مزاج آگے تھا میرا سو کب ہے اب
ہر روز دل کو سوز ہے ہر شب تعب ہے اب

سدھ کچھ سنبھالتے ہی وہ مغرور ہو گیا
ہر آن بیدماغی و ہر دم غضب ہے اب

دور ہے اسکی آہ عجب حالیں ہیں لوگ
کچھ بھی جو پاس وہ نہ کرے تو عجب ہے اب

طاقت کی جس سے تاب جاتی سو ہو چکی
تھوڑی سی کوفت میں بھی بہت سا تعب ہے اب

دریا چلا ہی آج تو بوس و کنار کا
گرچہ جلاوے کوئی دوا تو ڈھب ہے اب

جان بخشیاں جو پیشتر از خط کیا کئے
انھیں لبوں سے خلق خدا جان لب ہے اب

رنجش کی وجہ آگے تو ہوتی بھی تھی کوئی
روپوش ہمسے یار جو ہے بے سبب ہے اب

نے چاہ وہ اسے ہے نہ مجھکو ہے وہ دماغ
جانا مرا ادھر کو بشرط طلب ہے اب

جاتا ہوں دن کو ملنے تو کہتا ہے دن کو میر
جو شب کو جاہے تو کہے ہے کہ شب ہے اب

اب تشنگان عشق کے ہین کام کے وہ لعل
تب قیس جنگلون کے تئین آگ دے گیا
سن سوز دل کو میر کے بہت روئی رات شمع

کیا آپ کو جو ہووے عقیق یمن مین آب
ہم بھر چلے ہین ویسے لب سار کے نہین آب
بیرون بزم لائے ہین بھر بھر لگن مین آب

دیکھو تو کس روانی سے کہتے ہین شعر میر
دُر سے ہزار چند ہے انکے سخن مین آب

جیسا مزاج آگے تھا میرا سو کب ہے اب
سدھ کچھ سنبھالتے ہی وہ مغرور ہو گیا
دور ہیسے اسکی آہ عجب حال مین ہین لوگ
طاقت کی حرف ہے تاب جا تھی سو ہو چکی
دریا چلا ہی آج تو بوس و کنار کا
جان بخشیان جو پیشتر از خط کیا کئے
رنجش کی وجہ آگے تو ہوتی بھی تھی کوئی
نے چاہ وہ اُسے ہی نہ مجھکو ہے وہ دماغ

ہر روز دل کو سوز ہے ہر شب تعب ہے
ہر آن بید ماغی و ہر دم غضب ہے
کچھ بھی جو پاس وہ نہ کرے تو عجب ہے
تھوڑے لیسی کو وقت مین بھی بہت بیادب ہے
گر جی جلاوے کوئی دوا تو ڈھب ہے
انھین لبون سے خلق خدا جان بلب ہے
روپوش ہمسے یار جو ہے بے سبب ہے
جانا مرا ادھر کو بشرط طلب ہے

جاتا ہون دن کو ملنے تو کہتا ہے دن کو میر
جو شب کو جاے تو کہے ہے کہ شب ہے اب

۱۸۶

گذرے ہے میر لوٹتے دن رات آگ میں
ہے سوز دل سے زندگی اپنی ہمیں عذاب

جو کہو تم سو ہے بجا صاحب
ہم بُرے ہی سہی بھلا صاحب

سادہ ذہنی میں نکتہ چین تھے ہم
اب تو ہیں حرف آشنا صاحب

نہ دیا رحم ٹک بتوں کو کیا کم ہے
کیا کیا ہائے یہ خدا صاحب

بندگی ایک اپنی کیا کم ہے
اور کچھ تم سے کیسے صاحب

مہر افزا ہے منہ تمھارا ہی
کچھ غضب تو نہیں ہوا صاحب

خط کے پھٹنے کا تم سے کیا شکوہ
اپنے طالع کا یہ لکھا صاحب

پھر گئیں آنکھیں تم نہ آن پھرے
دیکھا تم کو بھی واہ وا صاحب

شوقِ رخ یاد لب غمِ دیدار
جی ہیں کیا کیا مرے رہا صاحب

بھول جانا نہیں غلام کا جواب
یاد خاطر رہے مرا صاحب

کسنے سن شعر میر یہ نہ کہا
کہیو پھر ہائے کیا کہا صاحب

عجب صحبت ہے کیونکر صبح اپنی شام کرے اب
جہاں تک آن بیٹھے ہم کہا آرام کرے اب

ہزاروں خواہش مرنے دہ سر و نسنے نکالا ہے
قیامت جی پہ ہے دیدار کو ٹک عام کرے اب

قطعہ

ردیف تا

گفتگو شاہد دنے ہو نہ ہے غیبت نہ گلہ
سنکے آواز سگ یار ہو ہم خاموش
منھ اودھر اور سخن زیر لبی غیر کے ساتھ
ایسے شیخ ہو چکا کہ ٹپے شہر ہین شور
یہ کس آشفتہ کی جمعیت دل تھی منظور

خانقہ کی سی نہین بات خرابات کی
بولتے وان ہین جہان ہو دمساز کی
اس فریبندہ کی گفتنی ہو گھات کی
ہم سمجھتے نہین یہ شادی طامات کی
بال بکھرے ترے منھ پر کہین ہین آنکی

گفتگو وصف نسے اس ماہ کے گر ہے اے میر
کاہش افزا ہے کرون اُسکی اگر ذات کی بات

ہم تمسے چشم رکھتے تھے دلداریان بہت
دیکھین تو کیا دکھائے یہ افراط اشتیاق
جبتک ملے چلے سی جفائین نہین اُٹھ سکین
آزار مین تو عشق کے جاتا ہے بھول جی

سو التفات کم ہے دل آزاریان بہت
لگتی ہین تیری آنکھین ہمین پیاریان بہت
کرنے لگے ہو اب تو ستمگاریان بہت
یون ہوئین تھین تو یاد مین بیماریان بہت

شکوہ خراب ہونے کا کیا چاہتے ہین میر
ایسی تو اے عزیز ہین یان خواریان بہت

یاد ایامی کہ ہنگامہ رہا کرتا تھا رات
کام کیا تھا جیب و دامن سے مجھے پیش از جنون

شور شر سے میرے اک فتنہ رہا کرتا تھا
سینہ چاکی اپنی مین بیٹھا کیا کرتا تھا

۱۸۸

قسم ثالث

کی صورت آنکہ اصوات و اعضا
کب آدمی کی جنس کرے ہو پکار بات

آہو کو اسکی چشم سخن گو سے مت ملا
شہر بسے کر سکے ہو کہیں بھی گنوار بات

یون بار گل سے ایکی جھکے ہین نہال باغ
جھک جھک کے جیسے کرتے ہین دو چار یار بات

زردہ دلکو حرف پہ لانیکا لطف کیا
کرتی ہے جو خونچکان مرے لب کے گذار بات

مرجان کوئی کہے ہے کوئی ان لبونکو لعل
کچھ رفتہ رفتہ پاہی رہیگی قرار بات

یون چپکے چپکے میر تلف ہو گا کب تلک
کچھ ہو وے بھڑ کر اس سے بھی کر ایکبار بات

تی ہو گرچہ کہنے سے یار و پرائی بات
پر ہمسے تو تھمی نہ کبھو منہ پر آئی بات

جانے نہ مجھکو جو یہ تصنع تو اس سے کر
ایسپر بھی تو چھپی نہیں رہتی بنائی بات

لک کر تند رو رہ گئے دیوار باغ سے
رفتار کی جو تیری صبا نے چلائی بات

کہتے تھے اس سے ملئے تو کیا کیا نہ کہیے لیک
وہ آگیا تو سامنے اسکے نہ آئی بات

تو ہو گئے ہین ہم بھی ترے ڈھب سے آشنا
وان تونے کچھ کہا کہ ادھر ہمنے پائی بات

بلبل کے بولنے مین سب انداز ہین مرے
پوشیدہ کب رہی ہے کسیکی اڑائی بات

بھڑکا تھا رات دیکھکے وہ شعلہ خو مجھے
کچھ وسیہ رقیب نے شاید لگائی بات

عالم سیاہ خانہ ہے کسکا کہ روز و شب
یہ شور ہے کہ دیتی نہین کچھ سنائی بات

کیا سبب ہو اب مکان پر جو کوئی پاتا نہین
میر صاحب آگے تو رہتے تھے اپنے گھر بہت

ملامت گر نہ مجھکو کر ملامت
گلے مل عید قربان کو سبھون کے
ترے نا آشنائی کے ہین بندے
بہت رونے نے رسوا کر دکھایا

جلے کو اور تو اتنا جلا
ہمارا آہ تم کا ٹو
نہ وہ اب ربط نے صاحب
نہ چاہت کی چھپی ہمسے

کبھو تلوار وہ کھینچے ہے اے میر
لڑی قسمت تو سر کو ٹک بلا مت

ردیف جیم فارسی

آگ سا تو جو ہوا اے گل تر ان کے بیچ
ہم نہ کہتے تھے کہین لف کہین رخ نہ دکھا
باوجود ملکیت نہ ملک مین پایا
پاسبان تیرے کیا دور جو ہو ساز رقیب
جیسی عزت مرے دیوانگی امیر مین ہوئی
ساتھ ہی اس سر عریانگی یہ وحشت کرنا

صبح کی باد نے کیا پھونک دیا
اک خلاف آیا نہ ہندو و مسلمان
وہ تقدس کہ جو ہے حضرت انسان
ہو نہ اک طرح کی نسبت سنگ
ویسی ہی انکی بھی ہوئی
بگڑی الجھی ہے مری اتنو بیابان

کرتے تو ہو ستم پہ نہیں ہنسنے کے جو اس
نقشہ الٰہی دل کا مرے کون لے گیا
مرغ چمن نے زور رلایا سبھو نکے تئین
لگ کر گلے سے اُسکے بہت مین بکا کیا
جو کچھ نہین تو بجلی سے ہو پھول پڑ گیا

کچھ اور ہو گئے جو کسو خستہ جانکی طرح
کہتے ہین سا ر عرش ہین ہے اس مکانکی طرح
میری غزل پڑھی ہے ہشبا کر وضعوانکی طرح
ملتے تھے سرو باغ مین کچھ ین جوانکی طرح
ڈالی چمن مین ہمنے اگر آشیانکی طرح

یہ باتین رنگ رنگ ہماری ہے ورنہ میر
آجاتی ہو گلی مین کبھو اس دہانکی طرح

دور گردون سے ہوئی کچھ اور میخانکی طرح
نکلتا ہے کبھو ہنستا تو ہو باغ و بہار
چشمک انجم مین اتنی دلکشی آگے نہ تھی
ہم گرفتاروں سے وحشت ہی کرے ہے وہ غزال
ایکدن دیکھا جو آتے بید کو تو کہہ اوٹھا
آج کچھ شہر وفا کی کیا خبر آئی ہو نئی
پیچ سا کچھ ہو کہ زلف و خط سے ایسا ہی بنا
کسطرح جیسے گذر جاتی ہین آنکھیں موند کر

پھر نہ آوین کیونکہ آنکھیں میری پیمانے کی طرح
اُسکی آمد مین ہے ساری فصل گل آنیکی طرح
سیکھ لی تاروں نے اُسکی آنکھ جھمکانیکی طرح
کوئی تو تبلاؤ اُسکے دام مین لانیکی طرح
اس شہر مین کتنی ہو اس میر دیوانیکی طرح
عشق نے مدت سے یان ڈالی ہو ویرانیکی طرح
ہو دل صد چاک مین بھی ورنہ سب شانیکی طرح
دیدنی ہو درد مندونکی بھی مرجانیکی طرح

۱۹۲

یاں ناز سرکشی سے کیا دیکھنا نہیں ہے
جب مہ ادھر سے نکلا جاتا وہ گھر سے نکلا

گج اس چمن میں ٹھہری کجکی کلاہ تا چند
رکھتا ہے داغ دیکھیں یہ اشتباہ تا چند

ایذا بھی کھینچ چکے جو ہفتے عشرے کی ہو
اسطرح مرتے رہیے اے میر آہ تا چند

تجھ بن اے نو بہار کے مانند
چاک ہے دل انار کے مانند

پہونچی شاید جگر تک آتش عشق
اشک ہیں سب شرار کے مانند

گردماغ اسکی رہ سے اٹھنے کا
بیٹھے اب ہم غبار کے مانند

کوئی نکلے کلی تو لالہ کی
اس دل داغدار کے مانند

سرو کو دیکھ غش کیا ہمنے
تھا چمن میں وہ یار کے مانند

ہاں کر سب گلے پڑے اسکے
ہم بھی پھولوں کے ہار کے مانند

برق تڑپی بہت ولے نہوئی
اس دل بیقرار کے مانند

قطعہ

اُن نے کھینچی تھی صیدگہ میں تیغ
برق ابر بہار کے مانند

اُسکے گھوڑے کے آگے سے نہ ٹلے
ہم بھی دبلے شکار کے مانند

زخم کھا بیٹھو جگر پر مت
تو بھی مجھ دل فگار کے مانند

ردیف ا

رفتار میں ہے شوخی رحم ایجاد ان زمین پر
لاتا ہے تازہ آفت تو ہر زمان زمین پر

نظر میر نے کیسی حسرت سے کی
کوئی بات مانی نہ منت کے بعد

	اسیر میر نہ ہوتے اگر زبان رہتی ہوئی ہماری یہ خوش خوانی سحر صیاد

لڑکے پھر آئے ڈر گئے شاید	بگڑے تھے کچھ سنور گئے شاید
سب پریشان دلی میں شب گذری	بال اُسکے بکھر گئے شاید
کچھ خبر ہوتی تو نہ ہوتے خبر	صوفیان بے خبر گئے شاید
ہین مکان و سرا و جا خالی	یار سب کوچ کر گئے شاید
آنکھ آئینہ رو چھپاتے ہین	دل کو لیکر مکر گئے شاید
لوہو آنکھو نمین اب نہین آتا	زخم اب دل کے بھر گئے شاید
اب کہین جنگو نمین ملتے نہین	حضرتِ خضر مر گئے شاید
بیکلی بھی قفس مین ہے دشوار	کام سے بال و پر گئے شاید

شور بازار سے نہین اٹھتا رات کو میر گھر گئے شاید	

بنی تھی مجھ اک اس سے مدت کے بعد	سو پھر بگڑی پہلی ہی صحبت کے بعد
جدائی کے حالات مین کیا کہون	قیامت تھی ایک ایک ساعت کے بعد
موا کوہکن بے ستون کھود کر	یہ راحت ہوئی ایسی محنت کے بعد

کلیات میر ۱۹۴

کیا سر جھکا رہے ہو میر اس غزل کو سنکر
بارے نظر کرو ٹک اے مہربان ہین پر

کیا کیا نہ ہمنے کھینچے آزار تیری خاطر
اب ہو گئے ہین آخر بیمار تیری خاطر

غیرونکی بیدماغی بیتابی چھاتی داغی
یہ سب ستم اٹھائے اے یار تیری خاطر

کیا جانیے کہ ہو تو کیا جنس مہنگی قیمت
جاتے ہین بیکڑے جامی بازار تیری خاطر

اکبار تھنے آکر خاطر نہ رکھی میری
ہین جی سے اپنے گذرا سو بار تیری خاطر

ہین کیا کہ آہ کافر دین کے اکابر دین نے
قشقے لگائے پہنے زنار تیری خاطر

گو دل دھسک ہی جاوے آنکھین ملی ہین اونہی
سب اوچ پنچ کی ہموار تیری خاطر

آیا ان تیری آئی ایدھر جھکے ہیں پائی
سو سو ہین نے کھینچی تلوار تیری خاطر

کیا چیز ہو تو پیارے مفلس ہین داغ تیرے
پیسے لیے پھرین ہین زردار تیری خاطر

تجھسے دو چار ہونا پھر آہ بن نہ آیا
دی جان میر جی نے ناچار تیری خاطر

اے صبا گر شہر کے لوگو نہین ہو تیرا گذار
کہیو ہم صحرا نوردون کا تمامی حال زار

خاک کیا دلی سے جدا ہم کو کیا یکبارگی
آسمان کو بھی کدورت سو نکالا یون غبار

منصب بلبل غزلخوانی تھا سو تو ہو اسیر
شاعری زاغ و زغن کا کیون ہو اب شعار

۱۹۶

خط کتابت سے یہ کہتے تھے نہ بھولینگے تجھے
جب گیا مین یادسے تب کسکا گھر کا ہیکا پاس

اب بیابان در بیابان ہی مرا شور و فغان
ہی مثل مشہور یہ عمر سفر کوتاہ ہے

اک پر افشانی مین بھی ہی یہ وطن گلزار سا
منھ پر آوینگے سخن آلودۂ خون جگر

لب سے لیکر تا سخن ہین خونچکان شکوہ بھرے
چپ بھلے گو تلخکامی کھینچئے ہمین تیری

آج سے کچھ بیحیائی جور کن مردم نہین
کام کے جو لوگ صاحب فن ہین سو محسوس ہین

آوینگے گھر یار کے تیری خبر کو بار بار
آفرین صد آفرین ای مردمان روزگار

گو چمن مین خوش کی تمنّو میری جانا نہ رہے
طالع برگشتہ بھی کرتے ہین اب امداد کار

سامعونکی چھاتیان نالونسے ہووینگی فگار
کیون کہ یاران زمان ہے چاک ہی دل جون انار

لیک ہی اظہار ہر ناکس سے اپنا ننگ و عار
بیت بحثی طبع نازک پر ہی اپنی ناگوار

السنے اہل دل سدا کھینچے ہین رنج بیشمار
بے تہی کرتے رہینگے حاسدان نابکار

بس قلم رکھ ہاتھ سے جانے بھی دے یہ حرف میر
کاہ کے جا ہے نہین کہسار ہوتے بے وقار

آغشتہ خون دل سے سخن تھے زبان پر
کچھ ہو رہیگا عشق و ہوس مین بھی امتیاز

بے دلبری کے فن و فریب اتنی حم مین
رکھے نہ تمنے کان تک اس داستان پر

آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پر
جھنجھلاہٹ اتنو آدی ہی اسکے بیان پر

آئینے کی مشہور پریشان نظر ہے
سو بار کہا غیر سے صحبت نہیں اچھی
کیوں آنکھوں میں سرمے کا تو دنبالہ رکھے ہے

تو سادہ ہے ایسوں کو نہ دیدار دیا کر
اس حیف کو مجلس میں نہ تو بار دیا کر
مت ہاتھ میں ان مستوں کے تلوار دیا کر

کچھ خوب نہیں اتنا ستانا بھی کسو کا
ہے میر فقیر اسکو نہ آزار دیا کر

طاقت نہیں ہے جانمیں کڑھنا تعب ہے اور
ہر چند چپ ہوں لیک مرا حال ہے عجب
آنکھ اسکی اسطرح سے نہیں پڑتی ٹک ادھر
کیا کہیے حال دلکا جدائی کی رات میں
دل لیچکے دکھاکے رخ خوب کو تبھی
اس دل لگے کے روگ کو نسبت مرض سے کیا
طور اگلے تیرے ملتے نہیں اسطرح سے ٹک
کیا بات تیری ای ہمہ عیاری و فریب

بے لطفیاں کرو ہو یہ تسپر غضب ہے اور
احوال پرسی تو نہ کرے تو عجب ہے اور
اب خوب دیکھتے ہیں تو چتونکا ڈھب ہے اور
گذری ہے کب کہانی کہو سو یہ شب ہے اور
اب منہ چھپا جو بیٹھے یہ حسن طلب ہے اور
اپنا یہ جلتے رہنا ہے کچھ اور تب ہے اور
وہ اور کچھ تھا جسسے پیارے یہ اب ہے اور
آنکھیں کہیں ہیں اور سخن زیر لب ہے اور

اسباب مرگ کے تو مہیا ہیں سارے میر
شاید کہ زندگانی کا اپنی سبب ہے اور

مرنے پہ جان دیتے ہین وارفتگان عشق
ہے میر راہ و رسم وبار و فا کچھ اور

چمکی ہو جب سے برق سحر گلستان کی اور
جی لگ رہا ہے خار و خس آشیان کی اور

وہ کیا دل لگی ہو فنا مین کہ رفتگان
منہ کرکے بھی تو سوئے کبھو پھر جہان کی اور

رنگ سخن تو دیکھ کہ حیرت سے باغ مین
رہ جائے ہینگے دیکھکے گل اس فم و ہان کی اور

آنکھین سی کھل ہی جائینگی جو مر گیا کوئی
دیکھا نہ کر غضب سے کسو خستہ جان کی اور

کیا بیخبر ہے رفتن رنگین عمر سے
جوے چمن مین دیکھ ٹک آب روان کی اور

یان تاب سعی کسکو مگر جذب عشق کا
لاوے اسیکو کھینچ کسو ناتوان کی اور

یارب ہو کیا مزا سخن تلخ یار مین
رہتے ہین کان سب کے اسی بدزبان کی اور

یا دل و دیدہ تھی جگہ یا کہ تجھ بغیر
اب دیکھتا نہین ہے کوئی اس مکان کی اور

آیا کسے تکدر خاطر ہے زیر خاک
جاتا ہے اکثر انکو غبار آسمان کی اور

کیا حال ہو گیا ہے ترے غم مین میر کا
دیکھا گیا نہ ہمسے تو ٹک اس جوان کی اور

نئے طور سیکھے نکالے ڈھب اور
مگر اور تھے تب ہوئے ہو اب اور

ادا کچھ ہے انداز کچھ ناز کچھ
تہ دل ہے کچھ اور زیر لب ہے اور

مجھکو قفس مین سنبل و ریحانکی کیا خبر
کہہ اے نسیم صبح گلستانکی کیا خبر
بہنا ہے ایک نشہ انھین جنکو ہوش تھا
ہے زاہدونکو مستی و عرفانکی کیا خبر
سب پوچھتے جو ان سے ... ادھر
اب بعد مرگ قیس بیابان کی کیا خبر
ہے باد دجانے پانو کوئی دولت تو کیا عجب
آئی ہے ہنکو ملک سلیمانکی کیا خبر
دریا ہے ایک شہر غریبان سے تازہ تو
میر اس جوان حال پریشانکی کیا خبر

نہ دیکھی ایک وا شد اپنے دلکی اس گلستان مین
کھلے پانی ہزارون غنچۂ دلگیر بھی آخر
سرو کار آہ لکتا ہے خامہ و کاغذ سے یون رکھے
لکھے ہو انتہا احوال کی تحریر بھی آخر

پھرے ہو باؤلا سا پیچھے ان شہری غزالونکے
بیابان مرگ ہوگا اس چلن سے میر بھی آخر

رہ جاؤن چپ نہ کیونکے برا جیمین مان کر
آؤ بھلا کبھو تو سو جاؤ زبان کر
کتنے ہین چلتے وقت ملاقات ہے ضرور
جاتی ہین ہم بھی جانسے ٹک پکھو آن کر
کیا لطف تھا کہ میکدیکی پشتِ بام پر
سوتے تھے مست چادر مہتاب تان کر
آیا نہ چل کے یان تئین وہ باعثِ حیات
مارا ہو ان نے جان سے ہم کو تو جان کر
ایسی ہے تیر دست ہو خونریز ہمین تو پھر
رکھوگے تیغ جور کی ٹک چند یان کر
یہ بیمروتی کہ نگہ کا مضائقہ
اتنا تو میر یجان نہ مجھسے سیان کر
رنگین گور کرتی شہیدونکی رسم ہے
تو بھی ہماری خاک پہ خون کے نشان کر
رکھتا تھا وقت قتل مرا امتیاز ہا ہے
سو خاک مین ملایا مجھے سب مین سان کر
تم تیغ جور کھینچ کے کیا سوچ مین گئے
مرنا ہے اپنا جیمین ہم آئے ہین ٹھان کر
وہ دن گئے کہ طاقتِ دل کا تھا اعتماد
اب یون کھڑے کھڑے نہ مرا امتحان کر
اس گوہر مراد کو پایا نہ ہمنے میر
پایان کار مر گئے یون خاک چھان کر

اب تنگ ہون بہت مین دوستی ...
لاکھ ہو ہو بیرے جی کا اتنی ہی دوستی ...
جینک شگاف تھی ... سینے ... جا ...
بچتا ہے ہم ... یوسف کا ...
قصہ نہین سنا ... جذبے ... اتنی ...
اب بچا ہون ... جنگل ہی چاہتی ...
ناسازی و خشونت ...

۱۹۹ کلیات میر

ردیف زای

عاشق

[illegible]

عاشق کے اسکو گریۂ خونین کا درد کیا
آنسو نہین ہے آنکھ سے جسکے گرا ہنوز

کیا جانے وہ کہ گذری ہو یارونکی جی پہ کیا
مطلق کسو سے اسکا نہین دل لگا ہنوز

برسون مین نامہ برسے مرا نام جو سنا
کہنے لگا کہ زندہ ہے وہ ننگ کیا ہنوز

گھگھیاتے رات کٹتین یا چھین تو پہٹ گئین
نا واقفِ قبول ہے لیکن دعا ہنوز

کیا کیا کرے ہے حجتین قاصد سے لینے خط
حالانکہ وہ ہوا نہین حرف آشنا ہنوز

سو بار ایکدم مین گیا ڈوب ڈوب جی
پر بحرِ غم کی پائی نہ کچھ انتہا ہنوز

خط سے بیوفائی حسن اسکے آئینہ
ہم سادگی سے کہتے ہین چشمِ وفا ہنوز

سو عقدۂ فرطِ شوق ہی پیش آوے دلکو یان
وان بند اس قبا کے نہین ہوتے وا ہنوز

یان میر ہم تو پہنچ گئے مرگ کے قریب
وان دلبرونکو ہے وہی قصد جفا ہنوز

ہے میرے لوہو رونے کا آثار سا ہنوز
کوچہ کوئی کوئی ہے چمن زار سا ہنوز

کبتک کھنچے گی صبح قیامت کی شام کو
عرصے مین مین کھڑا ہون گنہگار سا ہنوز

مدت ہوئی کہ خون جگر مین نہین ولے
جاتا ہے آنسوؤن کا چلا تار سا ہنوز

سایہ سا آگیا تھا نظر اسکا ایک دن
مبہوت مین پھرون ہون پریدار سا ہنوز

برسونسے گل چمن نے نکالے رنگ رنگ
نکلا نہین ہے ایک رخ یار سا ہنوز

ردیف سین

و چشمک حرف و سخن زیر لبی
کیسے جو ایک د افسون ہو دلدار کے پاس

غ ہونا نظر آتا ہی دلون کا آخر
یہ جو اک خال پڑا ہے ترے رخسار کے پاس

نمودار ہوئے اور بھی دل ٹوٹ گئے
یہ بلا نکلی نئی زلف شکن دار کے پاس

گلزار یہ جائیگے نصیب اپنے کہان
یونہین ہی مریگا قفس کی کبھو دیوار کے پاس

ار کھا کرتے ہو آئینے سی صحبت ہر دم
ٹک کبھو بیٹھو کسی طالب دیدار کے پاس

نکو یون لیتے ہو کھٹکا نہین ہے پاتا
تربیت پائی ہی تمنے کسی عیار کے پاس

و جیسے لگے تنگ شکر کو آکر
خط نمودار ہے یون لعل شکر بار کے پاس

بطرح کفر بندھا ہی گلے اسلام کہان
یون تو تسبیح بھی ہم رکھتے ہین زنار کے پاس

ہم کہتے تھے نہ مل مغبچون سے ای زاہد
ابھی تسبیح دھری تھی تری خمار کے پاس

نارسائی بھی نوشتی کی میر دور رہے کھینچے
اتنی مدت مین نہ پہونچا کوئی خط یار کے پاس

اختلاط ایک تمھین میر ہی غم کش سے نہین
جب نہ تب یون تو نظر آتے ہو دو چار کے پاس

نہین دلکی کچھ اس دلربا کے پاس
رہتی ہو آرسی ہی دھری خود نما کے پاس

یون شب و ہجر تکو غم مین تری جاگتے رہے
ہو آ ہمین جگر سو گرے بیوفا کے پاس

روش کھین ہین جدا دردمند عشق
زنہار یہ کھڑے نہین ہوتے دوا کے پاس

ردیف شین

ردیف شین ۲۰۲

شش جہت بتو تنگ ہی ہم پر	اس سے ہوتے نہ ہم دوچارے کاش
مرتے بھی تو ترے ہی کوچے مین	ملتے یان جاسے گور دارا سے کاش
ان لبونکی گلی سے دل ہے بھرا	چل پڑی بات پیش یار سے کاش

بے اجل میر اب پڑا مرنا
عشق کرتے نہ اختیار سے کاش

کیا کہے کیا رکھین ہین ہم تجھسے یار خواہش	یک جان وصد تمنا یکدل ہزار خواہش
لے ہاتھ مین قفس ٹک صیاد چل چمن تک	مدت سے ہی ہمین بھی سیر بہار خواہش
نے کچھ گنہ ہی دل کا نے جرم چشم اسمین	رکھتی ہی ہمکو تنا بے اختیار خواہش
حالانکہ عمر ساری مایوس گذری تسپر	کیا کیا رکھین ہین اسکے امیدوار خواہش
غیرت سے دوستی کی کسکس سے ہوجے دشمن	رکھتا ہی یار ہی کی سارا دیار خواہش
ہم مہرورز کیونکر خالی ہون آرزو سے	شیوہ بھی تمنا فن و شعار خواہش
اٹھتی ہی موج ہر یک آغوش ہی کیصورت	دریا کو ہی یہ کسکا بوس و کنار خواہش
صد رنگ جلوہ گر ہے ہر جادہ غیرت گل	عاشق کی ایک پاوے کیونکر قرار خواہش
یکبار گی اوسے اس سے امید دل کی	اظہار کرتے کیتک یون بار بار خواہش
کرتے ہین سب تمنا پر میر جی نہ اتنی	رکھے گی مار تم کو پایان کار خواہش

ردیف کاف

قصد حج ہے تو شیخ کو لے چل	کعبے جانے کو یہ ہنر ہے شرط
…ب یعنی کہ دل عجب زر ہے	اُسکے نظارے کو نظر ہے شرط
…ق کے دینے کو چاہے ہے کیا	یاں نہ اسباب نے ہنر ہے شرط

دل کا دینا ہے سہل کیا اے میر
عاشقی کرنے کو جگر ہے شرط

…نہیں ہیں اُس سے نیا کچھ ہم اختلاط	ہوتا تھا اگلے لوگوں میں بھی باہم اختلاط
…گرم میں ملوں تو مجھی سے ملے خنک	اوروں سے تو وہی ہو اُسے ہر دم اختلاط
…یسا ہو کہ شیخ دغا دیوے ہمنشین	ابلیس سے کرے ہو کوئی آدم اختلاط
…گی مجھی سے چلی جاتی ہے خصوص	رکھتا ہو یوں تو یاں سے یک عالم اختلاط

کس طور اتفاق پڑے صحبت اُس سے دیر
ہے میر بید ماغ وقیامت کم اختلاط

ردیف عین

…ہوتے شام کو گر بزم میں آجاوے شمع	ہو خجل ایسی کہ منہ اپنا پھر دکھلائے شمع
…جلے جاتے ہیں بجھتے دیے سے دیکھتے	گر یہی یاں لگا ہو ڈھب تو حیف مجلس وائے شمع
…تین ہوتا ہے قطع زندگانی کا یہ شوق	سر کٹا نیکو گلی میں جمع ہیں گھائے شمع

عشق میں کچھ نہیں دوا سے نفع

ردیف غین

آخر کو بیکاری سے پردہ اُٹھ گیا	افسوس تو نے چھاتی نے ہمنے چھپائی داغ

دلکی گرہ مین غنچہ لالہ کے رنگ میر
سوز دروں سے کچھ نہین ہو اب سوائے داغ

ردیف ف

میلان دل ہو زلف سیہ فام کیطرف	جاتا ہو صید آپ سے اس دام کی طرف
دل اپنا عدل داور محشر سے جمع ہے	کرتا ہو کون عاشق بدنام کی طرف
اس پہلوے فگار کو بستر سے کام کیا	مدت ہوئی کہ چھوٹے ہو آرام کی طرف
یک شب نظر پڑا تھا کہین تو سو اب مدام	رہتی ہو کون چشم تری بام کی طرف
آنکھین جنھو نکی زلف و رُخ یار سے لگین	وے دیکھتے نہین سحر و شام کی طرف
جون چشم یار بزم مین اگلا پڑے ہو آج	ٹک دیکھ شیخ مے کی بھرے جام کیطرف
خارا شگاف و سینہ خراش ایک سے نہین	لیکن نظر نہین ہے تجھے کام کی طرف
دل پک رہے ہین جنکے انھین سے ہمین ہے شوق	میلان طبع کب ہے کسو خام کی طرف

دیکھی ہے جب سے اُس بُت کافر کی شکل میر
جاتا نہین ہے جی ٹک اسلام کی طرف

ردیف قاف

میرجی زرد ہوتے جاتے ہو
کیا کہیں تمنے بھی کیا ہے عشق

ردیف کاف

دیکھی تھی تیرے کانکے موتی کی اک جھپک
یاربِ اشتیاق نکلتا ہے چال سے
طاقت ہو جسکو دلمیں وہ دو چار دن رہے
برسوں ہوئے کہ جان سے جاتی نہیں خلش

جاتی نہیں ہے اشک کے رخسار کی دھمک
ملتے پھرے ہیں خاک میں کسکے لیے فلک
ہم ناتوان عشق نمھارے کمان تلک
تک ہاں گئے تھے آگے مرے وہ پھر پلک

آتے نہ ہاتھ میر کے میت پر کل نماز
تابوت پر تھی اسکے نبیٹ کثرت ملک

صورت اپنی اب نہیں ہے یار کو منظور ٹک
حال میرا شہر میں کہتے رہینگے لوگ دیر
پشت پا مارے ہیں شاہی پر گدا ہے کو عشق
چاہئے کا مجھ سے بے قدرت کا کیا ہے اعتبار
حق تو سب کچھ تھا ہی نا حق جان دی کسو واسطے
منکرِ حسن بتان کیونکر ہو تم اے شیخ میر

پاس جاتا ہوں تو کہتا ہے کہ بیٹھو دور ٹک
اس فسانے کے تئیں ہونے تو دو مشہور ٹک
دیکھو تم یاں کا خدا کے واسطے دستور ٹک
عشق کرنے کو کسو کے چاہیے مقدور ٹک
حوصلے سے بات کرتا کاش کے منصور ٹک
حق ہے اسکے آگے وہ آنکھوں سے ہو معذور ٹک

خاک پر ہے سدا جبین نیاز | اور کوئی ہو جبہ سا گیا خاک

تربت میر پر چلے تم دیر
اتنی مدت مین وان رہا گیا خاک

آ جنگل سے کچھ نہ طوفان اہی چشم گریہ ناک
یون ترود تو ترود ورنہ رو دیا ہے
دلسے آگے ٹک قدم رکھو تو پھر بھی دلبرو
بے گداز دل نہین امکان رونا اسقدر
سوجھنا اپنا کرے کچھ ابر تو ہو مصلحت
سبز ہو روئیسے میرے گوشہ گوشہ دشت کا

موج زن بر سو نسے ہو دریا ہو چشم گریہ ناک
ہر قدم اس دشت مین پیدا ہو چشم گریہ ناک
سیر قابل دیدنی اک جا ہو چشم گریہ ناک
تو کو پہونچو خوب تو پردا ہے چشم گریہ ناک
جوش غم سے جیسے نابینا ہو چشم گریہ ناک
باعث آبادی صحرا ہے چشم گریہ ناک

وے حنائی پا مری آنکھون ہی مین پھرتے ہی میر
یعنی ہر دم اُسکی زیر پا ہے چشم گریہ ناک

سو خونچکان گلی ہین لب سے مری زبان تک
ملنے مین میر گاہی ٹک تن دیا نہ اُس نے
ہر چند مین نے سر پر اس رہ کی خاک ڈالی
ان ہڈیونکا جلنا کوئی ہماسے پوچھو

جی زندہ گیا ہو ظالم اب رحم کر کہان تک
حاضر رہا ہو مین تو اپنی طرف سے جان تک
لیکن نہ پہونچین آنکھین اس پا نو کے نشان تک
لاتا نہین ہے منہ وہ اب میری استخوان تک

ردیف کاف فارسی

اِس بروکمان پرجو قربان ہین ہم
ہمین کونشانا بنانے ہین لوگ

نہ سویا کوئی شور سب سے مرے
قیامت اذیت اٹھانے ہین لوگ

اُن آنکھونکے بیمار ہین میرہم
بجا دیکھنے ہم کو آتے ہین لوگ

ردیف لام

مار بھی آسان ہے دشنام سہل
یار اگر ہے اہل تو ہے کام سہل

جون نگین ہین سے جگر کا دی بہت
کیا نکلتا ہے کسو کا نام سہل

جان دی یارون نے تب آنکھین لگین
کسنے پایا آہ یان آرام سہل

مدعی ہو چشم شوخ یار کا
کیا لگا ہو نہین ہوا بادام سہل

تمنے دیکھا ہوگا بچپن میر کا
ہم کو تو آیا نظر وہ خام سہل

پوشیدہ کیا ہے ہی قدرت نما ہو دل
دیکھے نہ بیتو نہین روز آزمایے دل

ہے تیرہ یہ بیابان گرد و غبار سے سب
دیرا کب دکھائے بے رہنمایے دل

اندوہ غم سے اکثر رہتا ہو نہین مکدر
کیا خاک مین ملی ہو میری صفایے دل

پیش آوے کوئی صورت منہ موڑتی نہین وے
آئینہ سان جنھین ہو کچھ آشنایے دل

غنیمت جان فرصت آج کے دن	سحر کیا جانے کیا ہو سب ہی حاصل
اگرچہ ہم نہین ملنے کے لائق	کسو طرح تو ہمسے بھی بھلا مل
لیا زاہد نے جام بادہ کف پر	بحمد اللہ کھلا عقد انامل
وہی پہونچے تو پہونچے آب ہم تک	نہ یان طالع رسانے جذب کامل
ہوا دل عشق کی سختی سے ویران	ملائم چاہیے تھا یان کا عامل

پس از مدت سفر سے آتے ہین میر
گئین وہ اگلی باتین تو ہے جاہل

ردیف میم

مجھ نہ پوچھو بہک رہے ہین ہم	عشق کی مے سے چھک رہے ہین ہم
سوکھ غم سے ہوئے ہین کانٹا سے	پر دلون مین کھٹک رہے ہین ہم
وقفۂ مرگ اب ضروری ہے	عمر طے کرتے تھک رہے ہین ہم
کیونکہ گرد علاقہ بیٹھ سکے	دامن دل جھٹک رہے ہین ہم
کون پہونچے ہے بات کی تہ کو	ایک مدت سے بک رہے ہین ہم
اُٹھے دیتے کہا تھا بوسۂ لب	اُس سخن پر اٹک رہے ہین ہم
نقش پا سے رہی ہین کھل آنکھین	کسکی یون راہ تک رہے ہین ہم

سرون پہ ہانتھ کبھی تیغ پر کبھو اُسکا | اچھا ایک قسم نہین میرے آشنا کی قسم

جدال دیر کی رہبان سنین کہان تک میر
اٹھو حرم کو چلو اب تمھین خدا کی قسم

اب سوکھی ہی جاتی ہے کشت ہوس ظالم | ای ابر ترا آگر ٹک دھر بھی برس ظالم

صیاد بہار ایکی سب لے ٹو نگا کیا مین ہنین | تک باغ تلک لے چل پھر بھی قفس ظالم

کس طور کوئی تجھسے مقصود کرے حاصل | نے رحم ترے جی مین نے دلمین ترس ظالم

کیون سر چڑھے ناحق ہم بخت سیاہ ہونگے | مت بیچ مین پگڑ لیے یا انکو کھرس ظالم

جون ابر مین روتا تھا جون برق تو ہنستا تھا | صحبت نرہی یون ہی آ ایک دھ برس ظالم

کیا کھوئی ہوئی محل یان کرم حکایت ہے | چل راہ مین کچھ کہنا مانند جرس ظالم

مطلق نہین گنجایش اب حوصلے مین اپنے | آزار کوئی کھینچے یون کب تئین بس ظالم

سر رشتہ ہستی کو ہم دیچکے ہاتھون سے | کچھ ٹوٹے ہی جاتی ہین اب تار نفس ظالم

تا چند رہیگا تو یون داغ غم اس مہ کا
چھاتی تو گئی تیری اے میر جھلس ظالم

محرم سے کسو دیر و ہون کا نہ کلے اب ہم | ہیو جہ غضب ہیگا پوچھین جو سبب ہم

تدبیرین کرین اپنی تن زار زبون کی | افراط سے اندوہ کی ہون آپ مین جب ہم

کچھ ہند ہی میں میر نہیں لوگ جیب چاک
ہے میرے ریختون کا دوانا دکن تمام

بخت سیہ کی نقل کرین کس سے چال ہم	منہدی لگی قدم سے ہوے پائمال ہم
کیونکر نہ اس چمن مین ہون اتنے نڈھال ہم	یان پھول سونگھ سونگھ گئے ہین وصال ہم
ہر گلی مین سیکڑون حسین جا ملیح تھے	یا زلف و خط کو دیکھتے ہین خال خال ہم
گذرے ہے جی مین گہ وہ دہن گاہ وہ کمر	کیا جانین لوگ رکھتے ہین کیا کیا خیال ہم
جاتی نہین اٹھائی یہ اب سرگرانیان	مقدور تک تو اپنے گئے ٹال ٹال ہم
ہو جو کہان ہے گریۂ خونین سے تن کے بیچ	کرتے ہین منہ کو اپنے طمانچون سے لال ہم
وہ تو یہی ہے کہ مرتے ہین سب تیرے طور پر	حور و پری کو جانین کب ہین دوال ہم
گذری ہے سب کی جدائی دلون پہ شاق	منہ نوچ نوچ لے ہین علی الاتصال ہم
منظور سجدہ ہے ہمین اس آفتاب کا	ظاہر مین یون کرین ہین نماز زوال ہم
ظاہر ہوا تھا جیسی بھی ہمارے دم اور ہوش	آئے نہ پھر تمہارے گئے تک بحال ہم
مطلق ہوا نہین ہے کو جی چاہتا نہین	اب تم بغیر آتے ہوئے ہین وبال ہم
نقصان ہوگا اسمین تو ظاہر کہا تھا تلک	ہووینگے جس زمانے صاحب کمال ہم
تھا کیا گمان ملیگا وہ دامن سوار میر	کل راہ جاتے مفت ہوئے پائمال ہم

بھویں آنکھیں نہ ہو سے رہنے لگیں — یہ رنگ اپنا دیکھا مروت سے ہم

نہ مل میر اب کی امیروں سے تو
ہوئے ہیں فقیر انکی دولت سے ہم

کبتک رہینگے پہلو لگائے زمیں سے ہم — یہ درد اب کھینچنگے کسو شانہ میں سے ہم

ملوئیں کتنی کھائی ہیں سجدہ میں سطرح — فریادی ہونگے ٹلکے لہو کو جبیں سے ہم

فتراک تک یہ سر جو نہ پہونچا تو یا نصیب — مدت لگے رہے ترے دامان زیں سے ہم

ہوتا ہو شوق وصل کا انکار سے زیادہ — کب تجھسے دل اٹھاتے ہیں تیری نہیں سے ہم

چھپا جو پشید ستی کرے نور ماہ پر — دیکھے عجب سفیدہ ترے آستیں سے ہم

یہ شوق صید ہو تیرکا دیکھو کہ آپ کو — دکھلایا صید گہ میں لیسار و یمیں سے ہم

تکلیف درد دل کی نگر تنگ ہونگے لوگ — یہ بات روز کہتے رہے ہمنشیں سے ہم

اڑتی ہو خاک شہر کی گلیوں میں اب جہاں — سونا لیا ہے گود میں بھر کر وہیں سے ہم

آوارہ گردی اپنی کھنچی میر طول پر
اب چاہیئنگے دعا کسو عزلت نشیں سے ہم

ردیف نون

مدعی مجھکو کھڑے صاف برا کہتے ہیں — چپکے تم سنتے ہو بیٹھے اسے کیا کہتے ہیں

کوئی بجلی کا ٹکڑا اب تلک ہے
پڑا ہوگا ہمارے آشیانمین

پھرے ہے چھانتا ہی خاک اے میر
ہوس کیا ہے مزاج آسمان مین

نہین تنجال لعل دلربا مین
گہر پہونچا ہم آب بقا مین

غریبانہ کوئی شب روز گریان
ہمیشہ کون رہتا ہے سرا مین

اٹھاتے ہاتھ کیون نومید ہوکر
اگر پاتے اثر کچھ ہم دعا مین

کہے ہے ہر کوئی اللہ میرا
عجب نسبت ہو بندہ مین خدا مین

ہتھیلی مین لگائی اُسنے مہندی
بھری لوہو مین بہنیرون کی جا مین

ادھر جانیکو امد ہے تو ہے لیکن
سبکپائی سی ہے باد صبا مین

بلاتہ دار بجر عشق نکلا
نہ ہمنے انتہا کی ابتدا مین

ملے برسون وہی بیگانہ ہے وہ
ہنر ہے یہ ہماری آشنا مین

اگرچہ خشک ہین جیسے پر کاہ
اڑے ہین میر جی لیکن ہوا مین

مر مر گئے نظر کر اُسکے برہنہ تن مین
کپڑے اُتارے اول جب پہونچے ہم کفن مین

گل پھول سے کب اس بن لگتی ہین اپنی آنکھین
لائی بہار ہم کو زور آوری چمن مین

فردوس ہو نصیب پدر آدمی تھا خوب
تنگ دلکی ہفزار مین جاتی ہین جی چلے
تم دلسے جو گئے سو خرابی بہت رہی
اللہ ری نازکی نہین آتی خیال مین
حالت یہ ہو کہ ہجری دم بدم ہے یان

دلکو دیا نہ اسنے کسو خوش کمر کے تئین
ہر دم طپش سر ہے میرے جگر کے تئین
پھر بھی بساؤ آکے اُس اجڑے نگر کے تئین
کس کسطرح سے باندھتے ہین اس کمر کے تئین
دوا ابتلک بھی آتے نہین تک خبر کے تئین

مدت ہوئی کہ اپنی خبر کچھ ہمین نہین
کیا جانیے کہ میر گئے ہم کدھر کے تئین

کیا کہون دل بخود تو دیر مین آتا ہو نہین
داغ ہون کیونکر نہ مین درویش یا روجب نہ
ہجر مین اُس طفل بازی کوش کے رہتا ہون جب
ہون گرسنہ چشم بیمار خوبان کا بہت
آب سب ہوتا ہون یا کر آپ کو جیسے حباب
ایک جا کب ٹھہرنے دے ہی مجھکو روزگار
ہو کمال عشق پر سیطافی دلکی دلیل
آسمان معلوم ہوتا ہی دردے کچھ آگیا

پھر جو یاد آتا ہو وہ خشیبیکا سا رہجاتا ہو نہین
بوریا پوشون ہی مین وہ شعلہ جو پاتا ہو نہین
جاکے لڑکو نہین تک پتیان دلکو بہلاتا ہو نہین
دیکھیے پر انکے تلوارین گھڑ اکھاتا ہو نہین
یعنی اس تنگ عدم ہستی سے شرماتا ہو نہین
کیون تم اکتائے ہو اتنا آجکل جاتا ہو نہین
جلوہ دیدار کی اب تاب کا لا تا ہو نہین
دور سے آہ کیسا کیسا گھبراتا ہو نہین

بیٹھے سے کسو دل صاف کے حسرت تو جو چڑھے	خوب سا کرکے تامل تو از پانی مین
آتش عشق نے راون کو جلا کر مارا	گرچہ لنکا سا تھا اس دیو کا گھر پانی مین
جوشش اشک مین دل بھی گیا سینے سے	کچھ نہ معلوم ہوا ہائے اثر پانی مین
بردباری ہی مین کچھ قدر ہو گو جی ہو تھا	عود پھر لکڑی ہو ڈوبی نہ اگر پانی مین
چشم تر ہی مین ہے کاش وہ روئے خوش رنگ	پھول رہتا ہو بہت تازہ و تر پانی مین
رو رو کون تو آتش دل شمع نمط بجھتی نہین	مجھکو لیجا کے ڈبو دیوین مگر پانی مین
گریہ وزاری مین بیتابی دل طرفہ نہین	سیکڑوں کرتے ہین پیراک ہنر پانی مین
برگ گل جون گذر آب سے آتے ہین چلے	رونیسے وہ نہین پیر لخت جگر پانی مین
محو کر آپ کو یون ہستی مین اسکے جیسے	بوند پانی کی نہین آتی نظر پانی مین

وہ گہر آنکھ سے جاوے تو تجھے آنسو میر
اتنا رویا ہون کہ ہون تا بہ کمر پانی مین

جوشش اشک سے ہون آٹھ پہر پانی مین	گرچہ ہوتے ہین بہت خوف و خطر پانی مین
مضطرب گریے چلایا ہو درد نہ سارا	دل جنبھا ہو کہ ہے سوختہ تر پانی مین
آب شمشیر قیامت ہے برندہ اسکے	یہ گوارا ہے نہین پاتی ہین ہر پانی مین
طبع دریا جو ہوا آشفتہ تو پھر طوفان ہے	آہ یا لون کو یہ آگندہ نہ کر پانی مین

دل پریشانی مجھو وہی بکھیرے گل کے رنگ	اپکو جون غنچہ کیونکر آہ مین یکجا کرون
ایک چشمک ہی چلی جاتی ہو گل کی بیری	یعنی بازار جنون مین جاؤن کچھ سودا کرون
خوار تو آخر کیا ہے گلیو نمین تونے مجھے	تو سہی اے عشق جو تجکو بھی مین رسوا کرون
خاک آڑانا اشک فشان آن نکلو نمین تو پھر	دشت کو دریا کرون بستی کے تئین صحرا کرون
کعبے جانیسے نہین کچھ شیخ مجکو اتنا شوق	چال وہ بتلا کہ مین دلمین کسو کے جا کرون

اب کی ہمت صرف کر جو اس سے جی اچھے ٹھرا
پھر دعا لے میر مت کر یو اگر ایسا کرون

گیا کو فتین اٹھائین ہجرانکی درد و غم مین	ٹرپا ہزار نوبت دل ایک ایک دم مین
گو قیس منھ کو نوچے فرہاد سر کو چیرے	یہ کیا عجب ہو ایسے ہوتی ہین لوگ ہم مین
اہل نظر کسو کو ہوتی ہے محو مبت	آنکھو نکے اندھی ہم تو مدت رہے حرم مین
کلفت مین گذری ساری مدت تو زندگی کی	آسودگی کا منھ اب دیکھین گے ہم عدم مین

کرتے ہین میر ملکر واعظ سے جبس دم کا
کیا یہ بھی آگئے ہین اس پوچ گو کی دم مین

عشق مین جی کو صبر و تاب کہان	اس سے آنکھین لگین تو خواب کہان
بیکلی دل ہی کے تماشا تھی	برق مین ایسے اضطراب کہان

دیکھے ہین کیا کیا ڈھلکتے اشک میر
بیٹھے موتی سے پروتے عشق ہین

کرتے ہین جو کہ جبین ٹھانے ہین
خوبرو کسکی بات مانے ہین

ہین تو خوبان کو جانتا ہی ہون
پر مجھے یہ بھی خوب جانے ہین

جا ہمین اُس گلی ہین گر رہنا
ضعف و بے طاقتی بہانے ہین

پوچھ اہل طرب سے شوق اپنا
وے ہی جانے جو خاک چھانے ہین

اتنا افسردگی ہی ہے ہر آن
وے نہ ہم ہین نہ وے زمانے ہین

قیس و فرہاد کے وہ عشق کے شور
اب مرے عہد مین فسانے ہین

دل پریشان تھمین تو خوش رہو لوگ
عشق مین جنکے جی ٹھکانے ہین

مشک و سنبل کہان وہ زلف کہان
شاعرون کے یہ شاخسانے ہین

عشق کرتے ہین اُس پریرو سے
میر صاحب بھی کیا دوانے ہین

اپنا اُس جنس کے ہین ہم بھی خریدار ونہین
پگڑی جا بکی جسکے لیے بازار ونہین

باغ فردوس کا ہو رشک وہ کوچہ لیکن
آدمی ایک ہین اُسکے ہوادار ونہین

ایک بھی ان وہ برے حال مین آیا نہ کبھو
لوگ اچھے تھے بہت یار کی بیمار ونہین

ردیف ی

۲۱۸

اس خدنگ بلا کہ بچا دل نہین رہے	اس گوشہ گیر سے دم آئے ہین ناک مین
ابکی جنون مین فاصلہ شاید نہ کچھ رہے	دامن کی چاک اور گریبان کی چاک مین

کیسے لطافت اُس تن نازک کی میر کیا
شاید یہ لطف ہوگا کسو جان پاک مین

محمل نشین ہین کتنے خدام یار مین یہان	لیلیٰ کا ایک ناقہ سو کس قطار مین یہان
سُن شور گل قفس مین دل داغ سب ہوا	کیا پھول گل کھلے ہین اُنکی بہار مین یہان
کب وکشی ہو میری رو نہین اتر جہے	دریا بھرے ہین ایک ایک دامن کے تار مین یہان
تم تو گئے دکھا کر تک برق سے جھمکے	آیا بہت تفاوت صبر و قرار مین یہان
ہم مر گئے ولیکن سوز درون وہی ہے	ایک آگ لگ اٹھی ہو کنج مزار مین یہان
ہجران ہر گھڑی ہو سو سو برس تعب ہے	روز شمار یار وہ ہو کس شمار مین یہان

جن راتون میر ہم کو رونے کا مشغلہ تھا
رہتا تھا بحر اعظم سو تو کنار مین یہان

آج ہمارے گھر آیا تو کیا ہو یان جو نثار کرین	الا کھینچ بغل مین تجکو دیر تلک ہم پیار کرین
خاک ہوئے برباد ہوئے پامال ہوئے سب محو ہوئے	اور شدائد عشق کی کیسے ہم ہوا اظہار کرین
زرد رخ رونا ہر دم کا شاہد واجب ایسا ہون	چاہت کا انصاف کرو تم کیونکر ہم انکار کرین

کیا کیا تامل اس فکر مین گیا گھل
ہوتا ہی گرم گیا تو اے آفتاب خوبی
بیرسے جھلکتے جھلکتے بہو پنچا ہون خاک تک مین

سمجھا نہ آپکو مین کیا جانیے کہ کیا ہون
یک آدھ دم ہین مین تو شبنم نمط ہوا ہون
وہ سرکشی کہان ہی اتو بہت دبا ہون

مجکو بلا ہے وحشت اے میر دور اس سے
جاگہ سے جب اٹھا ہون آشوب سا اٹھا ہون

چمن پیر مہر کا مطلق اثر نہین
عاشقی کے بیچ ستم دیکھتا ہی لطف
شب ہوئی زمانہ مین جو پھر ہوا نہ دو
ہر چند ہمکو مستوفی سے صحبت رہے ہی لیک
کا گلشت اپنی طور پہ سو تو خوب یان
کیا ہو جی حرف زن گذر دوستی سی آہ
آنکھین تمام خلق کی رہتی ہین اسکی اور
ہین سب کہ خون ہی بہا تا اشک چشم

کیا جانیے کدھر کو گیا کچھ خبر نہین
مرجانا آنکھین موندکے یہ کچھ ہنر نہین
گیا اے شب فراق تجھی کو سحر نہین
دامن ہمارا ابر کے مانند تر نہین
شائستہ پریدن گلزار پر نہین
خط لیگیا کہ راہ مین پھر نامہ بر نہین
مطلق کسو کو حال پہ میرے نظر نہین
زانو تو گر بکا ہے یہی تو جگر نہین

جا کر شراب خانے مین رہتا نہین تو پھر
یہ کیا کہ میر جمعہ ہی کی رات گھر نہین

ثابت ہوا ہے سارے خلق سے خون کا سزاوار درمیان
حاجت نہیں جو آئے یہ تلوار درمیان
آیا کرے دماغ کے اعضا میں بھی فتور
ظاہر ہے قتل میں کیا انہیں سروار درمیان
بازار میں دکھائی ہے کبک سے خوش خرامیان
جبتک نہیں ہے ہیں خریدار درمیان

ان دلبرونکی آنکھ نہین جاے اعتماد		جبتک ہین یہ چاہیے پیش نظر رہین
فردا کی فکر آج نہین مقتضاے عقل		کل کی بھی دیکھ لیوینگے کل ہم اگر رہین

تیغ و تبر رکھا نہ کرو پاس میر کے
ایسا نہو کہ آپ کو ضائع وہ کر رہین

دلکو لکھون ہون آہ وہ کیا مدعا لکھون		دیوانون کو جو خط لکھون تبلاؤ کیا لکھون
کیا کیا لقب ہین شوق کے عالم مین یار کے		کعبہ لکھون کہ قبلہ اُسے یا خدا لکھون
حیران ہو میرے حال مین کہنے لگا طبیب		اس دردمند عشق کی مین کیا دوا لکھون
وحشت نے دو تنکو نامہ لکھون ہون نہ کسطرح		مجنون کو اسکے حاشیے پر مین دعا لکھون

کچھ روبرو ہوئے پہ جو سلجھے تو سلجھے میر
جی کے الجھنے کا اُسے کیا ماجرا لکھون

جیسے ہو اسکی ابروے خمدار درمیان		رہتی ہو میرے خلق کی تلوار درمیان
برپا ہوا ہجوم سے یک حشر تازہ وان		آیا جہان کہین قدم یار درمیان
اس کام جا نہین ہم مین ہوا ہے حجاب چشم		یون ہے آہ کب تئین دیوار درمیان
سو بار اس سے فتنے جہان مین اٹھے ولے		دیکھی نہ ہمنے وہ کمر یک بار درمیان
کیا کہیے آہ جسکو قیامت ہے انتظار		آتا نہ کاش وعدۂ دیدار درمیان

کھینچی نہ پانی اسکی تو تلوار میان
پیدا ادب سے قطرہ قطرہ خون ہے درمیان
دیکھین چمن جو سینہ پر داغ ہین درمیان
مارا گیا عشق میں گنہگار درمیان
ابر کی جون سے پیچ گریبان کا ذکر کیا
کیجے بھی جو رہا ہو کوئی تار درمیان
کہتے دونون سے میر کا نالہ نہین سنا
شاید نہین ہے اب وہ گرفتار درمیان
اتفاق ایسا ہے کہ دھتے ہی سدا رہتے ہین
ایک عالم مین ہین ہم پہ جدا رہتے ہین

۲۲۰

یہی تلوار کہ ہاں الجھے ہوئے ہین سیل بلا
پیش رکھا آوے ہم اس سر کو جہین جا رہتے ہین
کام آتا ہے میر کیسی ان ہو ٹھوکرون سے
ہائے اب ہوے ہین سب کو جا رہتے ہین
دشت مین گرد وہ اسکی اٹھی جیدھر سے
وحشی و طیر آنکھین ادھر ہی کو لگا رہتے ہین
کیا تری گرمی بازار کہین خوبی سے
سیکڑون آن کے یوسف سے بکا رہتے ہین

[illegible]

تم تو پھر اب یتو پھر کہ چلے ہو گل لیکن
دل کی خواہش ہو کسی کو تو کہی دل کی نہین

خاک یان چھانتے ہین کیونکہ پھر و دلکی لیے
دم زدن مصلحت وقت نہین اے ہمدم

شیخ کے آنے ہی کی دیر ہے میخانہ ہمین پھر
ہمسے تاکس تو بہت پھرتے ہین جی دینے والے

تونے بھی گرد رخ سرخ نکلا خط سبز
جنت نے عقل کی سر رشتے کیے گم سارے

تو کہ گردن تئین یان کوئی لہو مین بیٹھے

بیکل ایسا ہو ہا نب تو یہ بیمار کہان
اب بھی جنس بہت ہو یہ خریدار کہان

ایسا پہونچے ہو ہم پھر کوئی غمخوار کہان
جیمین کیا کیا ہے مرے پر لب اظہار کہان

سبحہ سجادہ کہان جبہ و دستار کہان
زخم تیغ اسکے اٹھانیکا سزاوار کہان

باغ شاداب جہانمین گل بیخار کہان
اب جو ڈھونڈھو تو گریبانمین کوئی تار کہان

ہاتھ اٹھاتا ہے جفاسے وہ ستمگار کہان

ڈوبا لوہو مین پڑا تھا ہمگی پیکر میر
یہ نہ جانا کہ لگی ظلم کی تلوار کہان

اے مجھسے تجکو سو ملے تجھسا نپایا ایک مین
عالم کی مین نے سیر کی مجکو جو خوش آیا سو تو

بیہوش غم ہو بھی مین یون ہر تر روتے بھی مین
تھے سب کو دعوے عشق کا لیکن نہ ٹھہرا کوئی بھی

سو سو کہین تو نے مجھے منھ پر نہ لایا ایک مین
سب سے رہا محفوظ تو تجکو نہ بھایا ایک مین

چشم جہان آشوب سے دریا بہایا ایک مین
دانستہ اپنی جانسے دلکو اٹھایا ایک مین

حکایت ۲۲۱

گہ نسیم صبا ہے گاہ سموم
شور ہے ترک شیخ کا لیکن

اس چمن مین ہوائین کیا کیا ہین
چپکے چپکے دعائین کیا کیا ہین

منتظر دیدۂ قصر دل اے میر
شہر تن مین بھی جائین کیا کیا ہین

فراق آنکھ لگنے کی جا ہے نہین
گلہ عشق کا بد و خلقت سے ہے
محبت جہان کی تھا ان ہوچکی
دکھایا کیے یار اس رخ کا سطح
وہ کیا کچھ نہین حسن کے شہر مین
چمن محو اس دے خوش کا ہے سب

پلک سے پلک آشنا ہے نہین
غم دل کو کچھ انتہا ہے نہین
کچھ اس روگ کی بھی دوا ہے نہین
کبھین آرسی کو حیا ہے نہین
نہین ہے تو رسم وفا ہے نہین
گل تر کی آب و ہوا ہے نہین

نہین دیر اگر میر کعبہ تو ہے
ہمارا کوئی کیا خدا ہے نہین

دل لیکے کیسے کیسے جھگڑے مچائے ہین
گھبرانے لگتی یان ہین کر رک کے تہین جانہین
کیا قدر تھی سخن کی جب یہان بھی صحبتین تھین

بدوضع یان کے لڑکے کیا خوش معاملے ہین
کرتے ہین جو وفائین ان ہی کے حوصلے ہین
ہر بات جائزہ ہے ہر بیت پر صلے ہین

شب آنکھوں سے دریا سا بہتا رہا
انھیں نے کنارے لگایا ہمیں

ہمارا نہین تم کو کچھ پاس رنج
یہ کیا تمنے سمجھا ہے آیا ہمیں

لگی سر سے جون شمع پا تک گئی
سب اس داغ نے آہ کھایا ہمیں

جلین پیش و پس جیسے شمع و پتنگ
جلا وہ بھی جسنے جلایا ہمیں

ازل مین ملا کیا نہ عالم کے تئین
قضا نے یہی دل دلایا ہمیں

رہا تو تو اکثر الم ناک میر
ترا طور کچھ خوش نہ آیا ہمیں

کیا عبث مجنون پے محمل ہے میان
یہ دوانا یا و لا عاقل ہو میان

قند کا کون اسقدر مائل ہو میان
جو ہے اُن ہونٹھون ہی کا قابل ہو میان

ہمنے یہ مانا کہ واعظ ہے ملک
آدمی ہونا بہت مشکل ہے میان

چشم ترکی خیر جاری ہے سدا
سیل اس دروازیکا سائل ہے میان

مرنیکے پیچھے تو راحت سچ ہے لیک
بیچ مین یہ واقعہ حائل ہے میان

دلکی پامالی ستم ہے قہر ہے
کوئی یون دلتا ہے آخر دل ہے میان

آج کیا فردا ے محشر کا ہراس
صبح دیکھین کیا ہو شب حائل ہی میان

دل تڑپتا ہے بہین کیا جانیے
کس شکار انداز کا بسمل ہے میان

ہو تم جو میری جیتری فرط شوق وصل
آئینے پر سے تک نہیں اٹھتی تری نظر
رنگ و بو تو دلکش و دلچسپ ہین کمال
تیر ستم کا تیری ہدف کب تلک رہون
اُٹھے تو آنکھین موندیہا نہین ادھر وان

کیا جانو دل کسو سے تمھارا لگا نہیں
اس شوق کس کے منھ سے تجھے کچھ حیا نہیں
لیکن ہزار حیف کہ گل مین وفا نہیں
آخر جگر ہے لوہے کا کوئی توا نہیں
یک دھ دن مین دیکھیے یان کیا ہو کیا نہیں

اٹھتے ہو میر و یرے تو کہیے چل رہو
معلوم کاہے کو ہو تمھارے خدا نہیں

ردیف ت ۲۲۴

کیا کہین آتش ہجران سو گلے جاتے ہین
گوہر گوش کسو کا نہین جی سے جاتا
یہی مسدود ہے کچھ راہ وفا ورنہ ہم
بار حرمان و گل و داغ نہین اپنے ہی ساتھ
حیرت عشق مین تصویر سے رفتہ ہی رہے
بھر کے کوفت جو کھینچے ہین انھین سے پوچھو
یاد قد مین ترے آنکھو نسے بہے ہین جو مین
دیکھین پیش آوے ہے کیا عشق مین اب سنبل

چھاتیان سلگین ہین ایسی کہ جلی جاتی ہین
آنسو موتی سے مرے منھ پہ ڈھلے جاتے ہین
سب کہین نامہ و پیغام چلے جاتے ہین
شجر باغ وفا پھولے پھلے جاتے ہین
ایسے جاتے ہین جو ہم بھی تو چلے جاتے ہین
دل لیے جاتے ہین جی اپنے لیے جاتے ہین
گر کسو باغ مین ہم سرو تلے جاتے ہین
ہم بھی اس راہ مین سرگاڑے چلے جاتے ہین

ردیف واو

میرے اور یار آج اک خوش کمر کو	قدرت سے اسکے دل کی کل پھیر دے ادھر کو
بیطاقتی میں شب کی پوچھو نہ ضبط میرا	ہاتھوں نہیں دلکو رکھا دانتوں تلے جگر کو
پھولا پھلا نہ اب تک ہرگز درخت خواہش	برسوں ہوئے کہ دوں ہوں خون دل اس شجر کو
ہے روزگار میرا ایسا ہی یکہ یارو	مشکل ہے فرق کرنا ٹک شام سے سحر کو
ہر چند ہے سخن کو تشبیہ در سے لیکن	باتیں مری سنو تو تم پھینک دو گہر کو
نزدیک ہو کہ جاویں ہم آپ سے اب آؤ	ملتے ہیں جو دوستوں سے جاتے ہوئے سفر کو

کب میر ابر ویسا برساوے گر اندھیری
جیسا کہ روتے ہمنے دیکھا ہے چشم تر کو

نہ مائل آرسی کا وہ سراپا درد ہوگا تو	نہو گلچین باغ حسن ظالم زرد ہوگا تو
یہ پیشہ عشق کا ہے خاک چھنوائیگا صحرا کی	ہزار اے بیوفا جوں گل چمن پرورد ہوگا تو
غبار اٹھنے لگے گا تیری اس نازک طبیعت سے	بسان گرد باد آخر بیابان گرد ہوگا تو
علاقہ دل کا لکھوائیگا دفتر یا تجھ سے میر کے	تجرد کی جریدو مین قلم سا فرد ہوگا تو

نہ اک دم صبح تک بھی آنکھ لگنے دیگا دل جلنا
یہی پھر میر سا سرگرم آہ سرد ہوگا تو

نہ میرے باعث شور و فغان ہو	ابھی کیا جانیے یہان کیا سمان ہو
یہی مشہور عالم ہین دو عالم	خدا جانے ملاپ اس سے کہان ہو
جہان سجدہ ہین ہم نے غش کیا تھا	وہین شاید کہ اُسکا آستان ہو
ہنوے وصف اُن بالونکا مجھ سے	اگر ہر مو مرے تن پر زبان ہو
جگر تو چھن گیا تیرون کے مارے	تمھاری کس طرح خاطر نشان ہو
نہ دل سے جا خدا کی تجھکو سوگند	خدائی مین اگر ایسا مکان ہو
تم اے نازک تمنا ہو کے رب کے	تمنائے دل و آرام جان ہو
ملے ٹک اب کہ اوسنے مار ڈالا	کہے جو کوئی گر جی کے امان ہو

قطعہ

سنا ہے چاہ کا دعوے تمھارا	کہو جو کچھ کہ چاہو مہربان ہو
کنارا یون کیا جاتا نہین پھر	اگر پاس محبت درمیان ہو

ہوئے ہم پیر سو ساکت ہین اب میر
تمھاری بات کیا ہے تم جوان ہو

مت سگِ یار سے دعوائے مساوات کرو	اس کنے بیٹھنے پاؤ تو مباہات کرو
صحبت آخر ہے پیارے نہ کرو پھر افسوس	متصل ہو سکے تو ہم سے ملاقات کرو

دل دکھتا ہے درد دل میرا
لکھنے بیٹھون تو خط ترسل ہو

جو مجھ بادہ کشی کے عرش مین تو
جبکہ قلقل سے شیشے کے قل ہو

بھر بیٹھنے کی جا نہین یہ چمن
بوے گل ہو صفیر بلبل ہو

دیوانے کی مت ہلا زنجیر
کہین ایسا نہو کہ پھر غل ہو

منکشف ہو رہا ہے حال میر
کاش ٹک یار کو تامل ہو

سب حال سے بیخبر ہین یہان تو
برہم زدہ شہر ہے جہان تو

اس تن پہ نثار کرتے لیکن
اپنی بھی نظر مین ٹھہرے جان تو

برباد نہ دے کہین سراسر
رہتی تھین شمع سان زبان تو

کیا اسکے گئے ہے ذکر دل کا
ویران پڑا ہے یہ مکان تو

کیا کیا نہ عزیز خوار ہونگے
ہوتے دو اسے ابھی جوان تو

کھنچنے لگے منہ تمھارے لیکن
صحبت کا اسے بھی ہو دہان تو

کیا اس سے رکھین امید بہبود
پھرتا ہے خراب آسمان تو

یہ طالع نارسا بھی جاگین
سو جاے ٹک اسکا پاسبان تو

مست تربت میر کو مٹاؤ
رہنے دو غریب کا نشان تو

جنبش بھی اسکے آگے ہونٹھون کو ہو تو کہیو
وہ نغروں ہی ہین سب کے ہو گا مکان ہو کا

ہم خدا ستم ہین نم نا سور تو ہوتے
زلف اور خال و خط کا سودا نہین ہوا اچھا

یاران رفتہ ایسے کیا دور تر گئے ہین
بازاری سارے وہی کہتے ہین ازنہ بیٹھے

یون اپنے طور پر تم باتین بہت بنالو
سُن کہو کان رکھکر یہ بات بستی والو

ہر ایک دو کو یون ہی للہ مار ڈالو
یاروبے تو سر سے جلد اس بلا کو ٹالو

ٹک کر کے تیز گامی اس قافلے کو جالو
جنکو ہمین کہا ہے تم منہ سمت نکالو

یون رفتہ اور بیخود کب تک رہا کروگے
تم اب بھی میر صاحب اپنے تئین سنبھالو

اتنا کہا نہ ہمسے تمنے کبھو کہ آؤ
یہ چاند کے سے ٹکڑے چھپتے نہین چھپائے

دو چار تیر یار و اس سے بھلی ہے دوری
ہو شرم آنکھ مین تو بھاری حجاز سے ہی

آب تے ہو تو آؤ ہر لحظہ جی گھٹے ہے
تھی سحر یا نگہ تھی ہم آپ کو تھے بھولے

یار گئی سو گذری جی بھر بھر آتی ہین کیا

کاہیکو یون کھڑے ہو وحشی سے بیٹھ جاؤ
ہر چند اپنے منہ کو برقع مین تم چھپاؤ

تم کھینچ کھینچ محکو اس پلے پر نہ لاؤ
مت کر کہ شوخ چشمی آشوب سا اٹھاؤ

پھر لطف کیا جو آکر آدھا بھی تم بناؤ
اس جا دو گر کو گویا پھر بھی تنک کھاؤ

آئندہ میر صاحب دل مت کہین لگاؤ

یار و خصوصیت تو رہی اپنی اسکے ساتھ
آشفتہ و حواس پریشان خراب حال

میر اکہو جو حال تو اس سے جدا کہو
دیکھو مجھے تو خبطی دیوانہ سڑا کہو

کب شرح شوق ہو سکے پر تو بھی میر جی
خط تمنے جو لکھا اسے کیا کیا لکھا کہو

رکھے گردن کو تری تیغ ستم پر ہو سو ہو
قطرہ قطرہ اشکباری تا کجا بیش سحاب

جیمین ہمنے یہ کیا ہے اب مقرر ہو سو ہو
اک دن تو ٹوٹ پڑے دیدۂ تر ہو سو ہو

بند ہیں ناز و نعم ہو کے رہے کیونکر فقیر
یہ فضولی ہو فقیر ہمین میسر ہو سو ہو

آگے کوچے سے ترے جانا ہو کیا ان پر اب
تیر باران ہو کے برسے تیغ یکسر ہو سو ہو

صاحبی کیسی جو تمکو بھی کوئی تم سا ملا
پھر تو خواری بیوقاری بندہ پرور ہو سو ہو

کبتلک فریاد کرتے یوں پھرین اب قصد ہی
داد لیجے اپنی اس ظالم سے اڑکر ہو سو ہو

بال تیرے سر کے آگے تو جیون کے ہین وبال
سر منڈا اگر ہم بھی ہوتے ہین قلندر ہو سو ہو

سخنبان دیکھین تو ہمسے چند کھچا تا ہو عشق
دلکو ہمنے بھی کیا ہے اب تو پتھر ہو سو ہو

کہتے ہین ٹھہرا ہے تیرا اور رغیبوں کا لگاؤ
ہین شریک اے میر ہم بھی تیرے ہتیر ہو سو ہو

جون غنچہ میر اتنے نہ بیٹھے رہا کرو
گل پھول دیکھنے کو بھی ٹک اٹھ چلا کرو

جی مین تو ہے کہ دیکھیے آوارہ میر کو
لیکن خدا ہی جانے وہ گھر مین ہویا نہو

ملتفت ہوتا نہین ہے گاہ تو
مجھسے کتنے جان سے جاتے رہے
بیخودی رہتی ہے اب اکثر مجھے
اُسکے دل مین کام کرنا کام ہے
فرش ہین آنکھین ہی تیری راہ مین
جی تلک تو منہ نہ موڑین تجھسے ہم
کاہش دل بھی دوچندان کیون نہون
داغ ہی کیا کی ہے یون ہی چاہیے

کس قدر مغرور ہے اللہ تو
کسکی میت کے گیا ہمراہ تو
حال سے میرے نہین آگاہ تو
یون فلک پر کیون نہ جاے آہ تو
آہ ٹک تو دیکھ کر چل راہ تو
گر جفا و جور خاطر خواہ تو
آنکھ مین آوے نہ دو دو ماہ تو
اے زہے تو آفرین و واہ تو

میر تو تو عاشقی مین کھپ گیا
مت کسی کو چند روز اب چاہ تو

عنایت ازلی سے جو دل ملا مجکو
تنک شراب ضعیف الدماغ ہو ساقی
پڑا ہے کوئی مرداسا کب تلک خاموش

محل شکر ہے آتا نہین گلا مجکو
دم سحر مے پُرزور مست پلا مجکو
ہلا کہین لب جان بخش کو جلا مجکو

گلی میں اُسکے رہا جاے جو کوئی سورہا
لب سوال نہ اک بوسے کے لیے کھولون
زمانہ یار نہیں اپنی بخت سے اتنا
جفا و جور و ستم اُسکے آپ ہی سہیے
ہزار موسم گل تو گئے اسیر میں

وہی نصیب جاوے ہو دان جس کسو کی آئی
ہزار مہر و محبت میں بے نوائی
کہ مدعی سے اُسے ایک دن لڑائی ہو
جو اپنے حوصلے میں کچھ بھی بے سمائی ہو
دکھائی دی ہو ہوئے ہی پے بے ہائی ہو

چمکتے دانتوں سے اُسکے ہوئی ہے روکش میر
عجب نہیں ہے کہ بجلی کی جگہ ہنسائی ہو

ہوتی کچھ عشق کی غیرت بھی اگر بلبل کو
ہیں نے سر اپنا دھنا تھا بھی اس شوخ کی جیب
مستی اُن آنکھوں سے نکلی ہے اگر دیکھو خوب
جیسے ہوتی ہو کتاب ایک ورق میں ناقص

صبح کی یاد سے لگ لگنے نہ دیتو گل کو
پگڑی کی پیچ سے باندھا تھا اٹھا کا گل کو
خلق بدنام عبث کرتی ہے جام مل کو
نسبت شام اسی طور سے خبر سے کل کو

ایک لحظے ہی میں بل سارے نکل جاتے میر
پیچ اس زلف کے دیتے تجھے دکھا سنبل کو

اسیری سے بچیں تو دیکھینگے گلشن کبھو
ہم بھی اک امید پر اس صید گہ میں ہیں پڑے

تھا ہمارا بھی چمن میں اے صبا مسکن کبھو
کتنے ہیں آتا ہوا دھر وہ شکار افگن کبھو

ردیف الہای ہوز

یاد جب آتی ہے وہ زلف سیاہ	سانپ سا چھاتی پہ پھر جاتی ہے آہ
کھل گیا منھ اب تو اس محبوب کا	کچھ سخن کی بھی نکل آویگی راہ
شرم کرتے تھے مرا سر کاٹ کر	سو تو تونے اور ٹیڑھی کی کلاہ
یار کا وہ ناز اپنا یہ نیاز	دیکھیے ہوتا ہے کیونکر یوں نباہ
دین میں اس کافر بے رحم کے	اجر اک رکھتا ہے خون بے گناہ
پتھروں سے سینہ کوبی میں نے کی	دل کے ماتم میں مری چھاتی سراہ
مول لے چک مجکو آنکھیں موند کر	دیکھ تو قیمت ہے میری اک نگاہ
لذتِ دنیا سے کیا بہرہ ہمیں	پاس ہے رنڈی و لے ہے ضعف باہ
روٹھ کر کیا آپ سے ملنے میں لطف	ہووے وہ بھی تو کبھو ٹک عذر خواہ
ضبط بہتیرا ہی کرتے ہیں و لے	آہ اک منھ سے نکل جاتی ہے گاہ
اُسکے رونے رفتہ ہی آئین ہیں یاں	آج سے تو کچھ نہیں یہ جی کی چاہ
دیکھیے بہتے دھو کے اُس رخسار کے	دابہ منھ دھوتی جو کیسے ماہ ماہ

شیخ تونے خوب سمجھا میر کو
واہ واہ اے بے حقیقت واہ واہ

ہمسے کیوں الجھا کرے ہو آ سمجھے نا سمجھ	کج طبیعت جو مخالف ہیں انھوں سے جا سمجھ

بندگی درد دل کو کوئی نہین پہونچتا	ہر ایک کی حقیقت یان ہے خدا رسیدہ
کیا وسوسہ ہے مجکو عزت ہے جیسے کا یان	نکلا نہ میرے دل سے یہ خار نا خلیدہ
ہم کاڑھ کر جگر بھی آگے تمھارے رکھا	پھر یا نصیب اس پر تم جو ہوئے کبیدہ
سائے سے اپنی وحشت ہمکو رہی ہمیشہ	جون آفتاب ہم بھی کیسے رہے جریدہ
منظور کی نظر تھی جو دار کی طرف سے	پھل وہ درخت لایا آخر سر بریدہ

ذوق سخن ہوا ہے انبوہ بہت ہمین بھی
لکھ لینگے **میر** جی کے کچھ شعر چیدہ چیدہ

لطف کیا ہر کسو کی چاہ کے ساتھ	چاہ وہ ہے جو ہو نباہ کے ساتھ
وقت کڑھنے کے ہاتھ دل پر رکھ	جان جاتی رہے نہ آہ کے ساتھ
عشق مین ترک سر کئے ہی بنے	مشورت تو بھی کر کلاہ کے ساتھ
ہو اگر چند آسمان پہ ولے	نسبت اُس مہ کو کیا ہے ماہ کے ساتھ
سفری وہ جو مہ ہو اتا دیر	چشم اپنی تھی گرد راہ کے ساتھ
جاذبہ تو ان آنکھون کا دیکھا	جی کھنچے جاتے ہین نگاہ کے ساتھ

میر سے تم بُرے ہی رہتے ہو
کیا شرارت ہے خیر خواہ کے ساتھ

وصل اسکا خدا نصیب کرے
میر دل چاہتا ہے کیا کیا کچھ

پھرتی ہین اُسکی آنکھین آنکھون تلے ہمیشہ
رہتا ہو آب دیدہ یان تا گلے ہمیشہ

تسبیح ایک دن ہووے تو کوئی کھینچے
تڑپے جگر ہمیشہ چھاتی جلے ہمیشہ

اک اس مغل بچے کو وعدہ وفا نہ کرتا
کچھ جا کہین تو کرتا آرے بلے ہمیشہ

لب تنک وفا کرینگا یون حوصلہ ہمارا
دربیشی دردا کثر غم جی ملے ہمیشہ

اس جسم خاکی سے ہم مٹی مین اٹ رہے ہین
یون خاک مین کہانتک کوئی رہے ہمیشہ

آیندہ ورو ندہ باد سحر کیو تر
قاصد نیا اُدھر کو کبتک چلے ہمیشہ

مسجد مین چلکے ملیے جمعے کے دن بنے تو
ہوتے ہین میر صاحب وان دن ڈھلے ہمیشہ

دو کہنے مین رہا ہو غم سے گر احوال کچھ
جان بلب ہتے ہین پر کہتے نہین ہین حال کچھ

بے زری داغ ہین لیکن لبون پر مُہر ہے
کہیے حاجت اپنی لوگون سے جو دے ہون مال کچھ

ہم کو مشکل دل پر آرزو نے کر دیا
یاس کلی ہو چکی تو پھر نہین اشکال کچھ

دل ترا آیا کسو کے پیچ مین جو سدھ گئی
متصل بکھری رہا کرتے ہین منھ پر بال کچھ

ہو ہی تلک اس داغ مین ہین مبتلا
کیا بلا ہے جان ہو میر تمھارا حال کچھ

ایکدن کنج قفس مین ہم کہین جا ئینگے
بیکلی گل بن سب رہتی ہو اکبی سال کچھ

کیا اُس تشبار کے لونڈے کا اتنا شوق میر
نہ چلی ہو دیکھکر اوسکو تمھاری رال کچھ

۲۳۵

ردیف یا

کسکو لائے کہ نہ لوہو مین ڈبایا اسکو
جان کے ساتھ ہی آخر مرض عشق گیا
اُسنے چھوڑی نہ طرح جور و جفا کی ہر گز
سجدہ اک صبح تیرے در کا کرون اس خاطر
آگ سی پھکتی ہی دن رات رہا کی تیمین

اُسکے شمشیر کی جدول بھی بہا کیا کیا کی
جی بھلا تک نہ ہوا ہمنے دوا کیا کیا کی
ہمنے یون اپنی طرف سے تو وفا کیا کیا کی
مین نے محراب مین راتون کو دعا کیا کیا کی
جان غمناک ترے غم مین جلا کیا کیا کی

میرنے ہونٹھون سے اُسکے نہ اٹھایا جی کو
خلق اوسکے تئین یہ سنکے کہا کیا کیا کی

کب تلک حوال یہ جب کوئی تیرا نام لے
ناتوانی سے اگر مجھ مین نہین ہے جی تو کیا
پہلو سے عاشق نہ بستر سے لگے تو ہے بجا
اب دل نالان پھر اُس زلف سیہ مین جاچکا
شاخ گل تیری طرف جھکتی جو ہے اے مست ناز
دل کی آسایش نہین امکان زلف یار مین
عزت اے پیر مغان کچھ چاہیونکی ہی ضرور
کیا ملا مفتی کا لونڈا سر چڑھا ہے اندنون

عاشق بیحال دونون ہاتھ سے دل تھام لے
عشق جو چاہے تو مرد بیسے بھی اپنا کام لے
دلسے آفت ہو بغل مین جسکے کیا آرام لے
آج یہ بیمار دیکھین کسطرح سے شام لے
چاہتا ہو تو بھی میرے ہاتھ سے اک جام لے
یہ شکار مضطرب ہو دم نہ زیر دام لے
آئے ہین تیرے کنے ہم جامۂ احرام لے
آو ہے گویا کہ مجھ پر قاضی کا اعلام لے

۲۳۸

بیٹھیں ہیں جو دیکھو تو دریای روانھیں ہیں
لاتے نہیں ہو مطلق سر تم فرد خدا سے
کوئی تو ماہ پارہ اس بھی رواق میں ہے
لگ کر گلے نہ سوے اس منھ پر منھ نہ رکھا
بیتابی ہو دلونکو بیخوابی سے شبوں کو
آفاق میں جو ہوتے اہل کرم جو سنتے
جل کیجیے اب تو بہتر مانند برق خاطف

جوش و خروش پہ تھے تب ہم لگے کنارے
بے ناز خوبرویاں بندے ہیں ہم تمھارے
چشمک زنی میں سکو یوں ہی نہیں ہیں تارے
جی سے گئے ہم آخر ان حسرتوں کے مارے
آرام و صبر دونوں مدت ہوئی سدھارے
ہم برسوں رعد آسا بیتاب ہو پکارے
جوں ابر کسکے آگے دامن کوئی پسارے

ہمنے تو عاشقی میں کھویا ہے جان کو بھی
صدقے تمھیں سر جی کے وے ڈھونڈھتے ہیں وارے

اس باغ بے ثبات میں کیا دل صبا لگے
حرص و ہوس سے باز رہے دل تو خوب ہے
تلخ اتنا اپنے جی کو بھی لگتی ہو اس نمط
کسکو خبر ہے کشتنی تنہا ہونگے حال کی
ایسے لگے پھرے ہیں بہت سایے کے روش
وہ ہی چمن فروز تو بلبل ہے سامنے

کیا کیا نہال دیکھتے یاں پانوں آ لگے
ہو قہر اس گلی کے تئیں گر ہوا لگے
جیسے کسو کے زخم پہ تیز اک دوا لگے
تختہ مگر کنارے کوئی بہکے جا لگے
جانے دے ایسے حور پری سے بلا لگے
گل ایسے منھ کے آگے بھلا کیا بھلا لگے

ہر کوئی اس مقام میں دس روز
اپنی نوبت بجائے جاتا ہے

مل گئی بات تھی سو اک پر
تو وہی منہ چھپائے جاتا ہے

یاں ملیتھیں نکل گیا وان غیر
اپنی ٹکی لگائے جاتا ہے

روئیے کیا دل وجگر کے تئیں
جی بھی یاں پر تو ہائے جاتا ہے

کیا کیا ہے فلک کا میں کہ مجھے
خاک ہی میں ملائے جاتا ہے

بیٹھیں کچھ ہے انکے تئیں ہر گام
عرق شرم آئے جاتا ہے

قطعہ

جائے غیرت ہے خاکدان جہان
تو کہاں منہ اٹھائے جاتا ہے

دیکھ سیلاب اس بیابان کا
کیسا ہی سر کو جھکائے جاتا ہے

وہ تو بگڑے ہے میر سے ہر دم
اپنی سی یہ بنائے جاتا ہے

میں جان بلب تھے ہم دوری تیاں سے
ہوئے ہیں پھر کے یار وہ کی خدمت کے یاں سے

تصور کے سے طائر خاموش رہتے ہیں ہم
جی کچھ اچٹ گیا ہے اب نالہ و فغاں سے

جیسا کو بڑھتی ہو گلی تب جانب گلستاں
رکھتے تھے چھیڑ میری خاشاک آشیاں سے

کیا خوبی اسکے منہ کی اے غنچے نقل کریے
تو تو نہ بول ظالم بو آتی ہے وہاں سے

چلتا نہیں ہے دل پر کچھ اسکے بس وگرنہ ہم گو ہنوں جہانمیں آخر جہان تو ہوگا		عرش آہ عاجزون سے اکثر ہلا گیا ہے تو نے بدی تو کی ہو ظالم بھلا کیا ہے

	ہے منھ پہ میر کے کیا گرد ملال تازہ یہ خاک مین ہمیشہ یو نہین رُلا کیا ہے

کیا تن نازک ہی جان کو بھی حسد جس تن پہ ہے گرد حیب اٹھنی ہو اک حسرت سے رہ جاتے ہین دیکھ کثرت پیکان سے میرے ہو گئی ہیبت ہے اور کون یون اے نازک رعنا ترے فتراک تھا سر اٹھانیکی نہین ہو ہمکو فرصت عشق مین نوحہ کر کر مجھکو دکھلایا غم دل نے نذان ہو چکا رہنا مرا بستی مین آخر کب تلک خرمن گل سے لگے ہین وریسے کوڑون کے ڈھیر دی پھرین بلبلین الٹ دیتی ہین صیف اکا آئین		کیا بدن کا رنگ ہی تہ جسکی پیراہن پہ ہے وحشیان دشت کی آنکھ اس شکار افگن پہ ہے اب شرف دلکو ہمارے پارۂ آہن پہ ہے خون سے گل کاری عجب اک زین کے دامن پہ ہے ہر دم اک تیغ جفا ہے تازہ یان گردن پہ ہے شیون اب موقوف یارو اکثر کشیون پہ ہے نالۂ شب سے قیامت روز مرد و زن پہ ہے تو ہو روئیسے ہمارے رنگ اک گلخن پہ ہے اب لڑائی بند مین سب اس سیہ پلٹن پہ ہے

	تو تو کہتا ہے کہ مین نے اسطرف دیکھا نہین خون ناحق میر کا یہ کسکے پھر چیتون پہ ہے

قطعہ

ہوئے بھی ہمکو صورت نہ آ دکھائی	وقت اخیر اچھا منہ کو چھپا کے بیٹھے
دولت نہیں ہوئے جب دل داغ ہو گیا تب	یعنی کہ عاشقی میں ہم گھر جلا کے بیٹھے
جو کفر جانتے تھے عشق بتان کو وہ ہی	مسجد کے آگے آخر قشقہ لگا کے بیٹھے
شور تماشا ہو بی اس شوخ کا بلا تھا	بازاری سب دکانین اپنی بڑھا کے بیٹھے
کیا اپنی اور اُسکی اب نقل کریے صحبت	مجلس سے اٹھ گیا وہ ٹک ہم جو آ کے بیٹھے
کیا جانے تیغ اسکی کب ہو بلند عاشق	یون چاہیے کہ سر کو ہر دم جھکا کے بیٹھے

قطعہ

پھولونکی سیج پر سے جو بیدماغ اٹھے	مسند پہ نازکی کے جو تیوری چڑھا کے بیٹھے
کیا غم اُسے زمین پر بے برگ و ساز کوئی	خار و خسک ہی کیون نہ برسون بچھا کے بیٹھے

وادیِ قیس سے پھر آئے نہ **میر** صاحب
مرشد کے ڈھیر پر دے شاید کہ جا کے بیٹھے

ہمیں قتل گہ سے ترا اختیار ہے	پر جا نہیں جو گئی ہیں سو رہ پر غبار ہے
ہم پاس آ گئے سو اکھی کہسان گئے	مدت ہوئی کہ اپنا ہمیں انتظار ہے
اس وعدۂ وصال سے کم دی مجھے فریب	آگے ہی مجکو تیرا بہت اعتبار ہے
اس سے طائر قدسی نہ کر سکے	اُس ترک صید بند کا وہ تو شکار ہے

جیتے رہینگے کیونکر ہم اے طبیب نادان
لائق ترے نہین ہے خصمی خبر لیکین

ہر چند ہیر خوبان سر مسجد و نہین مارے
ہن آہ دل کار کنا بیجا نہین ہمارا

اپنے سخن کی اُس سے کسطور راہ نکلی
بیمار ایسے لیتیر مطلق دوا نہ پہونچے

وہ باز کیون کہ آوے جبتک سزا نہ پہونچے
پیر اُنکے دامنون تک دست دعا نہ پہونچے

کیا حال ہووے اُسکا جسکو ہوا نہ پہونچے
خط اسطرف نجاوے قاصد کو کیا نہ پہونچے

وہ میر شاہ خوبی پھر قدر دو را اسکی
درویش بینوا کی اُس تک صدا نہ پہونچے

کرتا ہے کب سلوک وہ اہل نیاز سے
یون کب ہمارے آنسو پونچھین ہین تو نی شوخ

خاموش رہ سکے نہ تو بڑھ کر بھی کچھ نہ پوچھ
اب جا کسو درخت کے سائے مین بیٹھیے

یہ کیا کہ دشمنو نہین بے مجھے ستانے لگے
مانند شمع دیکھے ہی پڑتے ہین اتنو اشک

گفتار ہے سکیے کبر سے بےدنقار ناز سے
دیکھا کبھو ادھر مژہ نیم باز سے

سر شمع کا کٹے ہے زبانِ دراز سے
اسطور پھرئیے کب تئین بے برگ و ساز سے

کرتے کسو کو ذبح بھی تو امتیاز سے
کچھ جلتے جلتے ہوگئے ہین ہم گداز سے

شاید کہ آج رات کو تھے میکدے مین میر
کھیلے تھا ایک مغبچہ مہر نماز سے

کیا رنگ و بو و باد سحر سب ہین گرم آہ
گیا ہے جو اس چمن مین ہی ایسی چلا چلی

تو دو قدم جو راہ چلا گرم اے نگار
مہندی کفک کی آگ دلون مین لگا چلی

فتنہ ہے اسی شہر مین برپا ہزار جا
تلوار اسکی چال یہ کیا ایک جا چلی

یہ جور و سرکشی تھے کہان آگے عشق مین
تجہ سے جفا و میر سے رسم وفا چلی

[illegible] کرن جانیوالے کسطرح گھر کے ترے
گاڑ دیوین کاش مجکو بیچ مین در کے ترے

[illegible] گل کیون نہ چھپکے اپنی آنکھون مین لگین
دیکھنے والے ہین ہم تو رنگ احمر کے ترے

[illegible] بے پروبالی سے اپنی گو کہ بلبل تو ہی چپ
یاد ہین سب کے تئین وے چہچہے پر کے ترے

[illegible] کا آیا تجھے کیا یاوے ہم حیران ہین
ڈھونڈھنے والے جو ہین اس شوخ اکثر کے ترے

[illegible] اسکو حیف کھا کر سب مجھے کہنے لگے
وائے تو گھر مین بھی اطوار دلبر کے ترے

[illegible] تر ہوتے ہین تو گل سے بھی ہے نازک نہال
صبح اوٹھتے ہین بچے جو پھول بستر کے ترے

مشک عنبر طبلہ طبلہ کیون نہو گیا کام ہے
ہم دماغ آشفتہ ہین زلف معنبر کے ترے

[illegible] ہمین وہ طاقت کہان جو ہجر مین سنبھلے رہین
اب ٹھہرتے بھی نہین ہیہات ان تک سر کے ترے

[illegible] پسینے سی جو ہین بلبل کے دل پر کس لئے ہین
یون تو اے گل ہین ہزارون آشنا پر کے ترے

[illegible] کون آب زندگی پیتا ہے یہ زہر اب چھوڑ
خضر کو ہنستے ہین سب مجروح خنجر کے ترے

قطعہ

جگر سب جل گیا لیکن یان لبی نہین اپنی
سبادا اس آتشین خو کو مخالف کچھ لگا دیوے

کوئی بھی میر سے دلریش سے یون ور پھرتا ہے
ٹک اس درویش سے مل چل کہ تجھکو کچھ دعا دیوے

کیا خور ہو طرف یار کے روشن گہری سے
میزان چمن ہو وین برابر ترے کیونکر
ہشیار کہ ہے راہ محبت کی خطرناک
ایک آن نہین سعنائیان تیری تو ہین سو سو
زنجیر تو پانو نمین لگی رہنے ہمارے
جب لب ترے یاد آتے ہین آنکھون سے ہمارے

ماتا ہے حضور اسکی چراغ سحری سے
لگتا ہے ترے سائے کو بھی ننگ پری سے
مارے گئے ہین لوگ بہت بیخبری سے
کب جمدہ برائی ہوئی اس عشوہ گری سے
کیا اور رہو رسوا کوئی آشفتہ سری سے
تب ٹکڑے نکلتے ہین عقیق جگری سے

عشق آنکھون کے نیچے کیے کیا میر چھپے ہے
پیدا ہے محبت تری مژگان کی تری سے

کچھ کرو فکر مجھ دیوانے کی
دل کا اس گنج لب سے وے ہین نشان
وہ جو پھرتا ہے مجھسے دور ہی دور
تیز یون ہین نہ تھی سب آتش شوق

دھوم ہے پھر بہار آنے کی
بات لگتی تو ہے ٹھکانے کی
ہے یہ تقریب جی کے جانے کی
تھی خبر گرم اسکے آنے کی

قطعہ

گل کہتے ہین اس بستی مین میر جی مشتاقانہ ہوے
تجھسے کیا ہے جان کی دشمن وے بھی محبت کھتے تھے

باریک وہ کمر ہے ایسی کہ بال کیا ہے
دل ہاتھ جو نہ آوے اسکا خیال کیا ہے

جو بیکلی ہے ایسی چاہت گلو نکی اتنی
کیا جانے ہمصفیر و تو اب کی سال کیا ہے

پہونچا ہم علاقہ اے عزیمتی کسو سے
کرنا معاش اکیلی اتنا کمال کیا ہے

آغاز تو یہ ہے کچھ روتے ہین خون ہر دم
کیا جانے عاشقی کا یار و مآل کیا ہے

پامال راہ اسکے کیا کیا عزیز دیکھے
آئی نہ جب سمجھ مین گردونکی چال کیا ہے

وہ سیم تن ہونگا تو لطف تن پرا سکے
سوجی گئے تھے صدقے اک جان مال کیا ہے

سرگرم جلوہ اُسکو دیکھے کوئی سو جانے
طرز خرام کیا ہے حسن و جمال کیا ہے

قطعہ

مین بیٹھا اٹھا بوسے کو اُن لبون کے
ہر دم صدا یہی تھی وے گذروٹال کیا ہے

پرچپ ہی لگ گئی جب ان نے کہا کہ کوئی
پوچھو تو شاہ جی سے انکا سوال کیا ہے

گہ آپ مین نہین ہو گہ منتظر کہین تو ہو
کچھ آپ میر جی تھارا ان روزون حال کیا ہے

جیسے اندوہ محرم عشق کبتک دل سے لگے
عید سی ہو جاے اپنے ہان لگے جو تو گلے

ناز و چشم و سیہ ماغی اسطرف سب ہین و ے
دیکھ گل کو تمک کہ ہر یک سر چڑھا لیتا ہو یا ن
کانپتا ہوں مین تو تیرے ابروؤنکے خم ہوئے
اشک پے در پے چلے آتے تھی چشم زار سے

کچھ کسو بھی طور کی رنجش بھلا ادھر سے ہے
اس سے پیدا ہو کہ عزت اس چمن مین زر سے ہے
قشعریرہ کیا مجھے تلوار کی کچھ ڈر سے ہے
ہر نگہ کا تار ما نا رشتہ گوہر سے ہے

باولے ہی ہین پڑا پاتے ہین جب تب تجکو میر
کیا خفا اے خانمان برباد کچھ تو گھر سے ہے

گلشن مین چمن بو سے وہ بلبل تجکو جا دی ہے
نہین تک بیٹھنے دیتے تم اپنی بزم مین ہمکو
رہائی چنگل باز فلک سے مجکو مشکل تھی
لگی ہین اپنی قدر خن گر ر کھو آنے بتاؤ نہین
طپش سے رنگ اڑا جاوے قلق سے جان گھبراوے
در گلزار مت از صبح وا ای باغبان بت گر
کوئی صورت نہین اس گھر سے اب تیرے نکلنے کی
مجھے منظور کیا ہے زلف و خال و خط خوبان سے
لکھی دیوان اس وادی مین گمراہی کے باعث ہے

سپاس ایزد کے کہ جسنے کہ یہ ڈالی نوادی ہے
مروت رسم تھی مدت کی سو تمنے اٹھادی ہے
ہر یہ بند چڑیا کے سے ہولے نے چھڑا دی ہے
کہین کیا اور بھی دل کے لگانیکی منادی ہے
دیا ہے دل الٰہی ہمکو یا کوئی بلا دی ہے
اڑا لیتی ہو مٹی بھی صبا اک چو بادی ہے
قیامت کی ہو جن نے آرسی تجکو دکھا دی ہے
خدا نے دیکھنے کی لت سے آنکھونکو لگا دی ہے
سلیم الطبع کو تو پاؤ نو نکا ہر نقش ہادی ہے

...خیال نہ کیوں ایسے ماہ طلعت کا	اندھیرے گھر کا ہمارے وہی اجالا ہے
...ونکہت کہتے ہین ہوتی ہے راہ آپسمین	طریق عشق بھی عالم سے کچھ نرالا ہے

ہزار بار گھڑی بھر مین میر مرتے ہین
انھون نے زندگی کا ڈھب نیا نکالا ہے

...مہر و وفا ہے وہ کیا رسم وفا جانے	الفت سے محبت سے مل بیٹھنا کیا جانے
...ل ٹھہرکے ہی جا لے کچھ تنجا نسے کعبے کو	اس راہ مین پیش آوے کیا ہمکو خدا جانے
...مجھو رخ اپنا تو اپنی ہی مین ہر ساعت	صورت ہی جو کچھ دلکی سو تیری بلا جانے
...کچھ نیدھی نہ تھی اس باغ مین کیھ گذری ہے	جو زخم جگر اپنے جون غنچہ چھپا جانے
...یا سینے کو جلنے کو ہنس ہنس مین کے اڑاتا ہون	جب آگ کوئی گھر کو اسطور لگا جانے
...ین ٹہی بھی لیجاؤن دروازے کی اسکے تو	اس درد محبت کی جو کوئی دوا جانے
...نے تئین بھی کھانا خالی نہین لذت سے	کیا جانے ہوس پیشہ چکھے تو مزا جانے
...ون شہر مین تیری آرزو ڈہوندے ہین	تب جانیے جب کوئی اس ڈھب سے منا جانے
...یا جانون رکھو روز بادار و پیو شب کو	کردار وہی اچھا تو جسکو بھلا جانے

آگاہ نہین انسان اے میر نوشتے سے
کیا چاہیے ہے پھر جو طالع کا لکھا جانے

کوئی ہو دل کھنچے جاتے ہیں اُدھر
مرو نہیں اُسمیں پارہ جاؤں جیتا
صبا اُدھر گل اُدھر سرو اُدھر
تماشا کردنی ہے داغ سینہ
ہزاروں اُن نے ایسی کی ادائیں
جگر افسوس کی ہے بعد چندے

فضولی ہو تجسس یہ کہ کیا ہے
یہی شیوہ مرا مہر و وفا ہے
اسیکے باغ میں اپنو ہوا ہے
یہ پھول اس تختے میں تازہ کھلا ہے
قیامت ہے جیسے ایک اسکی ادا ہے
ابھی تو دل ہمارا ابھی بجا ہے

قطعہ

جو چپکے ہوں کیے چپکے ہو کیوں تم
سخن کریے تو ہوئے حرف زن یوں
کہو جو کچھ تمھارا مدعا ہے
بس اب منھ موندلے میں نے سنا ہے

قطعہ

کب اُس بیگانہ خو کو سمجھے عالم
نہ عالم میں ہے نے عالم سے باہر
اگرچہ یار عالم آشنا ہے
یہ سب عالم سے عالم ہی جدا ہے

لگا میں گرد سر پھرنے تو بولا
تمھارا میر صاحب سر پھرا ہے

دیوانگی میں گاہ ہنسے گاہ رو چکے
وحشت بہت تھی طاقت دل ہائے کھو چکے

کلیات میر ۲۴۹

جیکو بچار کھینگے تو جائینگے بہر حشر مین
ہر چند میر صاحب قبلہ ہین منکرے

دل شتاب بزم عشرت سے اٹھایا چاہیے
ایکدن تہ کر بساط ناز جایا چاہیے

قیامت اوج پر کل گئے پایے زمین
دل خس و خاشاک گلشن سے لگایا چاہیے

خانہ ساز دین جو ہے واعظ سو یہ خانہ خراب
اینٹ کی خاطر جسے مسجد کو ڈھایا چاہیے

کام کیا بال ہما سے چتر شہ سے کیا غرض
سر پر اک دیوار ہی کا اسکے سایا چاہیے

ا پر خانقہ والے بہت مغرور ہین
مست ناز ادھر اُس سے یکبار لایا چاہیے

کیا یون ہی ہین پڑے رہیگا سائیکی ہوس
اپنے ہونے ایکی موسم گل کا آیا چاہیے

ستم تازہ کہ اپنی ناکسی پر کر نظر
جن سے بگڑا چاہیے اُنسے بنایا چاہیے

ہی نہین رہتا ہو ٹک ناچار ہمکو اسکی اور
گرتے پڑتے ضعف مین بھی روز جایا چاہیے

کاہ برقع پوش ہو گہ مو پراگندہ کرو
تمکو ہمسے منہ بہر صورت چھپایا چاہیے

وہ بھی تو ٹک سست و تیغ اپنے کی جاتی قدر میر
زخم سارے ایک دن اسکو دکھایا چاہیے

عشق مین ذلت ہوئی خفت ہوئی تہمت ہوئی
آخر آخر جان دی یارون نے یہ صحبت ہوئی

عکس اس بے دید کا تو متصل پڑتا تھا صبح
دن چڑھے کیا جانون آئینے کی کیا صورت ہوئی

ہو سکتی ہیں سیدہ پلکیں کہیں نہ دیکھی
جب تو نے زبان چھوڑی تب کا ہے کا عرفہ ہے
دل جا ہے جوں رنگ شبنم نے کہا گل سے
حنظ سیم زمانہ بھی ہمنے بھی لکھا اسکو
رنگ گل و بوی گل ہوتے ہیں ہوا دونوں

آنکو بنے رکے ہے کب دریا جو بہا چاہے
بے صرفہ کہیں کیوں نہ جو کچھ کہ کہا چاہے
اب ہم تو چلے یا نسے رہ تو رہا چاہے
نہ دل کی لکھے کیونکر عاشق جو لکھا چاہے
کیا قافلہ جاتا ہے جو تو بھی چلا چاہے

ہم میر ترا مرنا کیا چاہتے تھے لیکن
رہتا ہے ہوئے بن کب جو کچھ کہ ہوا چاہے

ردیف ی ۲۵۰

انکھڑیونکو اسکی خاطر خواہ کیونکر دیکھیے
گرچہ زردی رنگ کی بھی جبر ہی ہے وے
ابکی گل ہم بے پرنکے اور جتیکان ہے زور
آتے ہو جب جہان یان آنکھوں میں آتے ہوا
اشک بر سرخی ابھی ہے ہو تو آگے ہمنشین
دیر و کعبے سے بھی ٹک چپکی نہ چشم شوخ یار
پہر ہے یوں سجدہ گہ کی کنج میں تو حسن کیا
برسوں گذرے خاک ملتے منہ پر آئینے کی طور

سو طرف جب دیکھ لیجے تب ٹک ادھر دیکھیے
منھ مرا دیکھو ہو کیا یہ کوفت جی پر دیکھیے
اور دل اپنا بھی جلتا ہے بہت پھر دیکھیے
دیکھیے ہمکو تو یوں بیمار مضطر دیکھیے
رنگ لاوے کیسے کیسے دیدۂ تر دیکھیے
شوق کی افراط سے تا چند گھر گھر دیکھیے
عشق جب ہو تب گلے کو زیر خنجر دیکھیے
کیا غضب ہو آنکھ اٹھا کر ٹک تو ادھر دیکھیے

قطعہ

گہ سرگذشت آن فرہاد کی نکالے | مجنون کا گاہ قصہ بیٹھا کہا کرے ہے

ایک آفت زمان ہے یہ میر عشق پیشہ

پردے مین سارے مطلب اپنے ادا کرے ہے

یار بن تلخ زندگانی تھی | دوستی مدعی جانی تھی

سو سے اسکے ہوا گئی نہ کبھو | عمر برباد یو نہین جانی تھی

لطف پر اسکے ہمنشین مت جا | کبھو ہم پر بھی مہربانی تھی

ہاتھ آتا جو تو تو کیا ہوتا | برسون تک ہمنے خاک چھانی تھی

شیب مین فائدہ تامل کا | سوچنا تب تھا جب جوانی تھی

میرے قصے سے سب کی گئین نیندین | کچھ عجب طور کی کہانی تھی

عاشقی جی ہی لے گئی آخر | یہ بلا کوئی ناگہانی تھی

اس رخ آتشین کی شرم سے رات | شمع مجلس مین پانی پانی تھی

پھر سخن نشنوی ہے ویسے ہی | رات ایک آدھ بات مانی تھی

کوئی قاتل سے بچ کے نکلا خضر | اسی مین اوسکی زندگانی تھی

فقر پر بھی تھا میر کے ایک رنگ | کفنی پہنے سو زعفرانی تھی

۲۵۱

مشتاق ہم جو ایسے سو ہم ہی گئے پردا
ہو پر غبار عالم جاناہے یا نسے اچھا

کل باغمین گئے تھے روئے چمن چمن ہم
جانان کی وہ سی آنکھین جس لتس کی لگ رہی ہین

جب اسطرفسے نکلے تب منہ کو اپنے ڈھ
اس خاکدا ن مین ہکر کیا کوئی خاک پھ

کچھ سرو مین جو پائے انداز اس ع
رفتہ ہین لوگ سارے یان یاؤنکے نشا

خمیازہ کش رہی ہے اے میر شوق سے تو
سینے کے زخم کے کہ کیونکر رہین گے ٹانکے

برسون ہوئے گئے ہوئے اس مہ کو بام سے
تڑپے اسیر ہونے جو ہم یک اٹھا غبار

دنبال ہر نگاہ ہے صد کاروان اشک
محو اس ہان تنگ کے ہین کوئی کچھ کہو

یوسف کے پیچھے خوار زلیخا عبث ہوئی
لڑکے ہزار جھولی مین پتھر لیے ہین ساتھ

وہ ناز سے چلے تو کہین حشر ہو چکے
جھک جھک سلام کرنیسے سرکش ہوا وہ اور

دے دن گئے کہ رات کو یک جا معاش تھی

کاہش مجھے جو ہے وہی ہونی ہو سنام
سوجھا نہ ہم کو دیر تلک چشم دام

برسے ہے چشم اپنی بی دھوم دھام
رہتا ہے ہمکو عشق مین کام اپنے کام

کب صاحبی ہی ہو ل ایسے غلام سے
مجنون پھرا ہے کاہیکو اس ازدحام سے

پھر بحث آپڑیگی اسیکے خرام سے
ہو بیٹھے نا امید جواب سلام سے

آتا ہے اب تو ننگ اسے میر نام سے

...نہ چرخ نیلی پہ انجم کی چشم شوخ
اس قصر مین لگا جو ہو کیا لاجورد سے

کس سے جدا ہوئے ہین کہ ایسے ہین دردمند
منہ میر جی کا آج نہایت ہی زرد ہے

...کہاں دھوم جو دیکھے گئے چشم تر سے
ابر کیا کیا اٹھے ہنگامے سے کیا کیا برسے

...برافروختہ وہ بت جو ہے احمر سے
آگ نکلی ہے تماشے کے تئین تیھر سے

...ب کچھ اچھا نہین برہم زدن مژگان کا
کاٹ ڈالیگا گلا اپنا کوئی خنجر سے

...نوشتے ہین کہ یون سوکھ کے مر رہیے ہمین
استخوان تن پہ نمودار ہین سب مسطر سے

...گو دس کی زبان ہم بھی تبان کھنچتے ہین
بات کو طول نہین دیتے خدا کے ڈر سے

...نے جو چلے ہے کبھو وہ فتنہ خرام
شہر مین شور قیامت اٹھی ہر ہر گھر سے

...شق کے کوچہ مین پھر پاؤن نہین رکھنے کو ہم
ابکی ٹل جاتی ہے کلول یہ اگر سر پر سے

...کی کس سے توقع غلطی اپنی سمجھی
کہین دلداری ہوئی بھی ہو کسو دلبر سے

...چہ یار ہے کیا طرفہ بلا خیز مقام
آتے ہین فتنہ و آشوب چلے اودھر سے

سانحہ سونا جو گیا اُسکا بہت دل تڑپا
برسون پھر میر بہ پہلو نہ لگے بستر سے

...ل پیر مرشد ہو مجھے ہو اعتقاد اس سے
فراموش آپ کو کرنا محبت مین ہے یاد اس سے

وہ گئے تھے جا کر ابھی تو اس گلی مین سے پکار
چپکے چپکے میر جی تم اٹھ کے پھر کدھر چلے

غیر نے دیکھ جس جا یہان کو گھر بنی ہے
ہین دل گداز جسکے کچھ چیز مال وے ہین
شب جوش غم سے جسدم لگتا ہو دل تڑپنے
یان ہر گھڑی ہماری صورت بگڑتی ہو گی
ٹک رک کے صاف طینت نکلی ہو اور کچھ ہو
ہو شعبدہ کے فن مین کیا دست میکشو نکا
نکلے ہے صبح ہی یہان صندل ملے جبین کو
سائے کیو نکے اے دل ہو جائیگی تلافی
ہر یک سے ڈھب جدا ہے سارے زمانہ کا بھی
برسون لگے رہے ہین جب مہر و مہ کی آنکھیں

پردے مین چشم ڈھکنے دیوار و در بنی ہے
ہوتی ہین ملتفت تو پھر خاک زر بنی ہے
ہر زخم سینہ اس دم یک چشم تر بنی ہے
چھڑ ہو وان انھونکا دود دپہر بنی ہے
پانی گرہ جو ہووے تو پھر گہر بنی ہے
زاہد انھونکا جا کر آدم سے خر بنی ہے
عالم مین کام کسکا بے دردسر بنی ہے
صحبت ہماری اسکی ٹک بھی اگر بنی ہے
بنتی ہے جس کسو کی یک طور پر بنی ہے
تب کوئی ہم سا صاحب صاحب نظر بنی ہے

یاران دیر و کعبہ دونون بلا رہے ہین
اب دیکھین میر اپنا جانا کدھر بنی ہے

یک عمر دیدہ ہاے ستمدیدہ تر رہے
آخر کو پھوٹ پھوٹ بھی ...

جون قافلہ نثار ہمین آکے اتر رہے
لاکھوں ہمارے دیکھتے گھر بار سے گئے
اتنا کچھو تو ناز سے دکھلائی دے بھی جا
دروازے کی ہے اور کہانتک نظر رہے

ہو گئی کملائے جاتی ہو نزاکت ہائے رے
ہاتھ لگتے میلی ہوتی ہو لطافت ہائے رے

یار بے پروا و مفتر اور ہیں بے اختیار
بیش کچھ جاتی نہیں منت سماجت ہائے رے

سختی کھینچی کوہکن نے قیس نے رنج و تعب
کیا گئی برباد ان یاروں کی محنت ہائے رے

شور اٹھتا ہو جو ہوتی جلوہ گر ہو ناز سے
بیچ قد کا بلا آفت قیامت ہائے رے

خانقہ والی ہم کچھ تنہا نہیں الفت میں خوار
کیسوں کیسوں کی گئی ہے مفت عزت ہائے رے

عشق میں افسوس سا افسوس اپنا کر چکے
زیر لب کہتے ہیں ہم ایک مدت ہائے رے

رتبہ تجھے ہی گے ہے قابل یار کی ترکیب میر
واہ واری چشم وابرو قد و قامت ہائے رے

رشتہ کیا ٹھہریگا یہ جیسے کہ مو نازک ہے
چاک دل پلکوں سے مت سی کہ مو نازک ہے

شاخ گل کا ہیکا اس لطف سے پچکے ہو کہیں
لاگ والا کوئی دیکھے تجھے تو نازک ہے

چشم انصاف سے رفیع کو اٹھا دیکھو اسے
گل کے منھ سے تو گئی پر وہ رو نازک ہے

لطف کیا دیکھو نہیں نقش حصیر درویش
بوریا پوشوں سے پوچھو تو یہ تو نازک ہے

بیڑا کھاتا ہے تو آتا ہو نظر پان کا رنگ
کسقدر ہائے رے وہ جلد گلو نازک ہے

گل مجھکر نہ کہیں بیکلی کرنے لگیو
بلبل اس لالہ خوشرنگ کی خو نازک ہے

رکھی تا چند خیال اس سر پر شور کا میر
دل تو کا پناہی کرے ہو کہ سبو نازک ہے

ہین پانوٴن اُسکے نازک گل برگ سے بچا ہے
یون خاک منہ پہ ملکر گنبک پھرا کرے ہین
اے کاش قصہ میرا ہر فرد کو سنا وے
ترک بتان کا مجھسے لیتے ہین قول یونہین
عاشق کو مرگئے ہی بنتی ہے عاشقی ہین

عاشق جو رہگذر ہین آنکھو نکے نیئن بچھاوے
یارب زمین پھٹے تو یہ رو سیہ سماوے
تا دل کسو سے اپنا کوئی نہ یہان لگاوے
کیا الٹے ہاتھ اٹھاوٴن گو اسمین جان نہ جاوے
کیا جان جسکی خاطر شرمندگی اٹھاوے

جیمین بگڑ رہا ہے تب میر چپ ہو بیٹھا
چھیڑو ابھی تو کیا کیا باتین بنا کے لاوے

تجھ کنے بیٹھے گھٹا جاتا ہے جی
یونتو مردیسے پڑے رہتے ہین ہم
ہاے اُسکے شربتی لب سے جدا
ایکی اوسکی راہ ہین جو ہو سو ہو
کیا کہین ہمنے کہ اُس شعلہ بغیر
عشق آدم مین نہین کچھ چھوڑتا
اٹھ چلے پر اُسکے غش کرتے ہین ہم
آنہین پھرتا وہ مرنے وقت بھی

کاہشین کیا کیا اٹھا جاتا ہے جی
پر وہ آتا ہے تو آ جاتا ہے جی
کچھ تبا سا سا گھلا جاتا ہے جی
یاد بھی آتا ہے یا جاتا ہے جی
جی ہمارا کچھ چلا جاتا ہے جی
ہولے ہولے کوئی کھا جاتا ہے جی
یعنی ساتھ اُسکے چلا جاتا ہے جی
حیف ہے اسمین رہا جاتا ہے جی

چولی یہان سے مسکی پھر آنکھین ہین چپکین
جب پیرہن گل بھی اس خوبی سے چلس جاوے

ہے میر عجب کوئی درویش برشتہ دل
بات اسکی سنو تم چھاتی بھی بھلس جاوے

میر دریا ہے سنی شعر زبانی اسکی
اللہ اللہ رے طبیعت کی روانی اسکی

خاطر باد یہ سے دیر مین جاویگی کہین
خاک مانند بگولے کے اڑانی اسکی

ایک ہی عہد مین اپنے وہ پراگندہ مزاج
اپنی آنکھون مین نہ آیا کوئی ثانی اسکی

سنہ تو بوچھار کا دیکھا ہے برستے تمنے
اسی انداز سے تھی اشک فشانی اسکی

بات کی طرز کو دیکھو تو کوئی جادو تھا
پرملی خاک مین کیا سحر بیانی اسکی

کرکے تعویذ رکھین اسکو بہت بھاتی ہے
وہ نظر پانون پہ وہ بات دوانی اسکی

اسکا وہ عجز تمھارا یہ غرور خوبی
منتین اسنے بہت کین پہ نمانی اسکی

کچھ لکھا ہے تجھے ہر برگ پہ اے رشک بہار
رقعہ وارین ہین یہ اوراق خزانی اسکی

سرگذشت اپنی کس اندوہ سے سب کہتا تھا
سو گئے تم نہ سنی آہ کہانی اسکی

مرثیے دلکے کئی کہکے دیے لوگون کو
شہر دلی مین ہو سب پاس نشانی اسکی

میان سے نکلی ہو پڑتی تھی تمھاری تلوار
کیا عوض چاہ کا تھا خصمی جانی اسکی

آبلے کی سی طرح ٹھیس لگی پھوٹ بھی
دردمندی مین گئی ساری جوانی اسکی

تک گریبان میں سر کو ڈال کے دیکھ
دلکشی اُسکے قد کی سی معلوم

دل بھی دامن وسیع صحرا ہے
سرو بھی یون جوان رعنا ہے

دست و پا گم کیے ہین تونے میر
تیری بے طاقتی سے پیدا ہے

وہی شورش ہوئے پر بھی ہے اپنا تک سایہ کان میر
عزیزان غم میں اپنے یوسف گم گشتہ کی بردم
تمھاری دشمنی ہم دوستونسے لانہایت ہے
لب و لہجہ غزلخوانی کا کسیکو آجکل ایسا
نظر مت لے پڑی پر کر کہ آنسو جہان بھر ہون
کہانتک سر کو دیوار ونسے یون مارا کرے کوئی
مجھے پامال کر یکسان کیا ہے خاک سے تو بھی
خزان کی یاد حضرت مین گلشن کے نظارہ سے تھی
کہا مین شوق مین طفلان نہ بازار کی کیا کیا
زمین سر پر اٹھالی کبک نے رفتار رنگین سے

ہما کے آشنا ہمین جلے ہین استخوان میرے
چلے جاتے ہین آنسو کاروان رکاروان میرے
وگرنہ انتہا کینے کو بھی ہے مہربان میرے
گھڑی بھر کو ہوئی مرغ چمن ہمداستان میرے
ہوئے پرواز کے قابل یہ ٹوٹے پر جہان میرے
رکھو ہمین اس پہ پیشانی نصیب ایسے کہان میرے
وہی رہتا ہو صبح و شام در پے آسمان میرے
تیرک ہوگئے یکدست خار آشیان میرے
سخن مشتاق ہین اب شہر کے پیر و جوان میرے
خرامان ناز سے ہو تو ہی اے سرو روان میرے

سخن کیا میر کریے حسرت و اندوہ حرمان سے

جلسے دیکھا اسکو ہنستے جی ڈہا جاتا ہے میر
اس خرابی کے پہ چشم روسیہ پانی ہوئے

جنون کا عبث میرے مذکور ہے
جوانی دیوانی ہے مشہور ہے

کہو چشم خونبار کو چشم تر
خدا جانے کب کا یہ ناسور ہے

فلک پر جو مہ ہے تو روشن ہے یہ
کہ منہ سے ترے نسبت دور ہے

گدا شاہ دونون ہین دلباختہ
عجب عشق بازی کا دستور ہے

قیامت ہی ہوگا جو رفع حجاب
نہ بے مصلحت یار مستور ہے

ہم اب ناتوانون کو مرنا ہے صرف
نہین وہ کہ جینا بھی منظور ہے

ستم مین ہمارے قسم ہے تمھین
کرو صرف جتنا کہ مقدور ہے

بنا زاپنا جس مرتبے مین ہے یان
اُسی مرتبے مین وہ مغرور ہے

ہوا حال بندے کا گو کچھ خراب
خدائی ابھی اُسکی معمور ہے

گیا شاید اُس شمع رو کا خیال
کہ اب میر کے منھ پہ کچھ نور ہے

آج کچھ بیحجاب ہے وہ بھی
کیا ہو مست شراب ہے وہ بھی

مین بھی جلتا نہین جدا دل سے
دور مجھ سے کباب ہو وہ بھی

قطعہ ۳۶۲

کیا جانو چشم تر سے اُدھر دل پہ کیا ہو
کسکو خبر ہے میر سمندر کے پار کی

جب نسیم سحر ادھر جائیے
کیا اس آئینہ رو سے کہیے ہاے
جب سے سمجھا کہ ہم چلاؤ ہین
وہ کھلے بال سو وے ہے شاید
دور اگرچہ گیا ہون مین جی سے
وہ اگر جیت چڑھ ارہا ایسا

ایک سناہٹا گذر جا ہے
وہ زبان کرکے پھر مکر جا ہے
حال پرسی تک آکے کر جا ہے
رات کو جی مرا بکھر جا ہے
کب وطن میرے یہ خبر جا ہے
آجکل جی سے مہ اُتر جا ہے

جی ہنسین میر مین ہنولو تند
بات کہتے ابھی وہ مر جا ہے

دزدیدہ نگہ کرنا پھر آنکھہ ملانا بھی
پامالی عاشق کو منظور رکھے جانا
برقع کو اٹھا دینا پر آدھے ہی چہرے سے
دیکھہ آنکھین مری نیچے اک مارنا پتھر بھی
صحبت ہے یہ ویسی ہی اے جان کی آسایش

اس لوٹتے دامن کو پاس آکے اٹھانا بھی
پھر چال کڈھب چلنا ٹھوکر نہ لگانا بھی
کیا منھ کو چھپانا بھی کچھ جھمکی دکھانا بھی
ظاہر مین ستانا بھی پردے مین جتانا بھی
ساتھ آن کے سونا بھی پھر منھ کو چھپانا بھی

٢٦٣

…س تنگنا ہی دہر مین تنگی نفس سے کی	جون صبح اکدم ہی ہے ہم جو یان رہے

اک قافلے سے گرد ہماری نہ ٹک اٹھے
حیرت ہے میرا اپنے تئین ہم کہان رہے

…کا حال بیان کرے عجب طرح پڑی ہے	وہ طبع تو نازک ہو کہانی یہ بڑی ہے
…ما فکر کرو نہین کہ ٹلے آگے سے گردون	یہ گاڑی مری راہ مین ہیڈول اڑی ہے
…چشمک انجم طرف اس مہ کے اشارا	دیکھو تو میری آنکھ کہان جا کے لڑی ہے
…یا اپنی شرر ریزی کہین پلکون کے صف کی	ہم جانتے ہین ہم پہ جو یہ باڑھ چڑھی ہے
…ہو دن گئے جو پہرون لگی رہتی تہین آنکھین	اب یان نہین مہلت کوئی پل کوئی گھڑی ہے
…یسا ہوا ہوگا کوئی واقعہ آگے	اک خواہش دل ساتھ لیے جیتی گڑی ہے
…کیا نقش مین مجنون ہو کہ تھی رفتگی عشق	لیلے کی بھی تصویر تو حیران کھڑی ہے
…بات ہین چلے متصل آنسو جو ہمارے	ہر تار نگہ آنکھو نمین موتی کی لڑی ہے
…کھینچتا ہے نہین ہمسے قدم خم شدہ ہرگز	یہ سست کمان ہاتھ پر اب کتنی لڑی ہے
…ل کہاتے ہین افراط سے ہین عشق مین اسکے	اب ہاتھ مرا دیکھو تو پھولونکی چھڑی ہے

وہ زلف نہین منعکس دیدۂ تر میر
اس بحر مین اشعار سے زنجیر پڑی ہے

ردیف ی ۲۶۴

نہ بھائین تجھے میری باتین وگرنہ
رقیبون نے سر جوڑ بیٹھے ہو کیون کر
پھر اس سال سو پھول سونگھاتے ہین نے
مداوا نکرنا تھا مشفق ہمارا
کڑھایا کسو کو کھپایا کسو کو
وہ کس راکھ ہے شور جسکا جہا نہین

رکھی دھوم شہرون مین اس گفتگو…
ہمین تو نہین دیتے ٹک پانون چھو…
دیوانہ کیا تھا مجھے تیری بو…
جراحت جگر کے لگے دکھنے دو…
برائی ہی کی سب ہے اُس خوب…
پڑی ہین گے اسکے محل آج سو…

تری چال ٹیڑھی تری بات روکھی
تجھے میر سمجھا ہے یان کم کسو نے

پٹہ بازی ہے چرخ گردان کی
جی گیا اُسکے تیر کے ہمراہ
ہین یہ مژگان و ابروے خنجر و تیغ
پھوڑ ڈالین گے سر ہی اُس در پر
میر دامن سے گفتگو کریے
اُس بت شوخ کی ہے طینت مین
آدمی سے ملک کو کیا نسبت

سر ہمارے ہین گوے میدان کی
تھی تواضع ضرور مہمان کی
ترچھی پلکین تری بھوین بانکی
منت اٹھتی نہین ہے دربان کی
بات بگڑی لب گریبان کی
دشمنی میرے دین و ایمان کی
شان ارفع ہے میر انسان کی

دیدنی ہے شکستگی دل کی | کیا عمارت غمون نے ڈھائی ہے
ہے تصنع کہ لعل ہین وے لب | یعنی ایک بات سی بنائی ہے
دل سے نزدیک اور اتنا دور | کس سے اوسکو کچھ آشنائی ہے
بیستون کیا ہے کوہ کن کیسا | عشق کی زور آزمائی ہے
جس مرض مین کہ جان جاتی ہے | دلبرون ہی کی وہ جدائی ہے
یان ہوئے خاک سے برابر ہم | وہان وہی ناز خود نمائی ہے
ایسا موتی ہے زندۂ جاوید | رفتۂ یا تھا جب آئی ہے

مرگ مجنون سے عقل گم ہے میر
کیا دیوانے نے موت پائی ہے

سیر کی ہم نے ہر کہین پیارے | پھر جو دیکھا تو کچھ نہین پیارے
خشک سال وفا مین ایک مدت | پلکین لوہو مین تر ہین پیارے
ایک نظر دیکھنے کی حیرت مین | آنکھین تو پانی ہو ہین پیارے
ہو چکی ہے ضعف سے یہ حالت | جان پہونچا رہا وہین پیارے

تجھ گلی مین رہے ہے میر اگر
دیکھین ہین جب نہ تب نہین پیارے

کب ملے میر ملک داروں سے
وہ گدائی شہ ولایت ہے

مطرب نے غزل میر کی کل مین پڑھائی
اللہ رے اثر شب کے تئین رفتگی آئی

اس مطلع جانسوز نے اوسکے لہو پر
کیا کہیے کہ کیا صوفیونکی چھاتی جلائی

خاطر کے علاقے کی سبب جان کھپائی
اس دل کی دھڑکنے سی عجب کوفت اٹھائی

گو اُس رخ مہتابی سے وان چاندنی چھٹکی
یان تنگ شکستہ سے بھی چھٹتی ہو ہوائی

ہر بحر مین اشعار کہے عمر کو کھویا
اس گوہر نایاب کی کچھ بات بنائی

بہتیرین ٹلین اس بر شتے خمار کے ملتے
لاکھون مین اُس اوباش نے تلوار چلائی

دل اور جگر جل کے مرے دونون ہوئے خاک
کیا پوچھتے ہو عشق نے کیا آگ لگائی

قاصد کے تصنع نے کیا دل کے تئین داغ
بیتاب مجھے دیکھ کے کچھ بات بنائی

جھپکی ہے مری آنکھ لب لعل بتا سے
اسکے تئین جانتی ہے ساری خدائی

ہین دیر بہونچکے نہ کیا قصد حرم پھر
اپنی سے جبر سن کی بہت ہرزہ درائی

فریاد انھین رنگون ہے گلزار ہین ہر صبح
بلبل نے مری طرز سخن صاف اڑائی

مجلس مین مرے ہوتے رہا کرتے ہو چپکے
یہ بات مری ضد سے تمھین کن نے بتائی

گردش مین جو ہین میر ہو و مہر ستارے
دن رات ہمین رہتی ہے یہ چشم نمائی

۲۶۶

دیوان دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان سوم

میرے مالک نے مرے حق میں یہ احسان کیا
خاک ناچیز تھا میں سو مجھے انسان کیا

اس سر دلکی خرابی ہوئی اے عشق دریغ
تو نے کس خانۂ مطبوع کو ویران کیا

ضبط تھا جب تئین چاہت نہ ہوئی تھی ظاہر
اشک نے بہ کے مرے چہرے پہ طوفان کیا

تھا شوق کی وارکی جو صبا سے پوچھے
اک کف خاک کوئی اُن نے پریشان کیا

مجکو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب مین نے
درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا

میرے دلکی غم کو آسان ناتوان مین لے گیا
یا محبت کہکے یہ بار گران مین لے گیا

دل اگر کہتا ہون تو کہتا ہے وہ یہ دل ہی کیا
ایسے نادان دلربا کے ملنے کا حاصل ہے کیا

جانتا باطل کسو کو یہ قصور فہم ہے
حق اگر سمجھے تو سب کچھ حق ہی یان باطل ہے کیا

یان کوئی دن رات وقفہ کرکے قصد آگے کا کر
کاروان گاہ جہان رفتنی منزل ہے کیا

تنگ ہی ہین اسکے سو ہم تنگ ہی ہین ایک سے
دیدۂ حیران ہمارا دیدۂ بسمل ہے کیا

وہ حقیقت ایک ہی ساری نہین ہے سب مین تو
آب سا ہر رنگ مین ہے اور کچھ شامل ہے کیا

چوٹ بے پیر دل مین ایسی ہو کہ ہو نمین دم بخود
وہ کشندہ یون نہین کہتا ہے کہ تو گھایل ہے کیا

کہتے ہین ظاہر ہے ایک ہی لیلے ہفت اقلیم مین
اس عبارت کا نہین معلوم کچھ محمل ہے کیا

ہم تو سو سو بار مرتے ہین ایک ایک آن مین
عشق مین اسکے گذرنا جان سے مشکل ہے کیا

شاخ پر گل یا نہال اودھر جھکے جاتے ہین سب
قامت دلکش کا اسکے سرو ہے مائل ہے کیا

مرثیہ میرے بھی دل کا رقت آور ہے بلا
محتشم کو میر مین کیا جانون اور مقبل ہے کیا

ان دلبرون سے رابطہ کرنا ہے کام کیا
کر ایک سلام پوچھنا صاحب کا نام کیا

حیرت سے کھولین چشم تماشا کہان کہان
حسن و جمال ایسا ہی اسکا حرام کیا

کی اک نگاہ گرم جہان اسنے مل گئے
عاشق کو دلبرون سے سلام و پیام کیا

شکر خدا کہ سر نہ فرو لائے ہم کہین
کیا جانین سجدہ کہتے ہین کسکو سلام کیا

۲۶۹

اڈر لگی ہے پانو نہین لف اسکی بیجا	بازی نہین یہ سانپ جو کوئی کھلائیگا
بنی رہیگی خاک جنون کرتی دشت د	کچھ دست اگر یہ سر و سامان پائیگا

در پے ہے اب وہ قاتل صد کینہ جو بہت
دیکھین تو میر کے تئین کوئی بچائیگا

وہ جو گلشن مین جلوہ ناک ہوا	پھول غیرت سے جل کے خاک ہوا
دسکے دامن تلک نہ پہونچا ہاتھ	تھا سر دست جیب چاک ہوا
کس قدر تھا جلیب شیخ شہر	اسکے مرنے سے شہر پاک ہوا
دپے اس شک خور کی گرمی سے	کچھ تو ہے ہمسے جو تپاک ہوا

میر ہلکان ہو گیا تھا بہت
سو طلب ہی مین پھر ہلاک ہوا

کیا فتنے ہمین کو یون آن کر کے مارا	مہر بت دگر سے طوفان کر کے مارا
بت کا میری تو جبہ آئینے سو گرے ہے	یعنی کہ اُن نے مجکو حیران کر کے مارا
بیگانہ جان اُن نے کیا چوٹ اُت کو کی	منھ دیکھ دیکھ میرا پہچان کر کے مارا
لے گلے لگایا پھر ست جو ڈاٹھا یا	مارا تو اُن نے لیکن احسان کر کے مارا
س مست عہد نے کیا کی تھی قسم مجھی سے	بہتون کو ان نے عہد و پیمان کر کے مارا

اعجاز منھ تکے ہے ترے لب کے کام کا
رقعہ نہین جو آوے ہو سو تیر مین بندھا

کچھ سدھ سنبھالتی ہو کبھی ان نے پگڑی پھیر
منھ دیکھو مدرکا کہ تری روکشی کرے

نوبت ہو اپنی جب کبھی کوچ کا ہے شور
کنج لب اُسکا دیکھ کے خاموش رہ گئے

اس دو موئے محو کو کیا روزگار سے
صاحب ہو مار ڈالو مجھے تم دگرنہ کچھ

کیا ذکر یان مسیح علیہ السلام کا
کیا دیجے جواب اجل کے پیام کا

ممنون مین نہین ہون جواب سلام کا
تو یون ہی نام لے ہے کسو ناتمام کا

بجنا سنا نہین ہے کبھو یان مقام کا
یعنی کہ تھا مقام یہ ختم الکلام کا

جلوہ ہی کچھ جدا ہے مرے صبح و شام کا
جز عاشقی گناہ نہین ہے غلام کا

کب اقتدا ہو مجھسے کسو کی سوائے میر
بندہ ہون دل سے مین اسی سیّد امام کا

ہو نشان کیون نہ تیر خوبان کا
ہاتھ زنجیر ہو جنون مین رہا

چپکے دیکھو جھمکتے وے لب سرخ
ایک رہزن ہوا اسکی کا فر زلف

عمر آوارگی مین سب گذری
مجھ پہ تو وا ہوا ہے طوفان کا

اپنی زنجیرہ گریبان کا
ذکر یان کیا ہے لعل و مرجان کا

غم ہی رہتا ہے دین و ایمان کا
کچھ ٹھکانا نہین دل و جان کا

جو تیر چلا اسکا سو میر بطرف آیا
اس عشق کے میدان مین ہی تو نشانا تھا

جب تو نے نظر پھیری تب آ گئی اسکی
مرنا ترے عاشق کا مرنا کہ بہانا تھا

[illegible] اور غزل کہنا مین اس مین ہین لیکن
پردے مین مجھے اپنا احوال سنانا تھا

کہتا تھا کسو سے کچھ تکتا تھا کسو کا منھ
کل میر کھڑا تھا یان سچ ہے کہ دیوانہ تھا

سہل ایسا نتھا آخر جی سے مرا جانا تھا
ٹک رنجہ قدم کر کر مجھ تک اسے آنا تھا

کیا موکی پریشانی کیا پردے مین تنہائی
منھ یار کو ہر صورت عاشق سے چھپانا تھا

[illegible] تھا خالی جانا نہ تیغ اسکے
اے صید حرم تجکو اک زخم تو کھانا تھا

کیا صورتین بگڑی ہین مشتاق تری ہجر مین
اس چہرے کو اے خالق ایسا نہ بنانا تھا

[illegible] سہل ہمین سمجھو پہونچے تھے بہم تب ہم
برسون تئین گردون نے جب خاک کو چھانا تھا

برا ظلم کیا بیجا یارا جیون سے ان نے
کچھ شور بھی تھی اسکی کچھ اسکا ٹھکانا تھا

[illegible] شور قیامت اٹھ صدمے سے قیامت سے
خوابیدہ مری خون کو ظالم نہ جگانا تھا

[illegible] ہوا باغ و بہار آیا گل پھول کہین پایا
جلوہ اسے یان اپنا صد رنگ دکھانا تھا

کہتے نہ تھے ہم وان سے پھر آ چکے جیتے ہم
میر اس گلی مین تم کو زنہار نہ جانا تھا

عاشقوں کی پائمالی میں اسے اصرار ہے	یعنی وہ محشر خرام اب پاؤں پھیلانے لگا
چشمک اس کی سی دلکش دیدہ میں آئی نہیں	گو ستارہ صبح کا بھی آنکھ جھپکانے لگا

کیونکر اس آئینہ رو سے میر ملیے بیحجاب
وہ تو اپنے عکس سے بھی دیکھو شرمانے لگا

ضبط کرتے کرتے اب جو لب ہیں بے وا کیا	سو بھی رہتا ہوں یہ کہتا ہائے دل نے کیا کیا
آنکھ پٹی تھی تمہاری منہ پہ چینک جبین تھا	کیا کیا تم نے کہ مجھ بیتاب سے پردہ کیا
گو رہی اُس کو جھنکائی عشق جس کے ہاں گیا	اس طبیعت بد شگون نے کس کے تئیں اچھا کیا
دیکھ خطی مجبور ستے بند ہو جاتی ہیں اب	عشق نے کیا کوچہ دیا زار میں رسوا کیا

لوگ دل دیتے سنے تھے میر دیکھ گذرے ہے جی
ایک اپنے طور پر ان نے بھی اک سودا کیا

سینہ کوبی ہے طپش سے غم ہوا	دل کے جانے کا برا ماتم ہوا
آنکھیں دوڑیں خلق جا اُدھر گری	اٹھ گیا پردہ کہاں اودھم ہوا
کیا لکھوں رویا جو لکھتے جوں قلم	سب مرے نامے کا کاغذ نم ہوا
ہم جو اس بن خوار ہیں حد سے زیاد	بار یا تنگ آن کر کیا تم ہوا
آگیا یوں ہی خراماں وہ تو پھر	حشر کا ہنگامہ ہی برہم ہوا

مین گلستان مین اُسکے عبث آشیان کیا
بلبل نے بھی نہ طور گلون کا بیان کیا

پھر اُسکے ابروان کا خم و تاب ہے وہی
تلوار کے تلے بھی مرا امتحان کیا

دن کسکو دوستی دشمنی جانی تھی دوستی
اس سود دیکھ مین صریح مین نقصان جان کیا

نکالی ہے حرف یار قلم نے قضا کی ہاے
صورت نکالی خوب دلی بدزبان کیا

مین جنس خوش کے پیچھے چھپا مین جو اُو کیا
مین نے کسو کا کیا کیا اپنا زیان کیا

ٹک جہانا باد کے یک شہر کرتے ناز
آجاتے ہین بغل مین اشارہ جہان کیا

مین منتظر جواب کا نامے کے مرگیا
ناچار میر جان کو اُدھر روان کیا

وفا بھی مہر بھی اخلاص تھا تلطف تھا
کبھو مزاج مین اُسکے ہمین تصرف تھا

جو خوب دیکھو تو ساری وہی حقیقت ہے
چھپانا چہرے کا عشاق سے تلطف تھا

امیر عشق نہین باد خواہ خون رکھتے
ہمارے قتل مین اُسکو عبث توقف تھا

نہ پوچھو خوب ہی بدعہد ہونگی مشق اُسکو
ہزار عہد کئے پر وہی تکلف تھا

جہان مین میر سے کا ہیکو ہوتے ہین پیدا
سنا یہ واقعہ جن نے اُسے تاسف تھا

جنون مین ساتھ تھا کل لڑکو نکا لشکر جہان مین تھا
چلی آتی تھی چارون بادر سے پتھر جہان مین تھا

میر کو کتنے دنوں سے رہتی تھی بے طاقتی
رات دل تڑپا بہت شاید کہ مر کر رہ گیا

مجھ زار نے کیا گرمی بازار سے پایا
بیتاب نہ تیغ ستم دہر رہا مین
جانا فلک دون نے کہ سرسبز ہوا مین
اس رخ نے بہت صورتین لوگونکی بگاڑین
مت راہ سخن دے کہ پھر آپ ہی تو کہے گا
ہر چند کہ تھی بجھنے کی جا بے ترے لب
گردش مین ہا کرتے ہین ہم دید مین انکے
کس روز یہ اندوہ جگر سوز تھا آگے
دن جی کے الجھنے کی ہی جھگڑے مین کٹتی ہے

کبریت نمط جن نے لیا مجکو جلایا
جبتک نہ گئی جان مجھے صبر نہ آیا
گر خاک سے سبزہ کوئی پژمردہ اگایا
اس قد نے قیامت کا سا ہنگامہ اٹھایا
کیون مین نے محبت کی عبث منہ کو لگایا
پر گالیان اپنی دین انھونسے کہ رجھایا
آنکھون نے تری خوب سماں ہمکو دکھایا
کب شب لب و یارب بھی مری یونہین خدایا
رات اسکے خیالات سے رہتے ہین قضا یا

کیا کہیے دماغ اسکا کہ گلگشت مین گل میر
گل تنا خونسے جھک آئے بچھے پر منھ نہ لگایا

جب گل کبھو اپنے تئین یار کی رسوا
تحقیق کرون کس سے حقیقت کے نشے کو

تب آنکھون تلے میرے اُتر تا ہے لہو سا
خضراب اسے کہتا ہے آتش کے ہو سا

ہر ناقص اپنی زعم میں صاحب کمال تھا
کیا کیا ہوا ہے دیدۂ تر سے نظر ہٹا
اُدھر جواب ہو کے وہ نازک مثال تھا
سرو اسطرف کو جیسے گنہگار تھے کھڑا
بولا کے ذوق اپنا ہمارا ہی حال تھا
ہیں جو کہا کہ دل کو تو ہم نے ہرا دیا
تھی دیر تک بھی سر میں اسی کا خیال تھا
کیا میر دل شکستہ بھی ... غزال تھا

دیر مین جو مین گدا آیا نہ گیا اُدھر گیا		شاہ جی کیجے کدھر سے آپکا آنا ہے
گیا کہین حسرت لیے جیسے جہان سے کوئی جا		یار کے کوچے سے اپنا اسطرح جانا ہے

میر تیران جور کیشو نکے جو کھائے بیشمار
چھاتی اب چھلنی ہے میری ہی جگر چھانا ہوا

کیا کہے حال کہین دل زدہ جا گرا اپنا	دل نہ اپنا ہے محبت مین نہ دلبر اپنا
دور لے یار مین بے حال دل ابتر اپنا	ہمکو سو کوس سے آتا ہے نظر گھر اپنا
یک گھڑی صاف نہین ہمسے ہوا یار کبھی	دل بھی جون شیشۂ ساعت ہو مکدر اپنا
ہر طرف آئینہ دار مین ہے اسکے رو کے	شوق سے دیکھیے منھ ہو دے ہے کدھر اپنا
لب بلب کہ کے نہ اس گلکے کبھو ہم سوئے	نہ بساط خسک و خار ہے بستر اپنا
کسطرح حرف ہو ناصح کا موثر ہم مین	سختیان کھینچتے ہی دل ہوا پتھر اپنا
کیسی رسوائی ہوئی عشق مین کیا نقل کرین	شہر و قصبات مین مذکور ہے گھر گھر اپنا
اُس گل تر کی قبا کے کہین کھوتے تھے بند	رنگون گلبرگ کے ناخن ہے معطر اپنا
تجھسے بیرحم کے لگ لگنے نہ دیتے ہرگز	زور چلتا کچھ اگر چاہ مین دل پر اپنا
پیش کچھ آؤ نہین ہم تو ہین ہر صورت سے	مثل آئینہ نہین چھوڑتے ہم گھر اپنا
دل بہت کھینچتی ہے یار کے کوچے کی زمین	لو ہوا اس خاک پہ گرتا ہے مقرر اپنا

جب رو سے بیٹھ جاتے تھے تب ... اٹھا
کیسے تھے ہم بنا دیا اب حال ہم کو
دکھلا دیئے انھیں بھلا کچھ بھی حال تھا

ان نے کھینچا ہے مرے ہاتھ سے داماں اپنا
کیا کروں گر نہ کروں چاک گریباں اپنا

یار بن جان لب پہ آئی ... دل جان نہین
دشمن جانی ہوا اب وہی جاناں اپنا
... سامان اپنا
کیا ہوئی ... منھ کرتے ہین سیر
اب یہ ... نظارے میں ... پریشان اپنا

ن کہا کچھ نہ آ پھرا نہ ملا — کیا جواب ان مرے سوالونکا

دم نہ لے اسکی زلفون کا مارا
میر کاٹا جیے نہ کالون کا

احوال نپوچھو کچھ ہم ظلم رسیدونکا — کیا حال محبت کے آزار کشیدون کا

دیوانگی عاشق کی سمجھو نہ لباسی ہے — صد پارہ جگر بھی ہو ہم جامہ دریدونکا

عاشق ہے دل اپنا تو گلگشت گلستا نمین — جدول کے کنارے کی نو بادہ دمیدونکا

ناچار گئے مارے میدان محبت مین — پایا نہ کیا چارہ کچھ اُسکے شہیدونکا

پتے کے کھڑکنے سے ہوتی ہو ہمین وحشت — کیا طور ہے ہم اپنے سائے سے رمیدونکا

کیا کیا نہ گیا اُس بن صبر اور دماغ و دل — رونق گئی بستر سے پھر نور بھی دیدونکا

کرتے ہین پس از سالی دل شادگی تک کر
سو میر وہ ملنا بھی اب ترک ہے عیدونکا

سطح تھا جو ہاتھو نمین تھا اسکے رخ گلفام کا — ہاتھ ملنا کام ہے اب عاشق بدنام کا

کچھ نہین عنقا صفت پر شہرۂ آفاق ہون — سبز کے قابل ہی ہونا ہین میرے نام کا

ہجر کی اتین بڑی چھوٹی جو تک ہم تین کہین — اسمین کچھ نقصان ہونا تھا مگر ایام کا

روون یا دِ زلف مین اسکے تو پھر وتا رہون — صبح تک جاتا نہین ہے مینھ آیا شام کا

ہمیشہ التفات اسکی کسو کے بخت سے ہو گا
نہین شرمندہ مین تو اسکی لطف گاہ گاہی کا

برنگ کہربائی شمع اسکا رنگ جھمکی ہے
دماغ بیہڑ سکو کب ہو ہیری رنگ کاہی کا

کڑھینگے عہد کے درویش سے اور کیا یارو
کیا ہے لڑکون نے دنیا انھون کو تاج شاہی کا

خراب احوال کچھ بکتا پھرے ہے دیر و کعبے مین
سخن کیا معتبر ہے میرے واہی تباہی کا

دیکھو نہین اپنی رات کو خون ناب تھا سو تھا
جی دل کے اضطراب سے بیتاب سو تھا

آکر کھڑا ہوا تھا بصد حسن جلوہ تاک
اپنی نظر مین وہ در نایاب تھا سو تھا

ساون ہرے نہ بھادون مین ہم سوکھے اہل درد
سبزہ ہماری پلکون کا سیراب تھا سو تھا

درویش کچھ گھٹا نہ ہوا ملک شاہ سے
فرقہ کلاہ پاس جو اسباب تھا سو تھا

کیا بھاری بھاری قافلے یا نیسے چلے گئے
انکو وہی خیال گران خواب تھا سو تھا

بر سو لئے ہو تفاوت و سجادہ و زنہار
ہر میل دل خیال گران خواب تھا سو تھا

ہم خشک لب جو رفتے رہے جو مین یہ چلے
پر میر دست عشق کا بے آب تھا سو تھا

ردیف بای

ماہ صیام آیا ہے قصد اعتکاف اب
جا بیٹھین میکدہ مین مسجد سے اٹھکے صاف اب

ی اک تجلی آئی تھی آسمان سے
ن تو اپنی دکھ مین بسر ہوئی تھی

آنکھیں لگا رہے ہین اہل نظر ادھر سب
کل رات آگیا تو وہ دکھ گیا بسر سب

قطعہ

ہم کیا فراست ذوق و بصر سماعت
ل کو مرگ کے تھا آخر مجھے پہونچا

تاب و توان طاقت یہ کر گئی سفر سب
بھیجا ہے مین نے اپنا اسباب پیشتر سب

دنیا مین حسن و خوبی میر ایک عجب شے ہے
رندان و پارسایان جس پر رکھین نظر سب

مین شب کی ٹوٹی زنجیر میر صاحب
ر کھنچتے تو وہ تیغ کھینچ نہ سکتے
تی نہین کمان اب ہمسے ہوا گل کی
ہین جوانی کیسی اشعار شور آور

اب کیا مری جنون کی تدبیر میر صاحب
اپنا گناہ اپنی تقصیر میر صاحب
باد سحر لگی ہے جون تیر میر صاحب
شاید کہ کچھ ہوئے ہین اب پیر میر صاحب

تم کس خیال مین ہو تصویر سے جو چپ ہو
کرتے ہین لوگ کیا کیا تقریر میر صاحب

آتش سوزندہ ویسے ہی جگر آب
ی سے اڑی خاک بھی مشتاق کسو کے

بے صرفہ گریہ صرف نہ کیون ہو ڈبا آب
سر مارے کرتا ہے پہاڑ و نہین بسر آب

ردیف تا

بے سبب آتا نہیں اب دمبدم عاشق کو غش درد کھینچا ہو نہایت رنج اٹھایا ہو بہت	
دی وُ کسا رہین و نا ہون ڈ اٹھین مارتا دلبران شہر نے مجکو ستایا ہے بہت	
وا نہیں ہوتا کسی سے دل گرفتہ عشق کا ظاہر اغمگین اسے رہنا خوش آتا ہو بہت	

میر گم گشتہ کا ملنا اتفاقی امر ہے
جب کبھو پایا ہے خواہشمند پاتا ہو بہت

عجب نہیں ہے نجانے جو میر چاہ کی ریت	سنا نہیں ہے مگر یہ کہ جوگی کسکی میت
مت ان نماز یونکو خانہ ساز دین جانو	کہ ایک اینٹ کی خاطر یہ ڈھاتی ہینگے میت
غم زمانہ سے فارغ ہین مایۂ تجبگان	قمار خانۂ آفاق ہین ہے ہار و جیت
ہزار شانہ و مسواک و غسل شیخ کرے	ہماری عندیٔ مین تو ہے وہ خبیث پلیت
کسو کے بستر و سنجاب و قصر سے کیا کام	ہماری گور کی بھی ڈھیر مین مکان ہے میت
ہوئے ہین سوکھ کے عاشق طنبور یکے سے تار	رقیب یکھو تو گاتے ہین بیٹھے اوری میت
شفق سے ہین رو دیوار زرد شام و سحر	ہوا ہے لکھنؤ اس بگذ زمین پیلی بھیت
کہا تھا ہمنے بہت بولنا نہیں ہے خوب	ہمارے یار کو سو اب ہمین ہے بات چیت

ملے تھے میر سے ہم کل کنار دریا پر
فتیلہ مودہ جگر سوختہ ہو جیسے اشیت

۲۸۰

منہ دکھاتی ہے آرسی ہر صبح
تو بھی اپنی تو ٹک دکھا صورت

خوب ہے چہرہ پری لیکن
آگے اسکے ہی کیا بلا صورت

قطعہ

کب تلک کوئی جیسے صورت ہو
آوے پیاری بنا بنا صورت

ایک دن تو یہ کہ کہ ملنے کے
تو بھی ٹھہرا کے کوئی لا صورت

حلقے آنکھوں میں پڑ گئے منہ زرد
ہو گئی میر تیری کیا صورت

وصل دلبر نہ ٹک ہوا قسمت
مر چلے ہجر میں ہی یا قسمت

ایک بوسے پہ بھی نہ صلح ہوئی
ہمنے دیکھی مہبن لڑا قسمت

شیخ جنت تجھے مجھے دیدار
واں بھی ہر ایک کی ہو جدا قسمت

پھول چین ہاتھوں نے سبھوں کو دیے
زخم تیغ اُسنے اپنی تھا قسمت

کیا ازل میں ملا نہ لوگوں کو
تھی ہماری بھی میر کیا قسمت

زخم جھیلے داغ بھی کھائے بہت
دل لگا کر ہمنتو پچھتائے بہت

جب نہ تب جاگہ سے تم جایا کیے
ہم تو اپنی اور سے آئے بہت

ردیف تائے ہندی

ردیف جیم

کلیون کو تونے چٹ پٹ ای باغبان جو توڑا		بلبل کے دل جگر کو ظالم لگی ہے کیا چیٹ
جی ہی ہٹے نہ میرا تو اسکو کیا کرو نہین		ہر چند بیٹھتا ہون مجلس مین اُس سے ہٹ ہٹ
دیتی ہے طول بلبل کیا نالہ و فغان کو		دلے الجھنے سے ہو یہ عاشقونکی جھیٹ
مرتے نہ تھے ہم ایسے دریا پہ جب تھا تکیہ		اس گھاٹ گاہ و بیگہ رہنے لگا ہی جمگھٹ
رک رک کے دل ہمارا بیتاب کیون ہووے		کثرت سے درد غم کی رہتا ہے سینہ جھرمٹ

شب میر سے ملے ہم اک وہم رہ گیا ہے
اسکے خیال مو مین اب تو گیا بہت لٹ

خدا جانیے ہو ویگی کیا نہایت		اجل تو ہے دل کے مرض کی ہدایت
سخن غم سے آغشتہ خون ہو ولیکن		نہین لب مری آشنائی شکایت
نہین یہ گنہگار ملنے کے قابل		کرم کریے تو مہربانی عنایت
گیا آسمان پر جو نالہ تو کیا ہے		نہین یار کے دلمین کرتا سرایت

ہمین عشق مین میر چپ لگ گئی ہے
نہ شکر شکایت نہ حرف و حکایت

ردیف تای

تری جستجو یار کی ہے عبث		یہ کوشش گنہگار کی ہے عبث

ردیف دال

فرہاد و قیس جس سے مجھے چاہو پوچھ لو
آخر تو میں نے طول دیا بحث عشق کو
آئے جو لب پر آہ تو میں اٹھ کھڑا ہوا
اقبال دیکھ اس ستم و ظلم و جور پر
دل اس چمن میں بہتوں سے میر لگا دیے

مشہور ہے فقیر بھی اہل وفا کے بیچ
کوتاہی تم بھی مت کرو جور و جفا کے بیچ
بیٹھا گیا نہ مجھ سے تو ایسی ہوا کے بیچ
دیکھوں ہوں جسکو ہو وہ اسی مدعا کے بیچ
بوئے وفا بنا لے کسو آشنا کے بیچ

جوش و خروش میر کے جاتے رہے نہ سب
ہوتا ہے شور چاہنے کی ابتدا کے بیچ

ردیف ہای حطی

یاد آگیا تو بہنے لگیں آنکھیں جو کی طرح
چسپاں قبا وہ شوخ سدا غصے ہی رہا
کالی لڑائی آگے تو تم جانتے نہ تھے
ہم جانتے تھے تازہ بنائی جہاں کو لیک
سرسبز ہم ہوئے نہ تھے جو زرد ہو چلے
معنی کہاں کہ مست سر انداز خم میں تھے
تسکین دل کی کب ہوئی سیر چمن سے

کچھ آگئی تھی سرو چمن میں کسو کی طرح
چین جبیں سے اسکی اٹھائی الو کی طرح
اب یہ نکالی تم نے نئی گفتگو کی طرح
یہ منزل خراب ہوئی ہے کبھو کی طرح
اس گشت میں پڑے یہ ہماری نگہ کی طرح
سر اسکو جو جڑا ہی شکستہ سبو کی طرح
گو پھول دل میں آگئی کچھ اسکے رو کی طرح

ردیف د

ہمیں اسیر تو ہونا ہے اپنا اچھا یاد — کشش نہ دام کی دیکھے نہ کوشش صیاد

نہ دردمندی سے یہ راہ تم چلے ورنہ — قدم قدم پہ تھی یاں جاے نالہ و فریاد

ہزار فاختہ گردن میں طوق پہنے پھرے — اسے خیال نہیں کچھ وہ سرو ہے آزاد

جہاں میں اتنے ہی آشوب کیا رہینگے بس — ابھی پڑیگا مرے خون بیگنہ سے زیاد

چمن میں اٹھتی ہیں سنا ہے سوا بلبل — جگر خراش یہ نالے ہیں تیرے منھ سے زیاد

ثبات قصر و در و بام و خشت و گل کتنا — عمارت دل درویش کی رکھو بنیاد

چمن میں یار ہمیں لیگئے تھے واںھو لیے — ہمارے ساتھ بھی غم ہی دل ناشاد

ہمیں تو مرنیکا طور اُسکے خوش بہت آیا — طواف کریے جو ہیں نخل ماتم فرہاد

نظر نہ کرتے طرف صید کے دم بسمل — یہ ظلم تازہ ہوا اُس کشندہ سے ایجاد

چلے نہ تیغ اگر ہم نگاہ عجز کریں — ہماری اور نہ دیکھے خدا کرے جلاد

کبھو اُن نے دلیں گر انصاف ہمیشہ لطف کیا — وہی ہے خشم وہی یاں بسے جا دہی بیداد

تمام رکھیہ بچاؤ ہیں اتنو پھر بس مرگ — کہا کنھوں نے تو کیا عمر ابھیہ اسناد

اگرچہ گنج بھی ہے پر خرابیاں ہیں بہت
نہ پھر خرابی میں اے میر خانماں آباد

عشق لو ہو چکا اب ہمیں ہے سود و درد — پھول میری خاک سے نکلیں گے بھی تو زرد

اک شور ہے جو عالم کون و فساد مین
ہنگامہ ہے اسی کا لب گل فروشی پہ
یک بادہ دوشی جسکے ہے زندگی سو وہ
رکھتا تھا رہ گزر پہ چلا ہے کدورتی پہ
جب سے سو مست بادہ و ہم و خیال ہے
کسکو ہے یان نگاہ کسو دور نوشی پہ
مرغ چمن سے کیا حق صحبت ادا کیا
لالہ سے گل کھلے ہے مرے قبر پوشی پہ
جبتک بہار رہی ہم مست بیٹھے ہو
عاشق ہین میر ہم تو نرے عقل و ہوشی پہ

چشمہ ہمارے چشم کا رہتا ہے جوش پر
جیب و کنار سے تو بڑھا پانی [illegible]
تم بھی تو گوش رکھو جرس کی خموشی پہ
شاید کسو مین ہمین بہت [illegible]
یان کون ٹھہرے ہے صد فسانہ گوشی پہ
دعوے ہے پوچھی اسکا [illegible]
کرتے ہین اس [illegible]
کسکو فقیر مین سر دل [illegible]

مبارک تمھین میر ہو عشق ہونا	بہت ہم تو چھپائے دل کو لگا کر

صاف غلطان خون مین ہے نخچیر یار	لے گیا رنگ اسکے دل سے تیر یار
کو نتی کے میرے طول عمر نے	جور مین تو کچھ نہ تھی تقصیر یار
آکڑون کے پانو مین بیڑی ہوئی	ہاتھ مین سونے کی وہ زنجیر یار
ہو کشیدہ جیسے تیغ آفتاب	بیا مین رہتی نہین شمشیر یار

میر ہم تو نانہ ہی کھینچا کیے
کیون کے کوئی کھینچے ہے تصویر یار

مذہب ہے میرے کیا تجھے میرا دیار اور	مین اور یار اور مرا کاروبار اور
چلتا ہے کام مرگ کا خوب اسکے دور مین	ہوتا ہے گرد شہر کے روز اک مزار اور
بندے کو ان فقیرو مین گینے نہ شہر کے	صاحب نے میرے مجکو دیا اعتبار اور
دلکو تو لاگ ہی ہے نکون اہ کب تلک	اس پر ہے ایک عذاب شدید انتظار اور
بسمل پسند کرکے تڑپنا نہ دیکھنا	ہے میرے صید پیشہ کا طور شکار اور
مین اسکے گرد رہ کا رہا منتظر حبث	سو آنکھین دونون لائین کہ اک غبار اور
در و سراب جو عشق کا ہو گور تک ساتھ ہی	کچھ یہ نشہ ہے اور ہے اسکا خمار اور
کاہیکو اس قرار سے تھا اضطراب خلق	ہوتا ہے ہاتھ رکھنے سے دل بیقرار اور

کیا جیئے کہ مر بھی عاشق پہ اسکو یہ
غصے سے تیغ اترا اپنے رہے ہے کھوے پہ
ابرو کی جا بجا ہے سر خاک سرو پہ
برسے کہی جہان اسکی خون سے ہاتھ مین تل
ہوتی ہے جیب گل بہ [illegible] زبان و لب پہ
کر باغبان حیا ہے بلبل [illegible]
قیدی ہے جان بلبل ہم وا ہمصفیران
کھینچے ہین یون ہی نغمہ سحر پہ
حسرت و شائستہ بھی ہمارے اسپے ہی [illegible]
حرف و سخن کرے ہے کس لطف سے ادا یہ
سالک ترا کہین [illegible] ضعف سے اسکی [illegible]
عشق رہے [illegible] ترشکوہ [illegible]

ردیف ا

[illegible] بیٹھا [illegible]

...ست کر ہم اُسکے قدم کے تلے رکھا
ٹیڑھی ہو اُسکی طرف کلاہ اسطرف ہنوز

...شل شب مرا انتظار روزگار
آتا نہین وہ غیرت ماہ اسطرف ہنوز

...نکھین ہین آنکھین مری نقش پا کی طور
پڑتی نہین ہے یار کی راہ اسطرف ہنوز

...کی جہت مرینگے نزدیک پہونچے ہم
پھرتا نہین وہ آنکے واہ اسطرف ہنوز

...ین ہماری مند چلین ہین جس بغیر بان
وہ دیکھنا بھی ٹک نہین آہ اسطرف ہنوز

برسون سے میر ماتم مجنون ہے دشت مین
روتا ہے آکے ابر سیاہ اسطرف ہنوز

ردیف سین

...ت توڑ اپنا اے جرس بس
نہین اس راہ مین فریادرس بس

...و دل کی نہ کہنے پائی اُس سے
جہان بولے لگا کہنے کہ بس بس

...ل و گلزار سے کیا قیدیون کو
ہمین داغ دل و کنج قفس بس

...رساؤ یکایک مار ڈالو
کروگے کب تلک ہم پر ترس بس

...سن کم دیتے تھے یا دل دکھائی
رہے ہم بھی تو ٹوٹے اس برس بس

...سو محبوب کے ہو گور پر گل
ہمارے خاک کو ہے خار و خس بس

...کے حرم مین سینہ داغ ہے میر
ہمت نکلی ہماری بس ہوس بس

ردیف شین

ردیف عین

ہم نہ سمجھے رابطہ ان نو خطون سے تھا غلط
ہوتے ہین بر خود غلط یہ ہو گیا یہ کیا غلط

کہتے ہو کیا کیا لکھا ہے خط مین مجکو میر نے
کب کہا کن نے ہے سب جھوٹھ افترا بیجا غلط

ردیف ظای معجمہ

جو وہ ہے تو ہے زندگانی سے حظ
مزا عمر کا ہے جوانی سے حظ

نہین وہ سب کچھ یہ بے لطف ہے
نہ کھانے مین لذت نہ پانی سے حظ

کہا درد دل رات کیا میر نے
اٹھایا بہت اس کہانی سے حظ

ردیف عین

آگے جب اس آتشین رخسار کے آتی ہے شمع
پانی پانی شرم مفرط سے ہوئی جاتی ہے شمع

ہے مری ہر ایک غزل پر اجتماع
خانقہ مین کرتے ہین صوفی سماع

وجد مین رکھتا ہے اہل فہم کو
میرے شعر و شاعری کا استماع

نیم بسمل چھوڑ دینا رحم کر
اس شکار افگن کا ہے گا اختراع

کچھ ضرر عاید ہوا میرے ہی اور
ورنہ اس سے سب کو پہونچا انتفاع

یار دشمن ہو گیا اسکے سبب
ہے متاع دوستی بھی کیا متاع

ردیف فا

کیا پوچھتے ہو شوق کہانتک ہے ہمکو میر
مرنا ہے اہل درد کا ہے انتہاے شوق

ردیف کاف اول

بیکن کبھو شکایت آئی نہین زبان تک

شور آج بلبلون کا جاتا ہے آسمان تک

۲۹۰

ردیف کاف دوم

پیش مژگان دھرے رہے خنجر	آگے زلفون کے دام ہے موقوف
کیسے صاحب کبھو بلاتے تھے	سو وقار غلام ہے موقوف
اقتدا میر ہمسے کیسکے ہوئے	اپنی اب ہان امام ہے موقوف

ردیف قاف

کیا حقیقت کہون کہ کیا ہے عشق	حق شناسونکا ہان خدا ہے عشق
دل لگا ہو تو جی جہان سے اٹھا	موت کا نام پیار کا ہے عشق
اور تدبیر کو نہین کچھ دخل	عشق کے درد کی دوا ہے عشق
کیا دبایا محیط مین غم کے	ہمنے جانا تھا آشنا ہے عشق
عشق سے جا نہین کوئی خالی	دل سے لے عرش تک بھرا ہے عشق
کوہکن کیا پہاڑ کاٹے گا	پردے مین زور آزما ہے عشق
عشق ہے عشق کرنے والون کو	کیسا کیسا بہم کیا ہے عشق
کون مقصد کو عشق بن پہونچا	آرزو عشق مدعا ہے عشق

میر مرنا پڑے ہے خوبان پر
عشق مت کر کہ بد بلا ہے عشق

گرباد لیے مین تجکو صبا لیکے جا شوق	مجنون کو میری اور سے کہیو دعا شوق

چاک دل ہے انار کے سے رنگ
چشم پرخون فگار کے سے رنگ

کام مین ہی ہوا ے گل کی موج
تیغ خونریز یار کے سے رنگ

تاب ہی مین رہے ہے اسکی زلف
افعی پیچدار کے سے رنگ

کیا جو افسردگی کے ساتھ کھلا
دل گلی بے بہار کے سے رنگ

برق ابر بہار نے بھی لیے
اب دل بیقرار کے سے رنگ

گنج نخچیرگہ مین ہین ماموں
ہم بھی لاغر شکار کے سے رنگ

عمر کا بھی سرنگ جاتا ہے
ابلقِ روزگار کے سے رنگ

برگ گل مین نہ دلکشی ہوگی
کف پاے نگار کے سے رنگ

اس بیابان مین میر محو ہوئے
ناتوان اک غبار کے سے رنگ

ردیف لام

بکی ہزار رنگ گلستان مین آئے گل
پر اس بغیر اپنے تو جی کو نہ بھائے گل

بلبل کو ناز کیون نہ جیا بان گل پہ ہو
کیا جانے چھاتی پہ پھر کر نہ کھائی گل

کبتک حنائی پانون بن سکے یہ بیکلی
لگ جاے ٹک چمن مین کہین آنکھ پاے گل

ناچار ہو چمن مین نہ ہے کہون مین جب
بلبل کہے ہے اور کوئی دن برائے گل

سکندر ہو کے مالک سات اقلیموں کا آخر کو
گیا دست تہی لے یان سے یہ کچھ نکلا حاصل

بلا لحاظ مروت ہے کہ ہے محصول غلے پر
نہیں ہے چارہ وانی لا دلیو ہیں جا بجا حاصل

نہ کھینچ کیونکہ نقصان ہم تو قیدین تعین کے
خود بسے کوئی نکلے تو اسے ہو وے خدا حاصل

عبارت خوب لکھی شاعری انشا طرازی کی
دلی مطلب ہے گم دیکھیں تو کب ہووے خدا حاصل

بہت مصروف گفت و کار بیخ و زرع میں دنیا کے
اٹھا حسرت سے ہاتھ آخر ہمیں یہ کچھ ہوا حاصل

پھرا مت میر اپنا گران گو شونکی مجلس میں
سنے کوئی تو کچھ کہیے بھی اس کہنے کا کیا حاصل

ردیف میم

جی کے تئین چھپانے نہیں ہو یتو غم سے ہم
پر تنگ آگئے ہیں تمہارے ستم سے ہم

اپنے خیال ہی میں گذرتی ہے اپنی عمر
پر کچھ نہ پوچھو سمجھے نہیں جاتے ہم سے ہم

زانو پہ سر ہے قامت خم گشتہ کی سبب
پیری میں اپنی آن لگے ہیں قدم سے ہم

جون چکمہ بیر حاج کا ہے خوار جا بجا
تنہا نہیں جو آئے ہیں چل کر حرم سے ہم

روتے بھی ان نے دیکھ کے ہمکو کیا نہ رحم
اک چشم داشت رکھتے تھے مژگان نم سے ہم

یہ عہد یان ہی کرتے گئے اسکو سال و ماہ
اب کب تسلی ہوتی ہیں قول و قسم سے ہم

زنار سا بندھا ہے گلے اپنے اب تو کفر
بدنام ہیں جہان میں عشق صنم سے ہم

قطعہ ۲۹۲

جو کچھ آوے سالک کے آگے ہے خیر
نہین سرکشی سربلندی سے کیا

رکھا ہمنے اب گھر سے باہر قدم
رہے ضعف مین ہم تو سر در قدم

کہین کیا کف پا مین میر آبلے
چلین ہم سرو پنبہ مگر دھر قدم

میر آج وہ بدمست ہی ہشیار رہو تم
ہے بیخبری اُسکو خبردار رہو تم

[illegible] جا کسی کا کہ ہے تم کو قسم ہے
مقدور تلک در پے آزار رہو تم

وہ محو جمال اپنے ہی پروا نہین اسکو
خواہان رہو تم اب کہ طلبگار رہو تم

اس معنی کے ادراک سے حیرت ہی ہے حاصل
آئینہ نمط صورت دیوار رہو تم

یکبار رہو دلکی تسلی کا وہ باعث
یہ کیا کہ اسی طور پہ ہر بار رہو تم

ہو لطف اسیکا تو کوئی کام کو پہونچے
تسبیح گلے ڈال کے زنار رہو تم

کیا میر بری چال سے جینے کی چلی ہے
بہتر یہی اپنے تئین اب مار رہو تم

[illegible] شتاب جاتی ہین ورنہ حجاب سے ہم
کچھ ہو رہے ہین غم مین ترے نیم جان سے ہم

ہر بات کے جواب مین گالی کہان تلک
اب جان بلب ہوئے ہین تمھاری زبان سے ہم

[illegible] کرو تو سوچ لو مدت کو دلمین بھی
یہ حال ہے تو دیر رہینگے کہان سے ہم

۲۹۴

نسبت تو ہمد گر ہے گو دوری ہو نسبت	ہم ہین نواے بلبل ہو گل کی رنگ بو تم

دیکھ اشک سرخ بولانے رنگ اور لائیے

ہین میر منہ پر آنسو یاروتے ہو لہو تم

ردیف نون

ٹھنڈی سانسین بھرن ہی چلتی ہین تا بیا مین ہین
دلگے پہلو سے ہم آتش مین ہین اور آب مین ہین

ساتھ اپنے نہین اسباب مساعد مطلق
ہم بھی کیا کیجیے ہین عالم اسباب مین ہین

غفلت دلسے ستم گذرین ہین سوت پوچھ
قافلے چلنے کو تیار ہین ہم خواب مین ہین

عشق کے ہینگے جو سر گشتہ ہرے ہین ڈوبے
کشتیان نکلین ہین سو کیا انکی پر گرداب مین ہین

دور کیا اس سے جو بیٹھے ہے اغیار اپنا دور
پاس ستور کے بھی عشق کے آداب مین ہین

ہو فراغ مہتابان سے فراغ کلی
دل جلے پر تو رخ سے ترے مہتاب مین ہین

ہم بھی اس شہر مین ان لوگو نسے ہین خانہ خراب

میر گھر بار جنونکی رہ سیلاب مین ہین

کے تو منشین رنگ تصرف کچھ دکھاؤ نہین
لگ بیٹھا جنا بند و نکو آنکھوں مین بٹھاؤ نہین

نہین ہوں بے ادب اتنا کہ گل سے منہ لگاؤ نہین
جگر ہو ٹکڑے ٹکڑے گر چمن کی اور جاؤ نہین

کیا ہے اضطراب دل نے کیا مجکو سبک آخر
کہاں تک یار کے کوچہ سے جا جا کر پھر آؤ نہین

چلتے ہین یہ تو ٹھوکر لگتی ہے میر دل کو	
چالین ہین دلبرونکی سب سے نرالیان ہین	

رفتگا نمین جہان کے ہم بھی ہین — ساتھ اس کاروان کے ہم بھی ہین

شمع ہے سر نہ دیکھیے برباد — کشتہ اپنی زبان کے ہم بھی ہین

ہم کو مجنون کے عشق مین مت دیکھ — ننگ اس خاندان کے ہم بھی ہین

جس چمن زار کا ہے تو گل تر — بلبل اُس گلستان کے ہم بھی ہین

نہین مجنون سے دل قوی لیکن — یار اُس ناتوان کے ہم بھی ہین

بوسہ مت دے کسو کے در پہ نسیم — خاک اس آستان کے ہم بھی ہین

گو شب اس در سے دور پہرون پھرین — پاس تو پاسبان کے ہم بھی ہین

وجہ بیگانگی نہین معلوم — تم جہان کے ہو وان کے ہم بھی ہین

مرگئے مرگئے نہین تو نہین — خاک سے منھ کو ڈھانکے ہم بھی ہین

اپنا شیوہ نہین کجی یون تو — یار جی ٹیڑھے بانکے ہم بھی ہین

اس سرے کی ہے پارسائی میر

معتقد اس جوان کے ہم بھی ہین

اتنی گردش ہے اسکی ہر زنا نہین — خلل سا ہے دماغ آسا نہین

دل دین دونون اگر ہین خراب
یہ کچھ لطف اُس اجڑے گھر مین بھی ہین

چلو میر ہے تو تجسس کے بعد
کہ وے وحشی تو اپنے گھر مین بھی ہین

نہ کر شوق کشتو سے جانیکی باتین
نہین آتین کیا تجکو آنے کی باتین

سماجت جو کی بوس لب پر تو بولا
نہین خوب یہ مار کھانے کی باتین

زبانین بدلتی ہین ہر آن خوبان
یہ سب کچھ ہین بگڑے زمانے کی باتین

نظر جب کرو زیر لب کچھ کہے ہے
کہو یار کے آستانے کی باتین

سہے جاے گالی اگر دوستی ہو
بری بھی بھلی ہین لگانے کی باتین

ہمین دیر و کعبے سے کیا گفتگو ہے
چلی جاتی ہین یہ سیانے کی باتین

بگڑ بھی چکے یار سے ہم تو یارو
کرو کچھ اب اس سے بنانے کی باتین

کیا سیر کل ہم نے دیوان مجنون
خوش آئین بہت اس دیوانے کی باتین

بہت ہرزہ گوئی کی یان میر صاحب
کرو وان کے کچھ منھ دکھانے کی باتین

کیا کرون سودا اسکی زلف کی تدبیر مین
ظل ممدود چمن مین ہون مگر زنجیر مین

گل تو تجھ بن اسکی خاطر بہت کرتا ہے لیک
وا نہین ہوتا برنگ غنچہ تصویر مین

تھا شوق مجھے طالب دیدار ہوا مین
سو آئنہ سا صورت دیوار ہوا مین
جب دور گیا قافلہ تب چشم ہوئی باز
کیا پوچھتے ہو دیر خبردار ہوا مین
اب پست و بلند ایک ہے جون نقش قدم یان
پامال ہوا خوب تو ہموار ہوا مین

صورت آئینہ مین ٹک دیکھ تو کیا صورت ہے	بدزبانی تجھے اُس منھ پہ سزاوار نہین
دل کے الجھاؤ کو کیا تجھسے کہون اے ناصح	تو کسو زلف کے پھندے مین گرفتار نہین

اُسکے کاکل کی پہیلی کہو تم بوجھے میر
کیا ہے زنجیر نہین دام نہین مار نہین

چمکنا برق کا کرتا ہے کار تیغ ہجران نہین	برسنا مینھ کا داخل ہے اُس مین تیر باران نہین
بھرے بہتے ہین سارے پھول ہی جیسے کہ گریان ہین	وہ کیا جانے کہ ٹکڑے ہین جگر کے بیر دامان ہین
کہین شام و سحر دیکھا تھا مجنون عشق لیلےٰ مین	ہنوز آشوب دونون وقت رہتا ہے بیابان مین
خیال یار مین آگے ہے یک مہ پارہ یان ہر دم	اگر ہجران مین تنہائی ہون تو پہلو شبستان مین
لکھا عرصہ جنون پر تنگ مشتاقون کی وسعت سے	کسے مارا ہے اُس اینٹھے نے سمجھو ہو میدان مین
جہان نے دیکھیے اک شعر شور انگیز نکلے ہے	قیامت کا سا ہنگامہ ہے ہر جا میر دیوان مین
جو دیکھو تو نہین یہ حال اپنا حسن سے خالی	دمک الماس کی سی ہے ہماری چشم حیران مین
خرابی آگئی دین مین گئی ملت اب آ دیکھے	ملے سے اسکے رخنے پڑگئے لوگونکے ایمان مین
نکل آتا ہے گھر سے ہر گھڑی ننگے بدن باہر	بُرا یہ آ پڑا ہے عیب اِس آسایش جان مین
ستم کے تیر اسکے میرے سینے مین بہت ٹوٹے	کیا جاتا ہے مشکل فرق اب اس اور پیکان مین
ہوئے اے ابر مین کیا میر ہنستا باغ مین وہ تھا	گری پڑتی ہے بجلی آج کچھ صحن گلستان مین

۲۹۹

آگے غیرت قفس کو دو دن ہون چارون ایسے
ایک دو گل گر جب باد سحر لائی ہے بیان
شمع مجلس مین کھڑی ہے پیش رو کھائی ہے بیان
رشک لے سکے چہرہ پر نور کا ہے جان گداز
آنکھ میری اس سبب لوٹے تماشائی ہے بیان
مین جیا والا ہوا ہون سوے عالم عشق مین
سل تو پتھر کی نہین اخر مری چھاتی ہے بیان
[illegible]

تن مین جبتک ہے جان تکلف ہے	ہم ہین اسمین ابھی حجاب ہے بیان
گو نہین ہین کسو شمار مین یان	عاقبت ایک دن حساب ہے بیان
گو دماغ و جگر کہان وہ قلب	یان عجب ایک انقلاب ہے بیان
زلف بل کھارہی ہے گو اوسکی	دل کو اپنی تو پیچ و تاب ہے بیان
لطف و مہر و وفا وہ کیا جانے	ناز ہے خشم ہے عتاب ہے بیان
لو ہوا اپنا یون ہون جیکا ہون	کسکو اس بن سر شراب ہے بیان
چشم وایان کی چشم بسمل ہے	جاگنا یہ نہین ہے خواب ہے بیان
منھ سے کچھ بولتا نہین قاصد	شاید اودھر سے اب جواب ہے بیان
دل ہے اپنا نہین فقط بے چین	جی کو بھی روز اضطراب ہے بیان

چاہیے وہ کہے سو کہہ رکھین
ہر سخن **میر** کا کتاب ہے بیان

خوش نوا مرغ گلستان رند باغانی ہے بیان
کیا کہون منھ تک جگر آتا ہے جب کہتا ہے دل
جان میری تن مین کیسی کیسی گھبرائی ہے بیان
اسکی ابرو ہے کشندہ تیغ ہی رہتی ہین سدا
بچی بھی اس تیغ کی تو جوہر دانی ہے بیان

قطعہ (۳۰۰) شعر

گرفتہ دل ہون سر ارتباط مجکو نہین	کسو سے شہر مین کچھ اختلاط مجکو نہین
جہان ہو تیغ بکف کوئی سادہ جا لگتا	اب اپنی جان کا کچھ احتیاط مجکو نہین
کریگا کون قیامت کو ربیمان بازی	دل و دماغ گذار صراط مجکو نہین
جسے ہو مرگ سا پیش استخالہ کیونکر ہے	اس اپنے جینے سے کچھ انبساط مجکو نہین

[illegible]

سخن دمن پایا نہیں جمع کس حسن لطافت سے
تفاوت ہے مرے مجموعہ و عقد ثریا مین

کوا دیکھا نہ کوئی غار مینے شوق کے مارے
بعینہ راہ اندھا سا چلا اسکی تمنا مین

بہت تھا شور وحشت سیر مین میر سوچ میرے
لکھی تصویر تو زنجیر پہلے کھینچ لی پا مین

جدائی کے تعب کھینچے نہیں ہین میر راضی ہون
جلا دین آگ مین یا مجکو پھینکین قعر دریا مین

شہرون ملکو نہین جو یہ میر کہاتا ہے میان
دیدنی ہے یہ بہت کم نظر آتا ہے میان

عالم آئینہ ہے جسکا وہ مصور بے مثیل
ہاے کیا پردہ مین تصویر بناتا ہے میان

قسمت اس بزم مین لائی کہ جہان کا ساقی
دے ہے مے سب کو ہمین زہر پلاتا ہے میان

ہوکے عاشق تمے جان و دل و دین کھو بیٹھے
جیسا کرتا ہے کوئی ویسا ہی پاتا ہے میان

حسن اک چیز ہے ہو وین کہ تو ہو ناصح
ایسی شے سے کوئی بھی ہاتھ اٹھاتا ہے میان

جگر اس حادثے کا کوہ گران سنگ کو بھی
جون پر کاہ اڑائے لیے جاتا ہے میان

کیا پری خون ہے جو راتون کو جگا دے ہے میر
شام سے دل و جگر و جان جلاتا ہے میان

جاے ہے جی نجات کے غم مین
ایسی جنت گئی جہنم مین

نزع مین میر ہی ایک دم ٹھہرو
دم ابھی ہین یہ زار اک دم مین

اس بحر حسن پاس نہ خنجر تھا کل نہ تیغ
ہین جان ہی ہی حسرت بوس و کنار مین

جلتا ہے ٹک تو دیکھ کے چل پانو سے نفس
آنکھین ہی بجھ گئی ہین ترے انتظار مین

کس کس ادا سے ریختے مینے کہے و لے
سمجھا نہ کوئی میری زبان اس دیار مین

تڑپے ہے متصل وہ کہان ایسے روز و شب
ہے فرق میر برق و دل بیقرار مین

کیسی وفا و الفت کھاتے عبث ہو قسمین
مدت ہوئی اٹھادین ہمنے یہ ساری رسمین

ساون تو اگلی ایسا برسا نہین جو کہیے
روتا رہا ہون مین ہی دن رات اس برسمین

گھبرا کے یون لگی ہے سینہ مین دل تڑپنے
جیسے اسیر تازہ بیتاب ہو قفس مین

جانکاہ ایسے نالہ لوہے سے تو نہووین
بیتاب دل کسو کا رکھتا ہے کیا جرس مین

اب لاغری سے دیکھین ساری رگین دکھائی
پر عشق بھر رہا ہے ایک ایک میری نس مین

اے ابر ہم بھی برسون روتے پھرا کیے ہین
دریا تبدے پڑے ہین ہر وادی کے خار و خس مین

کیا میر بس کرے ہے اب زاری آہ شب کی
دل آگیا ہے اسکا ظالم کسو کے بس مین

روتے ہین نالہ کش مین یاران دن جلے ہین
ہجرانمین اوسکی ہم کو بہتیرے مشغلے ہین

جن دود عمر گذری سب پیچ و تاب ہی مین
آتنا ستانہ ظالم ہم بھی جلے بلے ہین

کفن کیا عشق مین پہنے ہے سپنا
کچھے لوہو مین بہتیرونکے جاے

پیام اُس گل کو اوسکے ہاتھ دینے
سبک پائی نہ ہوتی گر صبا مین

جیو خوش یا کوئی ناخوش ہمین کیا
ہم اپنے محو ہین ذوق فنا مین

ہمین فرہاد و مجنون جس سے چاہو
تم آکر پوچھ لو شہر وفا مین

سراپا ہے ادا و ناز ہے یار
قیامت آتی ہے اوسکی ادا مین

بلا زلف سیاہ اسکی ہے پر پیچ
وطن دل نے کیا ہے کس بلا مین

ضعیف و زار تنگی سے ہین ہر چند
ولیکن میر اوڑتے ہین ہوا مین

نچین جیبہ عاشق اگر دست پائین
خدا بندے ان کو جو سر کھجائین

جھکنے لگا خون تو جائے سرشک
ابھی دیکھین آنکھین ہمین کیا دکھائین

ہمین کسکو سالُسی کہ اب ضعف سے
مراجی ہی کرنے لگا سائین سائین

خدا ساز تھا آزر بت تراش
ہم اپنے تئین آدمی تو بنائین

چلا یار کی اور جاتا ہے جی
جو ہو اختیاری تو ادھر نجائین

جگر سوز ہین اُسکے لعل خموش
طلب کریے بوسہ تو باتین بنائین

ہمین بے نیازی نے جھٹلا دیا
کہان اتنی طاقت کہ منت اٹھائین

جب نام دل کا کوئی لے بیٹھتا ہے ناگہ — منھ دیکھ ہمدگر کا ماتم کیا کرین ہین

مستونکی بات کیا ہے جو کوئی اسپہ جاوے — ہم گفتگو نشے مین در ہم کیا کرین ہین

حکم فسانہ سازی پیدا کرین ہین شب کو — افسون ہم اوسکے اوپر جو دم کیا کرین ہین

کچھ حال میر جی کے آتے نہین سمجھ مین — ہم بھی سلوک اونسے اب ہم کیا کرین ہین

ردیف واو

قتل کیے پر غصہ کیا ہے لاش مری اٹھوانے دو — جانسے بھی ہم جاتے رہے ہین تم بھی آؤ جانے دو

جان سلامت لیکر جاوے کعبہ تو سلام کرین — ایک جراحت ان ہاتھونکا صید حرم کو کھانے دو

اسکی گلی کی خاک سبھونکے داہن دل کو کھینچے ہے — ایک گرجی لے بھی گیا تو آتے ہین مرجانے دو

کرتے ہو تم نیچی نظرین یہ بھی کوئی مروت ہے — برسونسے پھرتے ہین جدا ہم آنکھ سے آنکھ ملانے دو

کیا کیا اپنے لوہو پینگے دم مین ہمدم ہین جتنے — دل جو بغل مین رہ نہین اسکو کسو سے لگانے دو

ابکی بہت ہے شور بہاران ہم کو مت زنجیر کرو — دلکی ہوس کچھ ہم بھی نکالین دھومین ہمکو مچانے دو

عرصہ کتنا سارے جہان کا وحشت پر جو آجاوین — پانو تو ہم پھیلاوینگے پر فرصت ہمکو پانے دو

کیا جاتا ہے ہمین بیمار اچھے ہم تو بیٹھے ہین — دل جو سمجھنا تھا سو سمجھا ناصح کو سمجھانے دو

ضعف بہت ہے میر تمھین کچھ اسکی گلی مین مت جاؤ — صبر کرو کچھ اور بھی صاحب طاقت جیمین آنے دو

تم بن چمن کے گل نہین چڑھتے نظر کبھو — یہ کیا روش ہے آؤ چلے ٹک ادھر کبھو

دریا سی آنکھین بہتی رہی تھین سو کیا ن — ہوتی ہے کوئی گوے پلک اب تر کبھو

جی جانتے ہے جو اپنے پہ ہوتی ہے مار مار — جاتے ہین اُس گلی مین کہان ہم مگر کبھو

آنکھین سفید ہو چلی ہین راہ دیکھتے — یارب بھولکا ہو گا ادھر بھی گذر کبھو

مدت ہوئی ہے نامہ کبوتر کو لے گئے — آجاتی ہے کچھ اڑتے سے ہم تک خبر کبھو

ہم جستجو مین اُنکی گیے دست و پا بھی گم — افسوس ہے کہ آئے نہ وہ راہ پر کبھو

غم کو تمھارے دلکی نہایت نہین ہے میر
اس قصے کو کروگے بھی تم مختصر کبھو

یہ سرا سونے کی جاگہ نہین بیدار رہو — ہمنے کردی ہے خبر تم کو خبردار رہو

آپ تو ایسے بنے اب کہ جلے جی سب کا — ہمکو کہتے ہین کہ تم جی کے تئین مار رہو

لاگ اگر دلکو نہین لطف نہین جینے کا — الجھے سلجھے کسو کاکل کے گرفتار رہو

گرچہ وہ گوہر تر ہاتھ نہین لگتا لیک — دم مین دم جب تئین ہے اسکے طلبگار رہو

سارے بازار جہان کا ہے یہی مول اے میر
جان کو بیچ کے بھی دل کے خریدار رہو

کرنا شعار خوب ہے عجز و نیاز کو — بے وقر جانتے ہین دل بے گداز کو

کھینچا رنج و تعب کا دوستان عادت کرو
تب کسی نا آشنائی مہر سے الفت کرو

روٹھتا نہین وہ شوخ یون کیونکر کوئی
عذر چاہو دیر تک مدت تلک منت کرو

کبتک اے صورتگران حیران پھرتے رہیے یا
نقش اسکا کھینچ رکھنے کی کوئی صورت کرو

انس اگر ان نوخطان شہر سے منظور ہے
اپنی پرچھائین سے بھی جون خاتمہ تم وحشت کرو

کچھ نہ پوچھو صحبت دیروزہ کی کم فرصتی
جون ہی جا بیٹھے لگا کہنے انھین رخصت کرو

عشق مین دخل ہے نازک مزاجی کے تئین
کوہکن کے طور سے جی توڑ کر محنت کرو

پہلے دیوانے ہوئے پھر میر آخر ہو گئے
ہم نہ کہتے تھے کہ صاحب عاشقی تم مت کرو

ہر فردوس ہو آدم کو الم کاہے کو
وقف اولاد ہے وہ باغ تو غم کاہے کو

کہتے ہین آویگا ادھر وہ قیامت رفتار
چلتے پھرتے رہینگے تب تئین ہم کاہے کو

یہ بھی اک ڈھب ہے کہ نہ ایذا کسو کو راحت
رحم موقوف کیا ہے تو ستم کاہے کو

نرگس ان آنکھونکو جو لکھ گئے نابینا تھے
اپنے نزدیک ہین وے دوست قلم کاہے کو

اسکی تلوار سے گر جان کو رکھتے نہ عزیز
مرتے اس خوار ہیسے تو صید حرم کاہے کو

چشم پوشی کا مزہ جان تجھین لپکا ہے
کھاتے ہو دیدہ درآئی سے قسم کاہے کو

میری آنکھونپہ رکھو پانون تو آؤ لیکن
رکھتے ہو ایسی جگہ تم تو قدم کاہے کو

بارے دنیا مین رہو غمزدہ یا شاد رہو
ایسا کچھ کر کے چلو یان کہ بہت یاد رہو

عشق پیچے کی طرح حسن گرفتاری ہے
لطف کیا سرو کے مانند گر آزاد رہو

ہمکو دیوانگی شہرون ہی مین خوش آتی ہے
دشت مین قیس رہو کوہ مین فرہاد رہو

وہ گران خواب جو ہے ناز کا اپنے سو ہے
داد بیداد رہو شب کو کہ فریاد رہو

اس خرابی مین میری جان تم آباد رہو

کیا آنکھ بند کرکے مراقب ہوئے ہو تم
موقوف ہرزہ گردی تئین کچھ قلندرے

ہر چند اس متاع کی اب قدر کچھ نہین
تدبیر کو مزاج محبت مین دخل کیا

طفلی سے تمنے لطف و غضب مختلط کیے

جانے ہین کیسے ہمین چشم وا کرو
زنجیر سر او تار کے زنجیر پا کرو

پر جیسی کسو کے ساتھ رہو تم وفا کرو
جان کا اس مرض کی نہ کوئی دوا کرو

ٹک میر کو جدا کرو غصہ جدا کرو

بیٹھے ہو میر ہوکے در کعبہ پر فقیر
اس روسیہ کے باہمین بھی کچھ دعا کرو

سر پہ عاشق کے نہ بہ روز سیہ لایا کرو
تاب مہ کی تاب کب ہو ناز کی ہے یار کو

گرچہ شان کفر ارفع ہے و لے اے راہبان
شوق سے دیدار کے بھی آنکھوں مین کھینچ آیا ہے جی

کو ہکن کی ہے قدم گاہ آخر اے اہل وفاق
فرق یار و غیر مین بھی اے بتان کچھ چاہیے

جی الجھتا ہے بہت مت بال سلجھایا کرو
چاندنی مین آفتابی کا مگر سایا کرو

ایک وہم سون کو بھی زنار بندھوایا کرو
اس سہی مین دیکھنے ہمکو بہت آیا کرو

طوف کرنے بے ستون کا بھی کبھی جایا کرو
اپنی ہٹ دھرمی بھی کیا انصاف فرمایا کرو

کب میسر اسکے منھ کا دیکھنا آتا ہے میر
پھول گل سے اپنے دلکو تم بھی بہلایا کرو

رہتا ہے پیش دیدۂ تر آہ کا سبھاؤ
جیسے مصاحب ابر کی ہوتی ہر کوئی باؤ

برسیگی برف عرصۂ محشر مین دشت دشت
گر میری سرد آہون کا وان ہو گیا جماؤ

حاصل کوئی امید ہوئی ہو تو مین کہون
خون ہی ہو آ گئے ہین مرے دلمین سارے چاؤ

آنکھون کے آگے رونیسے میرے محیط ہے
ابر و سے جا کہے کوئی پانی پیو تو آؤ

جتنے بہے اشک خونین مین ڈوبی سب آستین
اس چشم بحر خون کے کبھی دیکھے ہین چڑھاؤ

اظہار درد اگرچہ بہت بے نمک ہے پر
ٹک بیٹھو تو دکھاوین بخیین چھاتیون کے گھاؤ

عاشقون کی آنکھون مین ٹک آبدل فریب
ان منظرون سے بھی ہے بہت دور تک دکھاؤ

صحبت جو اسے رہتی ہر کیا نقل کرو ہا
جب آ گئے ہین ہم تو کہا آ گئے یا نسے جاؤ

صد چاک اپنے دل سے تو بگڑا ہی کی وہ زلف
افسون کیا ہے شانے نے جو اس سے ہے بناؤ

اس ہی زمین مین میر غزل اور ایک کہہ
گو خوش آوے سامعون کو بات کا بڑھاؤ

سب کھا گئے جگر ترے پلکون کی گاؤ گاؤ
ہم سینہ خستہ لوگون سے بس آنکھ مت لگاؤ

آنکھون کا جھڑ برسنے سے ہنچتا کی کم نہین
ہل مدتے ہی پیش نظر ہا نخی کا دباؤ

کشتی چشم ڈوبی ہے ہی بحر اشک مین
آئی نہ پار ہوئی نظر عاشقون کی ناؤ

سینے کے اپنے زخم سے خاطر ہو جمع کیا
دل ہی اور پانی ہین سب لوہو کا بہاؤ

٣٠٩

ہمکو تو مار عشق نے آخر یہ وصیت یا د رہے	دیر جبا نہین تم جو ہو تو کسی سے الفت کرتے
پیر لطف کی بار دن اُس سے بات کوئی کتے ہو کہو	مانتما لے وہ جانے پھر تم بھی منت رت کریو
کیسے سو گیا اب جپکے دیکھیو گو مین اُسمین مر جاؤن	ہمکو قسم ہے حرف و سخن کی مجھسے مروت کریو

ہوش نہین اپنا تو ہمین ٹک میر آئے ہین پرسش کو
جا نیسے آگے اونکو ہمارے پیارے رخصت مت کریو

ردیف ہای ہوز

مین کیا کہون جگر مین لہو میرے کم ہے کچھ	کچھ تو الم ہے دلکی جگہ اور غم ہے کچھ
پوشیدہ تو نہین ہے کہ ہم نا توان نہین	کیٹر و نہین یون ہی تمکو ہمارا بھرم ہے کچھ
کیا اپنے دل دھڑکنے سے ہو نہین ہی دم بخود	جو دیکھتا ہے میرے تئین سو وہم ہے کچھ
جب سے کھلی ہے نرگس مست اسکی ظلم ہے	کیا آجکل سے یار کو میل ستم ہے کچھ

بلبل مین گل مین کیا خفگی آگئی ہے میر
آمد شد نسیم سحر د مبدم ہے کچھ

کہتے تو ہین کہ ہمکو اوسکی طلب نہین کچھ	ہر جی اسیکو اپنا ڈھونڈے ہے ڈھب نہین کچھ
اخلاص و ربط اس سے ہوتا تو شور اٹھاتے	لب تشنہ اپنے تب مین دلبر سے جب نہین کچھ
یان اعتبار کریے جو کچھ وہی ہے ظاہر	لے کائنات اپنی آنکھو نمین سب نہین کچھ

خون مسلم کو تو واجب یہ بتان جانے ہین | ہو جی کافر کہ مان یان نہین ایمان کے ساتھ

آدمیت سے تمھین میر ہو کیونکر بہرہ
تمنے صحبت نہین رکھی کسو انسان کے ساتھ

جانے دو تمے اسقدر انب لف و خط و خال دیکھ
کیا مری طرح دل پریشانی کی حیرت ہمنفس
دامن صحرا مین کیا وسعت ہے جو دلمین نہین
چشم و دل کا اس سے لگ جاتا تو تھا جس تس طرح
گرچہ اوس مہ کی جدائی مین مجھے برسون ہوے
کب نظر میری پڑیگی اوسکے روے خوب پر

حال کچھ بھی تجھ مین ہے ای بیر اپنا حال دیکھ
انکھین تو دی ہین خدا نے اوسکے لپٹے بال دیکھ
موند کر آنکھین گریبان مین بھی ٹک سر ڈال دیکھ
جی بھی ان باتو مین الجھا اور یہ جنجال دیکھ
لیکن اے اختر شناس اب کا بھی کیسا حال دیکھ
ہمنشین ٹک تو بھی مصحف کھولکر تو فال دیکھ

ٹھوکرین دلکو لگی ہین جب چلے ہے راہ تو
یہ خرام ناز ہے ظالم ٹک اپنی چال دیکھ

آنکھین جو ہون تو عین ہے مقصود ہر جگہ
واقف ہو شان بندگی سے قید قبلہ کیا
مو تن پہ ہم نہ سوختہ جانونکی ہے نمود
ہین دلی لکھنؤ کے خوش اندام خوب لیک

بالذات ہی جہا نہین وہ موجود ہر جگہ
سر ہر جگہ جھکا کہ ہے مسجود ہر جگہ
ہے سوزش درون سے برون دود ہر جگہ
راہِ وفا و مہر ہے مسدود ہر جگہ

ردیف یائے

اس جور سے تبھو نکا ملنا گیا سو چپ ہون
جاتا نہین کہا کچھ جون گنگ آب دیدہ

راز محبت ابنا رسوا نہ اس قدر ہو
گر ہو نہ اشک افشان خانہ خراب دیدہ

جب دیکھو لگ رہا ہے درکیطرف اسی کے
ہو جیسے کیسے ویسی ذلت کا آب دیدہ

دوزخ مین میر ہو نہین یا رہبشت رو دین
جان ہے ستم رسیدہ دل ہے عذاب دیدہ

ادھر مت کر نگاہ تیسند جا بیٹھ
یہ تیر دے ترکش یون چلا بیٹھ

اثر ہوتا تو کب کا ہو بھی چکتا
دعاے صبح سے اب ہاتھ اٹھا بیٹھ

پھرے گا ہم سے کب تک دور ظالم
کبھو تو گھر سے اٹھ کر پاس آ بیٹھ

نہ کر دیوار کا مجلس مین تکیہ
ہمارے مونڈھے سے مونڈھا لگا بیٹھ

بہت پھرتے ہین ٹیڑھے ٹیڑھے دشمن
انھین دو سیدھیان تو بھی سنا بیٹھ

تلاش اپنی نہ کم تھی جو وہ ملتا
بہت ہین دیکھکر آخر رہا بیٹھ

مخالف سے نہ مل بیٹھا کر اتنا
کہین لے میر صاحب کو جدا بیٹھ

کیا کرین نیچی نظر کر بیسبب غصے ہوئے وہ
اور مجلس مین جو بیٹھے دیکھ تو شرمائے وہ

کسطرح تڑپے ہی گیا کیا جی گھٹا جاتا ہو ہائے
ساتھ اسکے دل لگا ہو جس کسو کا وائے وہ

جنگل میں خضر و کعبے کا ہونا مری طرح
دونون کی نارسائی کے اوپر دلیل ہے

آگے جنونسے چھانوین تھے سرو گل کے ہم
سر پر ہمارے سایہ ٔ کگن اب کریل ہے

کچھ چیز و مال ہو تو خریدار ہو کوئی
دنیا کی قدر کیا کہ متاعِ قلیل ہے

کیا روؤن اشک آتے نہین آنکھونسے سیل
پل مارنے مین پیش نظر ایک جھیل ہے

آتے نہین نظر مین مرے ہاتھی کے سوار
کانونمین جو فسانہ اصحاب فیل ہے

ہو صبر اس جو یوسف ثانی کے ہی جمال
تو مصحف مجید مین صبر جمیل ہے

شکر و گلہ سے عشق کے لبریز ہے جہان
کر دیکھے جہان نگاہ یہی قال و قیل ہے

ہم دیر سے ہین منتظر قد کشی یار
کچھ شامتِ عمل سے قیامت مین ڈھیل ہے

جب دیکھتے ہین میر تمھین بیدماغ ہو
کاہیکو ناز عشق مین صاحب و خیل ہے

برسون گذرے ہین ملی کب نہین لین پیار نے
دور سے دیکھ لیا اسکو تو جی مار رہے

وہ مودت کہ جو قلبی ہوا سے سو معلوم
چار دن کہنے کو اس شوخسے ہم یار رہے

مرگ کے حال جدائی مین جبین لین کبتک
جان بیتاب ہی دلکو اک آزار رہے

وجہ یہ تھی کہ تمسے ساتھ لڑی آنکھ اوسکی
ہم جو صورت سے تھے آئینے کی بیزار رہے

دین و دنیا کا زبان کار کھو ہم کو میر
دو جہان داد تحسین ہی مین ہم ہار رہے

شہرون کے تنگ کوچے کا ہیگو گون ہین اپنے
نادر دمند بلبل نالان ہے بے تہی سے
کیا نامہ بر ہمارا ہے صاف بیمروت

ہم وحشیون کے قابل رہنے کی بادیا ہے
دل ہمکو بھی خدا نے دردآشنا دیا ہے
خط نانوشتہ ہمکو ادھر سے لا دیا ہے

عالم شکار ہے وہ اس سن مین میر اسکو
ڈھب جانے مارنے کا کن نے بتا دیا ہے

ہم چمن مین گئے تھے وا نہوئے
سر کسو سے فرو نہین آتا
خوار و زار و ذلیل و بے رویت
کیسا کیسا قفس سے سر مارا

نکہت گل سے آشنا نہوئے
حیف بندے ہوئے خدا نہوئے
عاشق اوسکے ہوئے سو کیا نہوئے
موسم گل مین ہم رہا نہوئے

مین نہ گردن کٹائی جبتک میر
عشق کے مجھ سے حق ادا نہوئے

دیکھیے کیا ہو سانجھ تلک احوال ہمارا ابتر ہے
دل اپنا تو بجھا سا دیا جان چراغ مضطر ہے

خاطر اپنے اتنی آنکھین پھرین ہین اوس بن حیران
تجتے کہا دل چاہے تو بیٹھو دل کیا جانے کیدھر ہے

مین جو لگا دیوانگی کرنے عالم عالم شور اٹھا
کیا کہیے رسوائی کا ہنگامہ میرے سر پر ہے

اُس شکار افگن کے ہم بھی صید ہین
خاک و خون مین کوٹتے چھاتی پچھنے

ہم پہ رہتے ہو کیا کمر کستے
ہنستے کھینچا نہ کھینچے تلوار
شوق لکھتے قلم جو ہاتھ آئے
سیر قابل ہین تنگ پوشی کی
رنگ لیتے ہی سب ہوا اوسکا
اک نگہ کرکے ان نے مول لیا

اچھے ہوتے نہین جگر خستے
ہم نہ مر جائین ہنستے ہی ہنستے
لکھتے کاغذ کے دستے کے دستے
کھنیان پھلتی چولیان چستے
اس سے باغ و بہار ہین رستے
بک گئے آہ ہم بھی کیا سستے

میر جنگل پڑے ہین آج جہان
لوگ کیا کیا نہین تھے کل بستے

سب شرم جبین یار سے پانی ہے
سمجھے نہ کہ بازیچۂ اطفال ہوئے
جون آئینہ سامنے کھڑا ہون یعنے
خط لکھتے جو خونفشان تھے ہم ان نے کہا
دوزخ مین ہون جلتی جو رہی ہے چھاتی

ہر چند کہ گل شگفتہ پیشانی ہے
لڑکو سے ملاقات ہی نادانی ہے
خوبی سے ترے چہرہ کی حیرانی ہے
کاغذ جو لکھے ہے اب سرافشانی ہے
دل سوختگی عذاب روحانی ہے

۳۱۶

اپنا اپنا ہے ذائقہ ہم کو	بوسۂ کنج لب ہی بھاتا ہے
آتش عشق جسکے دلکو لگی	شمع سان آپ ہی کو کھاتا ہے
دیکھنا ہے تو ہی ہم بے پردہ	ہمسے آنکھون کو کب ملاتا ہے
میری تو ہے پلک سے چھوٹی نگاہ	اور وہ اسپہ منھ چھپاتا ہے

میر صناع ہے ملو اوس سے
دیکھو یا نہین تو کیا بناتا ہے

شائستۂ غم و ستم یار ہم ہوئے	عاشق کہان ہوئے کہ گنہگار ہم ہوئے
کی عرض جو متاع امانت ازل کی بیچ	سب اور لے سکے نہ خریدار ہم ہوئے
جی پھیج گیا اسیر قفس کی فغان سے اور	لگی چوٹ اپنے دلکو گرفتار ہم ہوئے
پامال یون کیا کہ برابر ہین خاک کے	کیا ظلم ہو گیا جو طلبگار ہم ہوئے
ہوتا نہین ہے بیخبری کا مآل خوب	افسوس ہے کہ دیر خبردار ہم ہوئے
وصل و وطن طبیب زادیکا ہی چاہتا رہا	آخر اس آرزو ہی مین بیمار ہم ہوئے

پھل ہے یہ میر عشق کا اس نو بہار کے
آخر جو کشت و خون کے سزاوار ہم ہوئے

کہی مین ان لبون کی جانفزائی	یہ بات اک بیخودی مین منھ پہ آئی

شب سنتے حال میر لب پہ موندا آنکھیں | پچھلے سے میں کہوں کیا سوتا ہو تو جگاوے

طاقت کا مخرب ہے جب ڈھب نہیں بتوں سے
چھوڑی نماز واجب گر میر وقت پاوے

بہار آئی نکالو مت مجھے اب کی گلستان سے
تنگ شد ہوئی دل کو جی کی لاگ کچھ پائی
غم ہجران نے شاید آگ دی اس تن بن دل کو
سبب آشفتہ طبعی کا ہماری رہتے ہیں دونوں
ادھر زنجیر کا غل ہے ادھر ہنگامہ لڑکوں کا
محبت میں کسو کی رنج و محنت سے گئے دونوں

مراد اس بنے تو بانہہ تو گل کے گریبان سے
رہے دشمن جو اپنی عمر گئیاں ہم سو ہمارے
شرارے تب تو نکلے ہیں ہمارے جسم بریاں سے
نہ دلجمعی ہے اسکے خط نے زلف پریشان سے
جیوں اس شست میں ہم نے کیا ہے کیسے ماں سے
رہی شرمندگی ہو عمر بھر مجھ کو دل و جان سے

خدا جانے کہ دل کس خانہ آباد ان کو دے بیٹھے
کھڑے تھے میر صاحب گھر کے دروازے پہ حیران ہے

برسوں تک جی کو مار مار رہے | رات دن ہم امیدوار رہے
موسم گل تلک رہے گا کون | چبھتے ہی دل کو خار خار رہے
وصل یا ہجر کچھ ٹھہر جاوے | دل کو اپنے اگر قرار رہے
خوشنوا کیسے کیسے طائر قدس | اس جفا پیشہ کے شکار رہے

شعلو نکی ڈانگ گویا لعلوں تلے دھرے ہیں
یون بات راہ کی تو سنتا نہیں ہے کوئی
جاگہ سے لیگئے ہیں نازان جب گئے ہیں

پھرد کے رنگ ہمنے دیکھے ہین کیا جھمکتے
جاتے نہیں ہم جرس سے اس قافلے مین بکتے
تو بادہ گان خوبی جون شاخ گل لچکتے

اس حسن سے گمان ہین غلطانی موتیونکی
جس خوبصورتی سے میر اشک ہین ڈھلکتے

غم مرگ سے دل جگر ریش ہے
بلا ہے اوسے شوق تیر و کمان
ولا اوسکے ظاہر پہ مت جائیو
بہت خوب ہے لعل نوشین یار

عجب مرحلہ ہم کو درپیش ہے
یہین سے یہ پیدا ستم کیش ہے
وہ خوشرو تو ہے پر بداندیش ہے
ولیکن خط پشت لب نیش ہے

ہمین کیا جو ہے میر بیہوش سا
خدا جانے یہ کیا ہے درویش ہے

گوشش ہر اک کا اسی کی اور ہے
پوچھنا اس ناتوان کا خوب تھا
صندل درد سر مہر و فا
رشتۂ الفت تو نازک ہے بہت

کیا قیامت کا قیامت غور ہے
پر نہ پوچھا ان نے وہ بھی زور ہے
عاقبت دیکھا تو خاک گور ہے
کیا سمجھکر خلق اس پر ڈور ہے

چلاہٹ اسطرحکی جز میر کس سے ہووے
باور نہ ہو تو دیکھو یہ ہو نہ ہو وہی ہے

کل جوش غم مین آنسو ٹپکے نہ چشم تر سے
افسوس ہے کہ آکر یون مینھ ٹک نہ برسے

کیا ہے نمود مردم جو کیسے دیکھیو تم
مژگان بہم زدینین جاتی رہی نظر سے

ہم سا شکستہ خاطر اس بستی مین نہوگا
برسے ہے عشق اپنے دیوار اور در سے

معلوم اگلی سی تو جرأت الم کشی مین
کیا کام نکلے گا اب ٹکڑے ہوئے جگر سے

آئینہ دار اوسکی پائے ہین شش جہت کو
دیکھین تو منہ دکھاوے وہ کام جان کدھر سے

منت بخ کھینچ مل کر ہشیار مردمان سے
اوسکی خبر ملیگی اک آدھ بیخبر سے

جب گوش زد ہوا اوسکے تب بید ماغ ہو وہ
بس ہو چکی توقع اب نالۂ سحر سے

ای رشک مہ کبھو تو چاند سا نکل کر
منہ دیکھنے کو تیرا تا چند کوئی ترسے

چاہت بری بلا ہے کل میر نالہ کش بھی
ہمراہ نے سواران دوڑے پھرے لفر سے

برق و شرار و شعلہ و پروانہ سب ہین یے
جون ہم جلا کرے ہین بھلا جلتے کب ہین یے

لے موے سر ناخن پا تک بھری ہو آگ
جلتے ہین دردمند یہ جلتے کڈھب ہین یے

ہوتا ہو دل کا حال عجب غم سے اوسگھڑی
کہتا ہو جب وہ طرز سے ہمکو عجب ہین یے

٣٢٠

وحشیل ذات نہین عشق مین کہ میر کو دیکھہ
ذلیل کیسے ہین اونکی ہے گو کہ ذات بڑی

ہے تماشا حسن و خط حیرت بھی ہے
یعنے خط تو خوب ہے صورت بھی ہے

دم آخر نہین بولے ہین ہم
کچھ کہینگے بارے اب خصت بھی ہے

ہے وہ فتنہ ہم حریف و ہم ظریف
مارے گالی بھی تو پھر منت بھی ہے

تیغ نے اوسکی ہمین قسمت کیا
خوش نصیبی ہے تو پھر قسمت بھی ہے

دا نسیم صبح سے ہوتا ہے گل
تجکو ہے مرغ چمن عبرت بھی ہے

ن ہی دینے کا نہین کڑھنا فقط
اسکے در سے جانیکی حسرت بھی ہے

دور سے باتین کرے ہے یون ہی یار
میر صاحب سے انھین صحبت بھی ہے

چلے ہم اگر تم کو اکراہ ہے
فقیروں کی اللہ اللہ ہے

قسر ہے نے درد سر نے گلہ
گریبان جیسا سرو لیا سر واہ ہے

جہان لگ چلے گل سے ہم داغ ہین
اگرچہ ہوا بھی ہوا خواہ ہے

ہم عشق ہے نالہ نے بلا
جہان دل لگا کڑھنا جانکاہ ہے

چراغان گل سے ہے کیا روشنی
گلستان کسو کی قدمگاہ ہے

خونریزی کی تولاگو ہوتی نہین یکایک
پہلے تو پوچھتے ہین ظالم گناہ کو بھی

جون خاک سے ہے یکسان میرا بہال قامت
پامال یون ہوتے دیکھا گیاہ کو بھی

ہر لحظہ پھیر لینا آنکھون کا ہمسے کیا ہے
منظور رکھیے کچھ تو بارے نباہ کو بھی

خواہش بہت جو ہو تو کاہش ہے جان و دل کی
کچھ کم کران دنونمین اے میر چاہ کو بھی

سنا جاتا ہے اے کینے ترے مجلس نشینون سے
کہ تو دارو پیے ہے رات کو مل کر کمینون سے

کئی گرم اختلاطی کبکی ان سحر آفرینون سے
لگے رہتے ہین داغ ہجر ہی اب اپنے سینون سے

گلے لگ کر نہ یک شب کاش وہ بیہوگیا ہوتا
مری چھاتی جلا کرتی ہے اب کتنے مہینون سے

خدا جانے ہے اپنا تو جگر کا پناہی کرتا ہے
چڑھی تیوری سے محبوب نکلے اور ابرو کی چینون سے

بہت کوہ دامن خرقے بشخون کے پھٹے پائے
کہین نکلے تھے گورے ہاتھ اسکے آستینون سے

رہی محو خیال اسکے تو اک دقت سے ہاتھ آئے
نزاکت اس کمر کی پوچھیے ہم باریک بینون سے

برنگ برگ گل ساتھ ایک شادابی ہوتا ہے
عرق چین بھیگتا ہے دلبر نکلے جب پسینون سے

بہت مین لخت دل دیا مجھے اک خلق نے جانا
ہوا ہے یہین میرا نام ان رنگین نگینون سے

غزل ہی کی ردیف و قافیہ کا رخنہ رہتا ہے
نکلنا میر اب مشکل ہے میرا ان زمینون سے

منہ ادھر کر کے وہ نہیں سوتا | خواب میں آوے تو ملطف ہے

یاں تو تکلیف سی تکلیف | وان وہی اب تلک تکلف ہے

چھیڑا اس شوخ نے رکھی ہمسے | عہد پر عہد ہے تکلف ہے

مرگ کیا منزل مراد ہے میر
یہ بھی اک راہ کا توقف ہے

تسکین دردمندوں کو یار شتاب دے | دلکو ہمارے چین دے آنکھوں کو خواب دے

اسکا غضب ہے نامہ نہ لکھا تو سہل ہے | لوگوں کے پوچھنے کا کیا کوئی جواب دے

گل ہے بہار تب ہی جو آنکھوں میں ہو نشہ | جاتی ہے فصل گل کہیں ساقی شراب دے

وہ تیغ میری تشنۂ خون ہو گئی ہو کند | کر رحم مجھپہ کاشکے یارو سکو آب دے

دو چار الم جو ہو وین تو ہین تاب بتان | کیا ورد بیشمار کا کوئی حساب دے

تار نگہ کا سوت نہیں ضعف سے | بیجان ہے یہ رشتہ دلا اسکو تاب دے

مژگان تر کو یار کے چہرے پہ کھول میر
اس آب خستہ سبزے کو ٹک آفتاب دے

بجر استانہ جذبہ ہو نہ یاری بخت بد ہے | یہی بیطاقتی خون گشتہ دلکو میر کرسے ہو

جہان شطرنج بازندہ فلک ہم تم ہیں مہرے | لبسان شاطر تو ذوق اسکے مہروں کے زد ہے

ہم ان پلکوں ہو ٹھو کرتے ہتنے کو جگانیکی
طرح آئی ہو اس قد کو قیامت سر لانیکی

کسو سے آنکھ کے لڑتے ہی اپنی جان دے بیٹھے
نئی یہ رسم ہم جاتے ہین چھوڑے دل لگانیکی

جہان ہم آئے چہرے پر بکھیرے بال جا سوئے
ادا کرتے ہو تم کیا خوب ہم سے منہ چھپانیکی

مسین بھیگی ہین اسکی سبزۂ خط کی ابدیت سے
مسیح و خضر کو پہونچی بشارت زہر کھانیکی

جہان اسکے لیے غربال کر نومید ہو بیٹھے
یہی اُجرت ملی ہے کیا ہمارے خاک چھانیکی

کہون کیا ایک بوسہ لب کا دیکر خوب گڑ ایا
رکھی پرسون تلک منت کبھو ملکی بات مانیکی

بگولا کوئی اٹھتا ہو کہ آندھی کوئی آتی ہے
نشان یادگاری ہو ہماری خاک اڑانیکی

کرے ہے داغ اسکا عید کو سب سے گلے ملنا
الٹ لی ہے نئی یہ میری چھاتی کے جلانیکی

لڑا کر آنکھیں اس اوباش سے اک پل مین مرگذرا
حکایت بو العجب ہے میر جی کے مارے جانیکی

کرے یہ الشکل ہیئت آن کر ایسی نہین دیکھی
کہ صورت آسمانکی دیکھکر مینے زمین دیکھی

کبھو دیکھوگے تم جو ہر طرح دار اسطرف آیا
طرح ترکیب ایسی ہمنے ابتک تو نہین دیکھی

نہ ہمکو دلکش اسقدر کا ہیکو ہوتا ہے
کہ دن ہون شکر کے سجدے کہ مینے وہ جبین دیکھی

کہان وہ طرز کین اسکی کہان چین جبین اسکی
لگا کہ بارہا اس شوخ سے تصویر چین دیکھی

گریبان پھاڑ ڈالین دیکھکر دامن کشان اسکو
پھٹے خرقے بہت جو چاک کی وہ آستین دیکھی

آنکھیں ہی لگی جاتی ہیں اُس جاذبہ کو میرؔ
آتی ہے بہت دیر جو اُس منھ پہ نظر جا لگے

بتونکے جرم والفت پر ہمیں جور و ملامت ہے — مسلمان بھی خدا لگتی نہیں کہتے قیامت ہے
کھڑا ہوتا نہیں وہ رہزن دل اُن عاشق کے — موافق رسم کے آئے دور کی صاحب سلامت ہے
جھکی ہو شاخ پر گل ناز سے کیا صحن گلشن میں — نہال قد کی اسکی مدعی تھی سوز ندامت ہے
نکلتا ہے سحر خورشید ہر روز اُسکے گھر پر سے — مقابل ہو گیا اس سے تو اس سادہ کی شامت ہے

پیے دار و پڑے پھرتے تھے کل تک میرؔ کوچوں میں
انھیں کو مسجد جامع کی دیکھی آج خدمت ہے

خدا کرے مرے دلکو ٹک ایک قرار آوے — کہ زندگی تو کروں جب تلک کہ یار آوے
کمانیں اسکی بھوؤں کی چڑھی ہی رہتی ہیں — نہ جب تلک سر تیر ستم شکار آوے
ہمیں تو ایک گھڑی گل بغیر دو بھر ہے — خدا ہی جانے کہ اب کب تلک بہار آوے
اٹھی بھی گرد رہ اسکی کہیں تو لطف ہے کیا — جب انتظار میں آنکھوں ہی پر غبار آوے
بہار ایک شے کا ہے موسم بجا نے تھا منصور — کہ نخل دار میں حلق بریدہ بار آوے
تمھارے جور و ستم سے اب حال جاے حیرت ہے — کسو سے کہیے تو اوسکو نہ اعتبار آوے
نہیں ہے چاہ بھلی اتنی بھی دعا کر میرؔ — کہ اب جو دیکھوں اُسے میں بہت تو پیار آوے

۳۲۵

دم شماری سے ہے رنج قلب سے
اپنی عزلت رکھتی ہے عالم ہی اور
فرط خجلت سے گرا جاتا ہے سرو
دل زدہ کو اوسکے دیکھا نزع مین
رنگ ہین اوسکے چمک ہے برق کی
گو خطا اسکے پشت لب کا زہر ہو
خشک کر دیتی ہے گرمی عشق کی

اب حساب زندگی بیباق ہے
یہ سیہ رو شہرۂ آفاق ہے
قد دلکش اسکا بالا چاق ہے
تھا نمودار آنکھ سے مشتاق ہے
سطح کیا رخسار کا براق ہے
بوسۂ کنج دہن تریاق ہے
بید صحرائی سا مجنون قاق ہے

مت پڑا رہ دیدے کے ٹکڑو پہ میر
اٹھ کے کیسے چل خدا رزاق ہے

بات کیا آدمی کی بن آئی
چرخ زن اوسکے واسطے ہے مدام
ماہ و خورشید و ابر و بادہ سبھی
کیسے کیسے کیے تردد جب
اسکو ترجیح سب کے اوپر دے
حیرت آتی ہے اسکی باتین دیکھ

آسمان سے زمین پنوائی
ہوگیا دن تمام رات آئی
اُسکے خاطر ہوئے ہین سودائی
رنگ رنگ اوسکو چیز پہونچائی
لطف حق نے کی عزت افزائی
خودسری خودستائی خودرائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان چہارم

ردیف الف

کرتا ہوں اللہ اللہ درویش ہوں سدا کا
سرمایۂ توکل یاں نام ہے خدا کا

نے نکل جنوں سے عشق قلندری کی
زنجیر سر ہوا ہے تھا سلسلہ جو پا کا

یارب ہمارے جانب یہ تنگ کیوں ہے عائد
جی ہی سے مارتے ہیں جو نام لے وفا کا

کیا فقر میں گزر ہو چشم طمع سے ہے یاں
ہے راہ تنگ ایسی جیسے سوئی کا ناکا

یا درجوش گل ہے چل خانقہ سے صوفی
ہے لطف میکدہ میں وہ چند اس ہوا کا

زلف سا پیچدار ہے ہر شعر
ہے سخن میر کا عجب ڈھب کا

واعظ کی سوبچ ہے وے میفروش سے	ہم ذکر بھی سنا نہین صوم و صلوات کا
بھونگا کرین رقیب پڑے کوے یار مین	کسکے تئین دماغ عفف ہے شکات کا
ان ہونٹھونکا حریف ہو ظلمات مین گیا	پر دیں و سیاہ ہے آب حیات کا
عالم کسو حکیم کا باندھا طلسم ہے	کچھ ہو تو اعتبار بھی ہو کائنات کا

گر یار میر اہل ہے تو کام سہل ہے
اندیشہ تجکو یو نہین ہے اپنی حیات کا

تجاہل تغافل تساہل کیا	ہوا کام مشکل توکل کیا
نہین تاب لانا دل زار اب	بہت ہمنے صبر و تحمل کیا
نہین غزل ملک سی ہو گئی	یہ قطعہ تصرف مین بالکل کیا
جنون تھا نہ مجکو نہ چپ رہ سکا	کہ زنجیر ٹوٹی تو مین غل کیا
نہ سوز دورن فصل گل مین چھپا	سر و سینہ سے داغ نے گل کیا
ہمین شوق نے صاحب کھو دیا	غلامون سے اوسکے توسل کیا

حقیقت نہ میر اپنی سمجھی گئی
شب و روز ہم نے تامل کیا

رفتہ عشق کیا ہون مین اب کا	جا چکا ہون جہان سے کب کا

شوق نے دل کی بھی کیا بات بڑھائی ہے | رقعہ اسے لکھے تو طومار لکھا جاتا
ہمی کہ دعوے اسکے لب خندان سے | بس کچھ نہ چلا ورنہ پستے کو چبا جاتا
اب تو نہ رہا وہ بھی طاقت گئی سب دل کی | جو حال کبھو اپنا مین تم کو سنا جاتا

وسواس نہ کرتا تھا مر جانے سے ہجران مین
تھا میر تو ایسا بھی دل جیسے اٹھا جاتا

مستانہ اگرچہ مین طاعت کو لگا جاتا | پر بعد نماز اٹھ کر میخانہ چلا جاتا
بازار مین ہو جاتا اس مہ کا تماشا تھا | یوسف بھی جو وان ہوتا تو اسپہ بکا جاتا
دیکھا نہ ادھر ورنہ آتا نہ نظر پھر مین | جی مفت مرا جاتا اُس شوخ کا کیا جاتا
شب آہ شرر افشان ہونٹھو تسے پھرے میرے | سر کھینچتا یہ شعلہ تو مجھکو جلا جاتا
کیا شوق کی باتونکی تحریر ہوئی مشکل | تھے جمع قلم کاغذ پر کچھ نہ لکھا جاتا
آنکھیں مری کھلتیں اُس چہرے پہ پڑتین | کیا ہوتا یکایک وہ سر پر مرے آجاتا
سبزہ کا ہوا دوکش خط رخ جانان کی | جو ہاتھ مرے پڑھتا تو پاؤن کو کھا جاتا
ہے شوق سیہ رو سے بدنامی و رسوائی | کیون کام بگڑ جاتا جو صبر کیا جاتا

تھی میر بھی دیوانہ پر ساتھ ظرافت کے
ہم سلسلہ دارونکی زنجیر ہلا جاتا

اک نگہ کرنے مین غارت کر دیا اے وائے ہم
دل جو ساری عمر کا اپنا تھا شرمایا گیا

کیا عجب ہے جو کوئی دل زدہ ناگہ مرے
اضطراب عشق مین جی تن سے گھبرایا گیا

ماہ کہتے تو کہا اُس سے خوش کا ہے حریف
شہر مین پھر ہمسے اپنا منہ نہ دکھلایا گیا

جیسے پرچھائین دکھائی دیکے ہو جاتی ہے محو
میر بھی اُس کام جان دو مین تھا سایا گیا

ہم مست عشق جسکے تھے وہ روٹھ کر گیا
دیکھا اوسکو بیدماغ نشہ سب اُتر گیا

جان بخشی اسکے ہونٹھونکی سن اب زندگی
اپنا چھپا کہین کہ کہا جائے مر گیا

کہتے ہین میر کعبہ گیا ترک عشق کر
راہ دل شکستہ کدھر وہ کدھر گیا

شاید جگر حرارت عشقی سے جل گیا
گل درد دل کہا سو مرا منہ اُبل گیا

بے یا حیف باعین دل ٹک بھسل گیا
دے گل کو آگ چار طرف مین جل گیا

اس آہو رمیدہ کی شوخی کہین سو گیا
دکھلائی دے گیا تو چھلاوا سا چھل گیا

ونرات خون کیا ہے کیسے ہم جگر کو پھر
گر پھول گل سے کوئی گھڑی جی بہل گیا

تیور بدلنے سے تو نہین اسکے بچو اُس
اندیشہ یہ ہے طور سے اسکا بدل گیا

ہرچند مینے شوق کو پنہان کیا و لے
اک آدھ حرف پیار کا منہ سے نکل گیا

منہ دکھانا برسون وہ خوشرو نہین
کچھ نہ مین سمجھا جنون و عشق مین
داغ تھا جو سر پہ میرے شمع سان

چاہ کا یون کب تلک ناتا رہے
دیر ناصح مجکو سمجھاتا رہے
پانون تک مجکو وہی کھاتا رہے

کیسے کیسے رک گئے ہین میر ہم
مدتون منہ تک جگر آتا رہا

اوصاف موے شعر سے الجھا و پڑ گیا
جیتے جی یہ ملا نہ رہا سو رہا غریب
گیا اوسکے دل جلے کی تمامی مین بر ہو
فرہاد پہلوان محبت پہاڑ تھا
گل رنگ تنگ شاخ پہ نکلا بہار مین
یان حادثے نے باد سے ہر ایک شجر ہجر

دانتون کو سلک در جو کہا مین سو لڑ گیا
جو دل شکستہ ساتھ سے اسکو بچھڑ گیا
جیسے چراغ صبح شتابی بگڑ گیا
بیطاقتی جو دل نے بہت کی بچھڑ گیا
آنکھین سی کھل گئی ہین جو مرجھا کے جھڑ گیا
کیسا ہی پائدار تھا آخر اکھڑ گیا

شرماوے سرو وہ ہووے اگر آدمی روش
وصف اسکے قد کا میر سے سنکر اکڑ گیا

جان اپنا جو ہمنے مارا تھا
کون لیتا تھا نام مجنون کا

کچھ ہمارا اسی مین دارا تھا
جب کہ عہد جنون ہمارا تھا

طائر کی بھی رہتی ہی پھر جان چمن ہی مین — گل آئے جہان وہ بھی جون آب وان آیا

خلوت ہی رہا کرتی ہی مجلس مین تو یون اسکی
ہوتا ہی جہان یکجا مین میر جہان آیا

خون ہوا دل چاہیے جیسا کہ اب کام سہی جاویگا — کام اپنے وہ گیا آیا جو کام ہمارے آویگا
آنکھین لگی رہتی ہین اکثر چاک قفس سے اسیرونکی — جھوکا باد بہاری کا گلبرگ کوئی یان لاویگا
فتنے کتنے جمع ہوئے ہین زلف و خال و خد و قد — کوئی نہ کوئی عہد مین میرے سر انمین سے اٹھاویگا
عشق مین تیرے کیا کیا اسکو یار کئی گر جاتے ہین — یعنے غم کھاتے ہین بہت ہم غم بھی ہم کو کھاویگا
ایک نگہ کی امید بھی اسکی چشم شوخ سے ہمکو نہین — ادھر ادھر دیکھے گا پر ہمسے آنکھ چھپاویگا
اتبو جوانی کا یہ نقشہ ہی بیخود تجکو رکھے گا — ہوش گیا پھر آویگا تو دیر تلک پچھتاویگا

دیر سے اس اندیشہ نے ناکام رکھا ہی میر ہمین
پاؤن چھوئینگے اسکے ہم تو وہ بھی ہاتھ لگاویگا

بہار آئی چلو چمن مین ہوا کے اوپر بھی رنگ آیا — کہان تلک گل ہوے غنچہ رہا ممند منھ سوتنگ آیا
چلے مین تندھے پھٹی ہی کہنی جسپی ہی چوپی پھنسی ہی مہری — قیامت اسکی ہی تنگ پوشی ہمارا جی تو بہ تنگ آیا

وہی ہی رونا وہی ہی کڑھنا وہی ہی سوزش جوانی کی سی
بڑھاپا آیا ہی عشق ہی مین پہ میر ہمکو نہ ڈھنگ آیا

بکاے شب و روز اب چھوڑ میر
نواح آنکھون کا تو ورم کر گیا

یاری کیے کسو کا کا ہیکو نام نکلا
ہنگامے سی جہان مین ہمنے جنون کیا ہی
پامالی خطر سے نکلا نہ کبک اُٹھ دھر
جنگ زمانہ مین تو نبحت ہی عشق ہی کا

ناکام عشق تب تو عاشق کا نام نکلا
ہم جسطرف سے نکلے ساتھ اژدحام نکلا
جیدھر سے ناز کرتا وہ خوشخرام نکلا
بیجا ہوا دل اپنا جب وہ مقام نکلا

جانا تھا تجکو ہمنے تو پختہ مغز ہوگا
دیکھا تو میر تیرا سودا ابھی خام نکلا

نے ہمسے کچھ نہ اُس ستم ایجاد سے ہوا
شیرین کا حسن ایسا تھا جو خستہ جان دین

ظالم صریح عشق کی امداد سے ہوا
جو کچھ ہوا سو خواہش فرہاد سے ہوا

خوش زمزمہ طیور رہی ہوتے ہین میر اسیر
ہم پر ستم یہ صبح کی فریاد سے ہوا

زار کیا بیمار کیا اس دل نے کیا آزار کیا
جرم ہی ہم الفت کشتو نکا لگ ٹہنیسے شوق ہوا
چاہا ہمنے کیا تھا پر اپنا چاہا کچھ نہ ہوا

داغ سے تن گلزار کیا سب آنکھونکو خونبار کیا
اب کہتے ہین دل ہین اپنے ہمنے اُسے کیون پیار کیا
عزت کھوئی ذلت کھینچی عشق نے خوار و زار کیا

ہا افسوس آنکھیں تر ہوئیں تو
کہ آنسو تھا جگر پارا ہمارا

نہ یارے یاوری طالع نے کچھ کی
گیا بے یار سب یارا ہمارا

گلہ لب تک نہ آیا میر ہرگز
کھپا جی ہی میں غم سارا ہمارا

ردیف بای

ہوا جو دل خون خرابی آئی ہر ایک اعضا میں ہو فتور آب
حواس گم ہیں دماغ گم ہے رہا سہا بھی گیا شعور آب

مرینگے غم سے بزا ریوں تو نظر میں ہرگز نہ لاؤ گے تو
کرینگے ضایع ہم آپ ہی کو تنگ ہو کر تری حضور آب

وجوب امکان میں کیا ہی نسبت کہ میر بندے کا پیش صاحب
نہیں ہے ہو نا ضرور کچھ تو مجھے بھی ہونا ہی کیا ضرور اب

کیا گئی جان و دل سے تاب شتاب
آنسو آتے ہیں اب شتاب شتاب

ہینگی وے پلکیں اور کے رخنے
حال دل ہو گیا خراب شتاب

یوں صبا بھی سبک نہیں جاتی
جوں گیا موسم شباب شتاب

پیر ہو کر ہوا ہوں یوں غافل
جیسے لڑکوں کو آوے خواب شتاب

مرتے ہیں ہو جواب نامہ وہی
آوے خط کا اگر جواب شتاب

مہربانی تو دیر میں ہے کبھو
ہے دل آزاری و عتاب شتاب

ردیف تاے

ہون بیخود تو کوئی پہونچے مجھ تلک
بیخودی نے حال پہونچایا ہی اب

کاشکے ہو جاے سینہ چاک چاک
رکتے رکتے جی بھی گھبرایا ہی اب

راہ پردہ کیونکہ آوے مست ناز
دشمنون نے اُسکو بہکایا ہی اب

کیا جیین گے داغ ہوکر خون ہوا
زندگی کا دل جو سرمایا ہی اب

میر شاید کعبے ہی مین رہ پڑے
دیر سے تو یان خدا لایا ہی اب

کیا کرین تدبیر دل مقدور سی باہر ہی اب
نا امید اس زندگانی کرنے سے اکثر ہی اب

جن و لون ہم کافر و سی ربط تھا وے ہو چکے
وہ بت بیمہر اپنی اور سے تیہر ہی اب

دور تک رسوا ہوا ہون شہرون شہرون ملک ملک
میرے شعر و شاعری کا تذکرہ گھر گھر ہی اب

وہ طبیعت ہی نہین ہے میری ای مشفق طبیب
کر دوا جو طبع مین آوے ترے بہتر ہی اب

بیخود اُس مست لے داو ناز بن رہتے ہین ہم
عالم اپنا دیکھیے تو عالم دیگر ہی اب

وہ سپاہی پیشہ لوگون ہی مین رہتا ہی کھڑا
گرد پیش اُس دشمن احباب کے لشکر ہی اب

گفتگو انسان سے محشر مین ہی یعنے کہ میر
سارا ہنگامہ قیامت کا مرے سر پر ہی اب

خلاف وعدہ بہت ہوے ہوکوئی تو وعدہ وفا کر داب
ملا کی آنکھین دروغ کہنا کہان تلک کچھ حیا کر داب

بعد مرگ آنکھیں کھلی رہنے سے یہ جانا گیا
تکنے ضایع روزگاری آنکی جی لایا تہ تاب

دیکھنے کی میرے اسکی جبین بھی حسرت بہت
آپکو کر بیٹھے ضایع ہمکو تھی حسرت بہت

آنکھین جاتی ہین ندے ضعف دلی ہی دمبدم
دل گئے پر آجکل سے چپ نہین مجکو لگی

اندنون انکو بھی ادہر ہی سہی ہی غفلت بہت
گذری اس بھی بات کو اے ہمنفس مدت بہت

دل مین جا کرتا ہی اور میر شاید دوستان
ان نے صاحبدل کسو سی رکھی ہی صحبت بہت

چشم رہنے لگی پر آب بہت
شاید آویگا خون ناب بہت

دیر و کعبے مین اسکے خواہشمند
ہوتے پھرتے ہین ہم خراب بہت

دلکے دل ہی مین رہگئے ارمان
کم رہا موسم شباب بہت

مارنا عاشقونکا گر ہی ثواب
تو ہوا ہی تمھین ثواب بہت

کیسے بے پردہ کیونکہ عاشق ہین
ہمکو لوگون سے ہی حجاب بہت

میر بیخود ہین اس جناب سے اب
چاہیے سب کو اجتناب بہت

دلنے کام کیے ہین ضایع دلبر ہی دلخواہ بہت
قدر بہت کم ہی دلکی پر دلمین ہی جا کاہ بہت

راہ کی بات سنی بھی تو جانا حرف غریب اسکو
خوبی پر اپنی حسن پر اپنے پھرتا ہی گمراہ بہت

ردیف ثا

ردیف جاے حطی

نتا اسکا دیکھ رہیے کہ رفتار ناز کو	سرتا قدم ہی لطف ہی اس نقش سہر کے بیچ
پروانہ سرشک ہین تار نگاہ ہی	اس شتے کی روش کہ جچا ہو وے گہر کے بیچ
کیا دل کو خون کیا کہ تڑپنے لگا جگر	یکتاے روزگار ہین ہم اس ہنر کے بیچ
ایسا ہوا ہو معتبر کہ اب ہو حساب یک	کہیے جو کچھ بھی باقی ہو اپنے جگر کے بیچ

ہو اپنی خانہ وادی ہین اپنا ہی شور میر
بلبل بھی ایک ہی بولتا ہوتا ہو گھر کے بیچ

ضبط کیا کیا ہمنے کیجے دوستی یاری کے بیچ	کیا ہوئی تقصیر اسکی ناز برداری کے بیچ
دوش و آغوش و گریبان و دامن گلچین ہوئے	گلفشانی کر رہی ہو چشم خونباری کے بیچ
ایک کو اندیشہ کار ایک کو ہی فکر یار	لگ رہے ہین لوگ سب چلنے کی طیاری کے بیچ
منتظر تو رہتے رہتے پھر گئین آنکھین ندان	وہ نہ آیا دیکھتے ہم کو تو بیماری کے بیچ
جان کو قید عناصر سے نہین ہی وارہی	تنگ آئے ہین بہت اس چار دیواری کے بیچ
روتے ہی گذری ہمین ہر شب نشینی ماندگی	اوس سی پڑتی رہی ہو رات ہر کیاری کے بیچ
دو پڑتا ہی جوانی تھی کہ آئی رفتگی	ہو گیا ہو نہین تو مست عشق ہشیاری کے بیچ

ایک ہو وین جو زبان و دل تو کچھ نکلے بھی کام
یون اثر اے میر کیا ہو گریہ و زاری کے بیچ

ایکسا نہ مر گئے وے لوگ سارے اسطرح	عشق کی کیسے طرح کیا او ان دو فرہاد و قیس

جو عرق تحریک مین اُس رشک مہ کے مُنھ پہ آہر
میر کب ہوئے ہین گرم جلوہ تارے اسطرح

ہوتے ہین ہم ستم زدہ بیمار ہر طرح	پہونچے ہی ہمکو عشق مین آزار ہر طرح
اُس طرحدار کے ہین گرفتار ہر طرح	ترکیب وطرح ناز و ادا سب دل لگے
ایسی متاع جاتی ہے بازار ہر طرح	یوسف کی اس نظیر سے دلکو نہ جمع رکھ
ہم کشتۂ خون کے ہینگے سزاوار ہر طرح	جسطرح مین کھائی دیا اُس سے لگ پڑے

چپ لگ کے بام دوڑے گلی کوچے مین بسی میر
مین دیکھ لون ہون یار کو اکبار ہر طرح

ردیف خای

ریزش کا اسکے تختہ ہی سینے کا سنگ سرخ	ہی میرے جوہر رشک مادم کا رنگ سُرخ

ردیف دال

اب مین ہون جیسے دیر کا بیمار بد نمود	زردی عشق سے ہی تن زار بد نمود
پائیز دیدہ جیسے ہون اشجار بد نمود	بے برگی بے نوائی سے ہین عشق مین ہزار
اے ناز پیشہ کب ہی لیا ر بد نمود	ہرچند خوب مجکو بنایا خدا نے لیک

ف کر عاشق کے سر کٹنے کی قطعی ہو دلیل
کبھو بھی نزدیک اُسکے ٹھہرا ہو تو دیکھے بھر نظر

ہو جہان شمشیر ابرو اسکی خم حد سے زیاد
قدر ہو عاشق کی ان آنکھوں مین کم حد سے زیاد

پاس ہسکے دم بخود بیرون تھے سو طاقت کہان
بات کہتے میر اب کرتے ہین فریاد سے زیاد

شعر دیوان کے میرے کر کر یاد
خود کو عشق تھا یعنی جول بچا
سب طرف کرتے ہین نکویان کی
وحشی اب گرد باد سے ہم ہین

مجنون کہنے لگا کہ ہان اُستاد
متوکل ہو کر خدا کو یاد
کس سے جا کر کوئی کرے فریاد
عمر افسوس کیا گئی برباد

چار دیواری عناصر میر
خوب جاگہ ہی پر ہی بے بنیاد

ردیف ذال

ر ویشی کی ہو سوختگی ہی سو ہی لذیذ
نان و نمک ہی داغ کا کبھی ایک شور دید

ردیف رای

ت اس چمن مین غنچہ روش بود و باش کر
دل رکھ قوی فلک کی زبردستی پر نجا

مانند گل شگفتہ جبین یان معاش کر
گر گشتی لگ گئی ہی تو تو بھی تلاش کر

عشق و محبت یارکین کیا لطف کے ہی کرنا ضبط
مانگ پناہ خدا سے بندی دل لگنا اک آفت ہی
گیا میں بتخانے کی بہتران سنجھو نکے مصلے سے

چھاتی پہ جو ہو کوہ الم کا تو بھی نالہ و آہ نکر
عشق نکر زنہار نکر واللہ نکر باللہ نکر
پانون نہ رکھ مسجد سے پہ انکے اس جا دیسے [illegible]

میر نہ ہم کہتے تھے تجھسے حال نہیں کچھ رہنے کا
چاہ بلا سے جان و دل پر آجانے دے چاہ نکر

کل سے دل کی کل بگڑی ہی جی مارا بیکل ہوکر
ایک سجود خلوص بسا آہ کیا نہ جوانی میں
جیب بریدہ خاک ملونکی حال ہی کیا آگاہی تجھیں
ایک تو ہم تو ہوتے نہیں ہیں سر بہتیرا مار چکے

آج لہو آنکھیں نہیں آیا درد و غم سے رو رو کر
سر مارتے ہیں محرابوں میں یونہیں قمت کو اب کھو کر
راہ چلو ہو نازکنان تو ان کو لگا کر ٹھوکر
اب بہتیری ستم کی جلد لگا کر تو دو کر

جی ہی ملا جاتا ہی اپنا میر سمان یہ دیکھے ہی
آنکھیں ملتے اُٹھتے ہیں بستر سے لرجب سو کر

یہ لطف اور پوچھا مجھ سے خطاب کر کر
چھاتی جلی ہی کیسی اڑتی جو یہ سنی ہی
خونریزی سے کچھ آگے تقصیر کر لیا تھا
گنتی میں تو نہ تھا میں پر کل خجل ہوا وہ

کا ہی میر کچھ کہیں ہم تجکو عتاب کر کر
وان مرغ نامہ بر کا کھا کباب کر کر
اس دل زدہ کو ان نے مارا خراب کر کر
کچھ دوستی کا میرے دل میں حساب کر کر

...ست و بجود ہم اُسکے در پہ گئے	لوگ اُسکو خبر کرین کیون کر
...سو رہا بال منھ پہ کھول کے وہ	ہم شب اپنی سحر کرین کیون کر
...ر فلک پر ہو وہ زمین پر آہ	انکو زیر و زبر کرین کیون کر

دل نہین دردمند اپنا میر
اور نالے اثر کرین کیون کر

ردیف زای

...ہ زیر خاک لاشہ عاشق طپان ہنوز	پیدا ہی عشق کشتی کا اُسکے نشان ہنوز
...گردش سے اُسکی خاک برابر ہوئی ہی خلق	استادہ روے خاک پہ ہی آسمان ہنوز
اُس تک پہونچنے کا نہین ہی حال کچھ...	جاتے ہین گرتے پڑتے بھی ناتوان ہنوز
پروانہ جل کے خاک ہوا پھر اُڑا گیا	ای شمع تیری رہتی نہین ہی زبان ہنوز
...بندی ہزار جا نہین گئین اُسکی راہ مین	ایک آدھ تو بھی مر رہے ہین نیم جان ہنوز
...دت ہوئی کہ خوار ہو گلیون مین مر گئے	قصہ ہمارے عشق کا ہی داستان ہنوز

لخت جگر کے غم مین کہ تھا لعل پارہ میر
رخسار زرد پر ہی مرے خون وان ہنوز

...دیوانگی کی ہی زور آوری ہنوز	ہر دم نئی ہی میری گریبان دری ہنوز

خاک ہوکر اڑ گئے ہیں یا ہنوز نہ جگر میں ہو خون دل میں خون	دل کا بیتیا نہیں غبار ہنوز ورپے خون ہو روزگار ہنوز
دست بردل ہوں مدتوں سے میر دل ہی ویسا ہو بیقرار ہنوز	
دوستان حسن وخوبی ہو کیا چیز	ٹھہری ہو جان سے بھی ستے کی

ردیف سین

مدت ہجر میں کیا کرنے بیان یار کے پاس	حال پرسی بھی نکی آن کے بیمار کے
حق یہ ہو خواہش دل تو ہو مری آجاتا	جبکہ خونریزی کو بٹھلائیں کھچی دار
در اسیری کا کھلا منہ پہ ہمارے کیا تنگ	مر ہی رہیے گا قفس کے در و دیوار
آنا اسکا تو دم قتل ضروری ہو وے	کون آتا ہو کسو خونکے سزادار کے
پائیے یار اکیلا تو غم دل کہیے	سو تو بیٹھا ہی اُسے پاتے ہیں وہ
منہ پہ ناخن کے خراشوں سے لگا دل کہنے	ہم تو بیٹھا ہی اُسے پاتے ہیں اغیار کے
میں تو تلوار تلے اُسکے لیے بیٹھا میر وہ کھڑا ابھی نہ ہوا آکے گنہگار کے پاس	
کل ہاتھ جارہا تھا دل بیقرار پاس	گویا کہ جارہا کسو سوزندہ یار پاس

ردیف شین

ردیف صاد

ردیف ضاد

ردیف طا

کیا جان ہی گئی نہ ہر بھری روزگار کی	سب اس گزرگہ ہی ہے سیہ کاری کی روش
وہ رفت و خیز گرم تو مدت سے ہو چلے	رہتے ہیں اب گرے پڑے بیمار کی روش
جاتے ہیں رنگ و بوے گل وا بجو چلے	آئی نہ خوش ہمیں تو یہ گلزار کی روش
مائل ہوا ہو سرو گلستان کا دل بہت	کچھ آگئی تھی اسمین قد یار کی روش
زندان بیچ جہانگی بہت ہیں خراب حال	کرتے ہیں ہم معاش گنہگار کی روش

یون سر بکھیرے عشق مین پھرتے نہیں ہیں میر
اظہار بھی کرین ہیں تو اظہار کی روش

رہتے ہیں بہت ہم لگے ہم آزار سے ناخوش	بستر پہ گرے رہتے ہیں بیمار سے ناخوش
جانا جو مقرر ہی مر آوار غنا سے	ہیں بستی کی ہیں ہو ہی رو دیوار سے ناخوش
ہموار سے ہیں نرم و خشن ایک سے دونون	خوش ہیں نہ گل تر سے نہ ہم خار سے ناخوش
سرشتہ دل بند نہیں زلف و کمر بین	کیا جانیے کیسلیے ہیں یار سے ناخوش
ہی عشق مین صحبت سر و خوبانکی عجب کچھ	اقرار سے بیزار ہیں انکار سے ناخوش
خوش رہتے ہیں حباب ہم لبالب ہے	رہتے ہو تمھیں ایک مرے پیار سے ناخوش

اک بات کا بھی لوگون مین چھیٹ اسے کرنا
ہم ہینگے بہت میر کے گفتار سے ناخوش

ردیف ظا

۳۴۵

ردیف عین

ردیف غین

ہمارے آگے چمن سے گئی بہار دریغ
دریغ درد و صد افسوس صد ہزار دریغ

احتیاطِ صراحیٔ مے سے　　ہمنے سجادہ کے دھلائے داغ

دیکھیے دامن کے نیچے کیسے دیے
میرنے گر تلے چھپائے داغ

ردیف فای

آج ہمارا سر پھرتا ہی باتین جتنی سب موقوف
کسکو باغ سے رہا یان آٹھ پہر کی منت کا
اسکی گلی مین آمد و شد کی گھات ہی میں ہم رہتے تھے
وہ جو مانع ہو تو کیا ہی شوق کمال کو پہونچا ہی

حرف و سخن جو یا یکدیگر رہتے تھی سو اب موقوف
ربط اخلاص سے دن گذرے خلط اب سب موقوف
اب جب شکستہ پا ہو بیٹھے دھب کرنیکی دھب موقوف
وقفہ ہوگا تب ملنے مین ہم بھی کرینگے جب موقوف

حلقے پڑے ہین چشم تر مین سوکھے ایسے تم تھے
رونا کڑھنا عشق مین اسکے میر کروگے کب موقوف

ہین آگے نہ تھا دیدۂ پر آب سے واقف
پتھر تو بہت لڑکو نکے کھائے ہین لیکن
ہم ننگ خلائق یہ عجب ہی کہ نہین ہین
شب آنکھین کھلی رہتی ہین ہم منتظرون کی
بل کھاتے نہین بالونکے ہم جاتے ہین اے میر

پلکین نہ ہوئی تھین مری خوناب سے واقف
ہم اب بھی جنون کے نہین آداب سے واقف
اس عالم اسباب مین اسباب سے واقف
جون دیدۂ انجم نہین ہین خواب سے واقف
ہین پیچ و غم و رنج و تب و تاب سے واقف

ردیف قاف

٣٤٦

گھر کیسے کیسے دین کی بزرگونکے ہین خراب
القصہ ہی خرابہ کہنہ دیار عشق

ہو ضبط کرتے ہو وین جراحت جگر کے زخم
روتا نہیں ہی کھو کے دل رازدار عشق

مارا پڑا ہی دانش ہی کرنے مین رنز میر
ہی دور گرد دام کے وحشت شکار عشق

ردیف کاف

وحشت تھی ہمین بھی ہی گھر بار سے اب تک
سر مارے ہین اپنے در و دیوار سے اب تک

مرتے ہی سنا ان کو جنھین دل لگی کچھ تھی
اچھا بھی ہوا کوئی اس آزار سے اب تک

جیسے لگی ہین آنکھین کھلی راہ تکے ہین
سوئے نہ دید ساتھ اسکے کبھو یار سے اب تک

آیا تھا کبھو یار سو مامول ہم اسکے
بستر پہ گرے رہتے ہین ہمارے سے اب تک

بد عہدیون مین وقت نہ آتا ابھی دو گھنا
وعدہ نہ ہوا ایک وفا یار سے اب تک

ہو قہر و غضب دیکھ طرف کشتی کے ظالم
کرتا ہی اشارت بھی تو تلوار سے اب تک

کچھ رنج دلی میر جوانی مین کھچا تھا
زردی نہیں جاتی مرے رخسار سے اب تک

رہا پھول سا یار نزہت سے اب تک
نہ ایسا کھلا گل نزاکت سے اب تک

لبالب ہی وہ حسن معنے سے سارا
نہ دیکھا کوئی ایسی صورت سے اب تک

ردیف کاف فارسی

[illegible]

کیا چلے جاتے ہین جہان سے لوگ	مگر آتے تھے مہمان سے لوگ
تھہر جو بات بات پر گالی	جان بلب ہین تری زبان سے لوگ
شہر مین گھر خراب ہی اتنا	آتے ہین یان اب اس نشان سے لوگ
ایک گردش مین ہین برابر خاک	کیا جھگڑتے ہین آسمان سے لوگ
درد دل ان نے کب سُنا میرا	لگے رہتے ہین اسکے کان سے لوگ
یاد سے بھی لچک بہت ہو گئین	ہم ہی سنبری دھان پان سے لوگ
شوق مین تیرے چلے اُدھر	ہم خمیدہ قد ان کمان سے لوگ

آدمی اب نہین جہان مین میر
اُٹھ گئے اس بھی کاروان سے لوگ

ردیف لام

بلبُل نے کل کہا کہ بہت ہی کھائے گل	لیکن ہزار حیف نہ ٹھہری ہوائے گل
رعنا جوان شہر کے رہتے ہین گل بسر	سر پر ہمارے داغ جنون کی ہی جائے گل
دل پوشی پہ مرغ چمن کی نہ کی نظر	بیدرد گلفروش سبد بھر کے لائے گل
حیف آفتاب مین لیس دیوار باغ ہین	جون سایہ واکشیدہ ہوئے ہم نہ پائے گل
بوی گل و نوائے خوش عندلیب میر	آئے چلے گئے بھی جو کچھ تھی وفائے گل

ای میر اسی ہی نسبت کن حلقہ حلقہ موسی
بیتاب کچھ ہی گا ہے پڑ پیچ سے گئے دل

حال تو حال زار ہی تا حال
دل وہی بیقرار ہی تا حال

بڑھتی ہی حال کی خرابی بروز
گرچہ کچھ روزگار ہی تا حال

خستہ جانی نے تنگ خلق کیا
پر اُسے مجھ سے عار ہی تا حال

حال فکر سخن مین کچھ نہ رہا
شعر میرا شعار ہی تا حال

حال مستی جوانی تھی سو گئی
میر اسکا خمار ہی تا حال

آنکھیں جالی سے ٹھہرتی نہین
شوقِ دیدار یار ہے تا حال

غم سے حال آنکھ خون دل سوکھا
چشم تر اشکبار ہی تا حال

کھچتا ہی اُسطرف ہی کو بے اختیار دل
دیوانہ دل بلازدہ دل بیقرار دل

سمجھا بھی تو کر دل کسی کہتے ہین دل ہی کیا
آتا ہی جو زبان پہ ترے بار بار دل

آزردہ خاطری کا ہمارے نہ کر عجب
اک عمر ہم رہا کیے ہین مار مار دل

وا شد فسردگی سے ترے اس چمن مین ہی
دل جو کھلا تو جیسے گل بے بہار دل

میر اسکے اشتیاق ہم آغوشی مین نہ پوچھ
جاتا ہی اب تو جی ہی رہا در کنار دل

کہہ سکے کون ہمسکو نا ہموار
کوفت سے کوفت اپنے دلپر ہی

اب تو ہین خاک سے برابر ہم
چھاتی کوٹا کئے ہین اکثر ہم

ابر کرتا ہی اب کمی سی میر
دیکھین ہین سوے دیدۂ تر ہم

تجا ہی غیرت عشقی سے گفتگو کو ہم
اگرچہ وصل ہی پر ہین طلب مین سرگردان

خموش دیکھتے رہتے ہین اسکے رو کو ہم
پہ وہم کار ہی جاتے ہین جستجو کو ہم

اب اپنی جانسے ہین تنگ دم رکے ہی بہت
جلاکے خاک کرے وہ کہ رکھے داغ کرے

ملا ہی دینگے تری تیغ سے گلو کو ہم
لگا دین آگ سے کیا اپنی گرم خو کو ہم

مرید پیر خرابات یون نہوتے میر
سمجھتے عارف اگر اور بھی کسو کو ہم

عشق بتوںنے اب کرینگے عہد کیا ہی خدا ہم
گریہ خونین ٹک بھی ہے تو خاکسی منہ پر اڑتی ہی

آجاوین جو یہ ہرجائی تو بھی نجاوین جا سے ہم
شام و سحر رہتے ہین یعنی اپنے لہو کے پیاسے ہم

سکی نہ پوچھو دیدہ مین ان نے پرسش حال ہماری کی
چپکے کیا انواع اذیت عشق مین کھنچی جاتی ہی

ہمکو دیکھو مارے گئے ہین آکر پاس وفا سے ہم
دل تو بھرا ہی اپنا تو بھی کچھ نہین کہتی حیا سے ہم

کیا کیا عجز کرین ہین لیکن پیش نہ کچھ جاتا میر
سر رگڑے ہین آنکھین ملے ہین اسکے حنائی پا سے ہم

ردیف نون

دل تو نہین قفس مین جا ہی جی ددرود یکھو تم
چاہ زنخ کو چاہ مین ہم ہال اسکی کو جال ہی

کبتک فرنگے لگرے جوڑون جگر کے ٹکڑون سے
سب نہین ہی پارہ دوری مین کوئی وصال نہین

ہی وضع کشیدہ کا جو شور اسکے جہان مین
نکلی ہی مگر تازہ کوئی شاخ کمان مین

ہر طور مین ہم حرف و سخن لاگ سے دل کی
کیا کیا کہین ہین مرغ چمن اپنی زبان مین

کیا باد نے بھی دست نظاول کو دیا طول
پھیلے پڑے ہین پھول ہی سب کی خزان مین

خوشرنگ ہی کس مرتبہ انہار کا پانی
خونناب مرے چشم کا ہی آب روان مین

روئے مرے احوال پہ جون ابر بہت میر
بیطاقتی بجلی کی سی ہی آہ و فغان مین

دلکے کہی بیدل کہلائے آگے دیکھئے کیا کیا ہون
مجزون ہوئے ہین مفتون ہوئے ہین مجنون ہوون سوا ہون

عشق کی رہ مین پانو رکھا سو رہنے لگے کچھ رفتہ سے
آگے چلکر دیکھین ہم اب گم ہوون یا پیدا ہون

خار و خس الجھے ہین آہی بحث انھونسے کیا رکھیے
موج زنان اپنی طبع روان ہی جب ہم جیسے دریا ہون

ہم بھی گئے جا گرسے اپنی شوقین اس ہرجائی کے
عشق کا جذبہ کام کرے تو پھر ہم زردن یکجا ہون

کوئی طرف یان ایسی نہین جو خالی ہووے اس سے میر
یہ طرف ہی شور جرس سے چار طرف ہم تنہا ہون

قطعہ

احراق اپنے قلب کا رونیسے کب گیا — پانی کی چار بوند ین ہین کیا احراق مین
تحصیل علم کرنے سے دیکھا نہ کچھ حصول — مینے کتابین رکھین اُٹھا گھر کے طاق مین
دم تا کمین لقول زنان عاشقو نکے ہین — ہلنا بلا ہی موتی کا اُسکی بلاق مین

اک نور گرم جلوہ فلک پر ہی ہر سحر
کوئی تو ماہ پارہ ہی میر اُس رواق مین

صبح ہوئی گلزار کے طائر دلکو اپنے ٹٹولین ہین — یا دین اُس خودرو گل ترکے کیسے کیسے بولین ہین
باغ مین جن ہم دیوانیسے جا نکلین ہین نالہ کنان — غنچے ہو ہو مرغ چمن کے ساتھ ہمارے ہو لین ہین
یار ہمارا آسان کیا کچھ سینہ کشادہ ہمسے ملا — خون کرین ہین جیب دلکو بند قبا کی کھولین ہین
مینہ تو بہی ہی شدتسے دیکھو اندھیری کیا ہی یہ — ایسے تنگ جو آتے ہین ہم دلکو لگکے رو لین ہین
رو دھوبی کا گم ملتا ہی میل دل اپنی پر ہی بہت — کوئی کہے اس سے ملتے ہین تجکو کیا ہم دھو لین ہین
سرو تو ہی سنجیدہ لیکن پیش مصرع قد یار — ناموزون ہی نکلے ہی جب دل مین اپنے تولین ہین

مرگ کا وقفہ اس رستے مین کیا ہی میر سمجھتے ہو
ہارے ماندے راہ کی کم ہین لوگ کوئی ہم سو لین ہین

غزل میر کی کب پڑھائی نہین — کہ حالت مجھے غش کی آئی نہین
زبان سے ہماری ہی صیاد خوش — ہمین اب امید رہائی نہین

دیار حسن مین دلکی نہین خریداری
حساب پاک ہو روز شمار مین تو عجب
گذر ہی عشق کی بیطاقتی سے مشکل آہ
جہانکے باغ کا یہ عیش ہی کہ گل کے رنگ

وفا متاع ہی ابھی پہ یان کی تاب نہین
گناہ اتنے ہین میرے کہ کچھ حساب نہین
دلونکو چین نہین ہی شبونکو خواب نہین
ہمارے جام مین لوہو ہی سب شراب نہین

تلاش میر کی اب میکدونمین کاش کرین
کہ مسجدونمین تو وہ خانمان خراب نہین

ہمکو کہنے کے تئین بزم مین جا دیتے ہین
ان طیورونسے ہونمین بہی اگر آتی ہی صبا
گرچہ ملتے ہین خنک غیرت سے ڈر کے
دیر رہتا ہی ہمالاش پہ غم کشتونکے
اس شہ حسن کا اقبال کہ ظالم کے تئین
دل جگر ہو گئے بیتاب غم عشق جہان
کیونکی اس راہ مین یہ کہیے کہ صاحب نظران
ملتے ہی آنکھ ملی اسکی تو برہم ہے تہ
طرفہ صناع ہین ای میر یہ موزون طبعان

بیٹھنے پاتے نہین ہم کہ اٹھا دیتے ہین
باغ کے چار طرف آگ لگا دیتے ہین
دل جگر دونونکو اک لخت جلا دیتے ہین
استخوان انکے جلے کچھ تو فرا دیتے ہین
ہر طرف سیکڑون درویش دعا دیتے ہین
جی بھی ہم شوق کے مارونکو دعا دیتے ہین
یانسے وان تئین آنکھین ہی بچھا دیتے ہین
خاکمین آپکو فی الفور ملا دیتے ہین
بات جاتی ہی بگڑ بھی تو بنا دیتے ہین

ہم جو دیکھین ہین تو وہ آنکھ چھپا لیتے ہین
کچھ تفاوت نہین ہستی و عدم مین ہم بھی
اٹھکے باب قافلہ رفتہ کو جا لیتے ہین
نازکی ہای کاری طالع کی نکوئی سے بھی
پھول سا ہاتھ نہین ہم اسکو اٹھا لیتے ہین
صحبت آخر کو بگڑتی ہی در اندازی مین
کیا در انداز بھی اک بات بنا لیتے ہین

کہین دل کے مرغان گلشن سے کیا
کہ بے حوصلہ ہم کو رسوا کرین

کھبا عشق کا جوش دل مین بھلا
کہ بدنام ہووین جو سودا کرین

بُری حال اُسکے گلی مین ہین میر
جو اُٹھ جائین وان سے تو اچھا کرین

بجر مین روتا ہون ہر شب مین نقش اُس صحن زمین یان
وے اندھیری مینہ برسی جو کبھو شد نسیمان

کسقدر بیگانہ خو ہین مردمان شہر حسن
بات کرنا رسم عادت ہی نہین الفت سے یان

[illegible] گئے ہین جب سے ہم سونا پڑا ہی باغ سب
شور ہنگام سحر کا مہر ہی مدت سے یان

[illegible] کوئی پھوڑے محبت مین تو بارے اسطرح
مر گیا ہی عشق مین فرہاد جس قدر سے یان

دلکشی اس بزم کی ظاہر ہی تم دیکھو تو ہو
لوگ جی دیتے چلے جاتے ہین کس حسرت سے یان

سو تو نسے خاکدان یہ عالم تصویر ہی
بولین کیا اہل نظر خاموش ہین حیرت سے یان

فہم حرفو نکی تنافر کا بھی یاروں نکو نہین
اسیہ رکھتے ہین تنفر سب مری تربت سے یان

[illegible] روزہ عمر کرے عاشقی یا زاہدی
کام کچھ چلتا نہین اس تھوڑسی مدت سے یان

کیا سر جنگ و جدل ہو بید ماغ عشق کو
صلح کی ہی ہم نے ہفتاد و دو ملت سے یان

[illegible]اغ فراق سحر کیا پوچھو ہو آگ لگائی سینے مین
چھاتی سے وہ منھ نہ لگا ٹک آکر اس بھی مہینے مین

ردیف واو

چاہت میں اس ماہ کے مرنیکی شایستہ ہوئے — جا بھی چکی ہے دل کی ہوس اب جینے کا ارمان نہیں

شور نہیں یاں سنتا کوئی میر قفس کے اسیروں کا
گوش نہیں یوا جین کے گل کے شاید کان نہیں

یوں ناکام رہینگے کبتک جی میں اک کام کریں — رسوا ہو کر مارے جاویں اُسکو بھی بدنام کریں
جسکو خدا دیتا ہے سب کچھ وہ ہی ہے سب کچھ دیتا ہیں — ٹوپی لنگوٹی پاس اپنے ہم اسپر کیا انعام کریں
منھ دکھوے تو روز ہے روشن لیکن زلف جو بکھرے ہے پھر — اِن طوروں سے عاشق کیونکر صبح کو اپنی شام کریں
خط و کتابت حرف حکایت صفحہ ورقیں جاوے — دستے کے دستے ہو کاغذ جو دل کا حال ارقام کریں
شیخ پڑی محراب حرم میں پہروں دوگانہ پڑھتے ہو — سجدہ ایک اس تیغ تلے کا اسسے ہو تو سلام کریں
دل آسودہ ہو تو رہے تا کنٹ دے پر ہم سو بار گئے — وہ سو بھی کہ بھیجے ہے باہر جاویں آرام کریں

میل گدائی طبع کو اپنے کچھ بھی نہیں ہے ورنہ میر
دو عالم کو مانگ کے لاویں ہم جو ننگ ابرام کریں

پھر اس صورت حوال ہر یک دکھاتا یاں — مروت قحط ہے آنکھیں نہیں کوئی ملاتا یاں
خرابہ دلی کا وہ چند بہتر لکھنؤ سے تھا — وہیں میں کاش مرجاتا سراسیمہ نہ آتا یاں

محبت دشمن جان ہے جو میں معلوم یہ کرتا
تو کاہیکو کسو سے میر اپنا دل لگاتا یاں

کیا سمجھا تنے کہ ہر حرف پر ہی بوسہ لب | جو باتین کین ہین تو اب قرض کا حساب کرو

قطعہ

ہوا ہی اہل مساجد پہ کام ازبس تنگ
خدا کریم ہی اوسکے کرم سے رکھکر چشم

نہ شب کو جاگتے رہنے کا اضطراب کرو
دراز کھینچ کسو میکدے مین خواب کرو

جہان مین دیر نہین لگتی آنکھین مندتی میر
تمھین تو چاہیے ہر کام مین شتاب کرو

وہ گل سا روسرا ہون یا بیچ دارمو کو
ان گیسوؤن کے حلقے ہین چشم شوق عاشق
دم کی کشش سے کوشش معلوم تو ہی لیکن
آلودہ خون دل سے صد حرف منھ پر آئے

نرمی ہی کا تن دیتا خالق ٹک اسکی خو کو
وے آنکھین دیکھتی ہین حسرت سے اسکے رو کو
پاتے نہین ہم اسکی کچھ طرز جستجو کو
مرغ چمن نہ سمجھا انداز گفتگو کو

دل میر دلبرون سے چاہا کرے ہی کیا کیا
کچھ انتہا نہین ہی عاشق کی آرزو کو

عجب گر تیری صورت نکا نہ کوئی یار عاشق ہی
تجھے اکبار اگر دیکھے کوئی بیچا ہو دل اسکا
تری چھاتی سے لگنا ہار کا اچھا نہین لگتا

جو صحن خانہ مین تو ہو در و دیوار عاشق ہو
خرام ناز پر تیرے لٹا گھر بار عاشق ہو
مبادا اس جہت سے گل و گلے کا ہار عاشق ہو

کیا کیا چمک گئے ہین رخسار یار دونون
رہ رہ گئے ہین ہم د خود آئینہ دار دونون
تصویر قیس و لیلی تک ہاتھ لیکے دیکھو
کیسے ہین عاشقی کی پھر ان کار دونون
دست جنون سے اپنی پھر دن کی دھجیان ہین
داماں جیب سب ہین تار تار دونون
برسات کی سی بارش ... نہیں ہم ہوئی تھی
ابر اور دیدہ تر روتے ہین زار دونون
دن ہین ... راتین بڑی کٹھن سی

بس جو تمہارا کچھ بھی چلے تو ایک گھڑی آرام نہ لو
میر کہا تک بیتوابی وہ ... ہم ... سلام ... ہو
کوئی تسلی پھر ہوتا ہو جینگ دیکھو تھام نہ لو
ما دو آئی وہ کیا ترپتا ہو کیا جیتا بھی کرتا ہو
رنگ شکستہ کا نہین یا دو نہ رہنا ... کام نہ لو
آج ہمارا سم ... وکھتا ہو صندل کا بھی نام نہ لو
کوئی مطلب قلبو ... ہم عیب ... ہو
ہم ... صاحب ... کام ... [illegible]

کتنے دنون کہا تھا و لا ضبط نالہ کر
پھر شب کو ناشکیبی سے نالان ہوا نہ تو

ہوتا ہی میر روے سخن آدمی کے اور
افسوس ای ستمزدہ انسان ہوا نہ تو

کیا کرو نہین صبر تم کو اور رنج بیش کو
کھول آنکھین صبح سے آگے کہ شیر اللہ کے
عشق کے بیتاب کی آزار دین مت کر شتاب
دشمن اپنا مین تو فکر دوستی ہی مین رہا

زہر دیو ... ین کا نکلے احباب اس روش کو
دیکھتے رہتے ہین غافل وقت گرگ ومیش کو
جان دیتے دیر لگتی ہی نہین دلریش کو
اب کہون کیونکر سلامت جان عشق اندیش کو

مختلط ترسا بچون سے تیر خانہ مین رہا
کن نے دیکھا مسجدون مین میر کافر کیش کو

ناز کی کوئی یہ بھی ٹسک ہی جھکا ہیکو گڑھا ہی
غیر کی ہمراہی کی غرت جی مارے ہی عاشق کا
مست نہین یہ بال ہین بکھرے بیچ گلیمین بگڑیگی
پردہ ہمسے کر لیتے ہو جب آتے ہو مجلس مین
سوچ نہین یہ فقیر ہی اپنا جیب دریدہ دیوانا
رفتہ عشق کسو کا یار و راہ چلی ہی کسکے کہے

آتے ہو تمکین سے ایسی جیسی کہین کو جاتے ہو
پاس کبھو جو آتے ہو تو ساتھ اک تحفہ لاتے ہو
ساختہ ایسی بگڑے رہو ہو تم جیسے وہ ماتے ہو
آنکھین سب سے ملاتے ہو کچھ ہم ہی سے شرماتے ہو
ٹھوکر لگتے دامن کو کس ناز سے تم یان آتے ہو
کون رہا ہی آپ مین یان تم کسکے تئین سمجھاتے ہو

... نہین ہین یکبار ان البلبل و نہار دونون
دل اور ابر ... فصل گل ایک سے ہین
... ہین بیقرار دونون
... دونون
... دونون
... دونون

[illegible]

ردیف ہائے ہوز

کوہ کن و مجنون و وامق میر آئے تھے بہت پر
منھہ نہ لگایا ہم مین کنھون نے ایسے ہرزہ کار ونکو

جی رکا رکنے سے پری کچھ تو
جو نہووے نماز کرئے نیاز
طالع و جذب وزاری وزر و زور
جیتا کیا ہی جہان فانی کا

آسمان آگیا دری کچھ تو
آدمی چاہیے کری کچھ تو
عشق مین چاہیے اری کچھ تو
مرتے جاتے ہین کچھ مرے کچھ تو

سہمے سہمے نظر پڑین ہین میر
اسکے اطوار سے ڈرے کچھ تو

رفتن رنگین گلرو یانسے کیا ٹھہراؤ ہو
قد جو خم پیری سے ہو تو سر کا دھنا سیج ہی
خونکے سیلاب مین ڈوبی ہوئی نکلا کیا شمار
تھی وفا و مہر تو بابت دیار عشق کے

ساتھ انکے چل تماشا کرلے جسکو چاؤ ہو
ہو چکا ہونا جو کچھ تھا اب عبث پچتاؤ ہو
ٹک یہی ہو وہ جدول شمشیر تو ستھراؤ ہو
دیکھین شہر حسن مین اس خبن کا کیا جھاؤ ہو

گریۂ خونین سے ہین رخسار میر کے لعل تر
دیدۂ خونبار یونہین جیسے منھہ پر گھاؤ ہو

جیکی لاگ بلا ہی کوئی دل جینے اٹھا بیٹھو
ہو کے فقیر گلی مین کسو کے رنج اٹھاؤ جا بیٹھو

وارفتہ ہے گلستان اُس وے چھپی کا
ہر فصل گل پہ گل کا اب وہ نہین غرا

وہ آرسی کے آگے پہرون ہی بے تکلف
مُنھ سے ہمارے اسکو آتی نہین حیا

دل ہی کے غم مین گذرے دس دن جو عمر کے تھے
یہ حج ہے اس نگر سے جاتا نہین جیا

مُنھ کر کبھی میری جانب تا نہین کچھ
کیا جانون اُسکے جی مین ہے اسطرف سے

دل نے فقیر کا بھی ہاتھو نہین دل ہی کر
آجلے ہے جہان مین آگے لیا دیا

یارونکی آہ زاری ہووے قبول کیونکر
انکی زبانہین کچھ ہے دل مین ہے کچھ دغا

ساری وہی حقیقت ملحوظ سب مین کچھ
کہیے نمود ہووے جو اسکے ماسوا

حرف و سخن کی اُس سے اپنی مجال کیا ہے
ان نے کہا ہے کیا کیا مین نے اگر کہا

کبتک یہ بد شرابی بے سیری تو میر آئے
جانے کی ہو جہتیا اب کر چلو بھلا کچھ

حیرت طلب کو کام نہین ہے کسو کیسا تھ
جان عزیز ابھی ہے مری آبرو کیسا

یکرنگ آشنا ہین خرابات ہی کے لوگ
سر مسکتونکے پھوٹتے دیکھے سبو کے سا

قمری کا لوہو پانی ہوا ایک عشق مین
آتا ہے اسکا خون جگر آبجو کیسا

خالی نہین ہے خواہش وسے کوئی لبشر
جاتے ہین سب جہا بنسے یک آرزو کیسا

دم مین ہے دم جہان تئین گرم تلاش ہون
سو پیچ و تاب سہتے ہین ہر ایک مو کیسا

کیا کیا دیدہ درائی سے ہم کرتے رہے اس عالم میں
تم سے آگے سنو ہو صاحب نہیں ہوا ہی کیا کیا کچھ

حسرت وصل اندوہ جدائی خواہش ذوق و شوق
یوں تو چلا ہوں اکیلا لیکن ساتھ چلا ہی کیا کیا کچھ

کیا کہیے جب میں نے کہا ہی میر ہی مغرور اس پر تو
اپنی زبان مت کھول تو آلی اور کہا ہی کیا کیا کچھ

ردیف یای

میں تو تنک صبری سے اپنی رہ نہیں سکتا اک دم بھی
ناز و غرور بہت ہی اسکا لطف نہیں ہی کم کم بھی

پایۂ احترام آخر تہ کر دل کی اور توجہ کی
در پہ حرم کے اس لیے تھے ہم کو بھی ملیگا محرم بھی

دیکھ ہوا کو طائر گلشن کس حسرت سے کہتے تھے
گل ہی چلے جاتے نہیں یاں سے چلنے کو بیٹھے ہیں ہم بھی

کیا کیا میں بیتاب رہا ہوں رنج و الم سے محبت کی
ہی عالم کچھ اور ہی میرے دلکے مرض کا عالم بھی

سینہ و داغ کیا ہی کیا کیا اچھے ہونے والے تھے
زخموں پر چھاتی کے میرے رکھ دیکھو مرہم بھی

گرم ہوا سی ہوگا جو ہر سیر چمن کی کر لیجے
پھول بکھرتے جاتے ہیں کچھ آخر ہی اب موسم بھی

نعل جڑے سینے کو کوٹا چہرے پنجی پر خاک ملی
میر کیا ہی میں نے نہایت دل جانیکا ماتم بھی

نقد دل غفلت سے کھویا راہ کھوئی کر گئے
کارواں جاتا رہا ہم خواب ہی میں مر گئے

کیا کہیں ان نے جو پھیرا اپنے در پر سے ہمیں
مر گئے غیرت سے ہم بھی پر نہ اسکے گھر گئے

سبت کیا ان لوگون سے ہمکو شہری ہین دیوانے ہم
ہو پھر ساجھاتی ہین بکر کثرت غم کی حیرتسے
باغ مین جاکر ہم جو رہے سو اور دماغ آشفتہ
کیسا کیسا عجز ہی اپنا کیسے خاکمین ملتے ہین
قصہ ہم غربت زدگان کا کہنے سے شایان نہین

ہی فرہاد اک دم کو ہی مجنون اک صحرائی ہی
کیا کہیے پہلو سے دلکی سخت اذیت پائی ہی
کیا کیا سر پہ ہمارے آکر بلبل شب چلائی ہی
کیا کیا ناز و ادا اُسکو ہی کیا کیا بے پروائی ہی
بیصبری کم پائی ہی پھر دور اُسسے تنہائی ہی

چشمک چتون نیچی نگاہین چاہ کے تیرے مشعر ہین
میر عبث بگڑے ہو ہمسے آنکھ کہین تو لگائی ہی

دنیا کی قدر کیا جو طلبگار ہو کوئی
کیا ابر رحمت اُنکی برستا ہی لطف سے
کیا ضعف تن مین ہی جگر و دل دماغ بن
ہم عاشقان زرد و زبون و نزار سے
ہے ہین ہم تو حیرت حالات عشق سے
یکسان ہوئے ہین خاک سے پامال ہوکے ہم
وہ رہ سکی ہی دل زدہ کچھ منتظر کھڑا
یک نسخہ عجیب ہی لڑکے کا طبیب کا

کچھ جنس مال ہو تو خریدار ہو کوئی
طاعت گزین جو ہو سو گنہگار ہو کوئی
پوچھے جو اس قشون مین سردار ہو کوئی
مت کر ادائین ایسی کہ بیزار ہو کوئی
کرے بیان جو واقف اسرار ہو کوئی
کیا اور اُسکی راہ مین ہموار ہو کوئی
حیرت سے اُسکے در پہ جو دیوار ہو کوئی
کچھ غم نہین ہی اُسکو جو بیمار ہو کوئی

ادہر نہین آتا وہ آوے تو تصدق کر | جی جامہ اٹھا وینگے گھر بار لٹا وینگے

معشوقون کی گرمی بھی اے میر قیامت ہی
چھاتی مین گلے لگ کر ٹک آگ لگا دینگے

جنگل مین چشم کسنے بستی کی رہبری کی | صاحب ہی نے ہماری یہ بندہ پروری کی
شب منگے شور میرا اچھی کی نہ بیدماغی | اسکی گلی کی سگنے کیا آدمی گری کی
کرتے نہین ہین دل خون اس رنگ سے کسو کا | ہم دل شدونکے ان نے کیا خوب دلبری کی
اللہ رے کیا رنگ ہی آدم کے حسن پر بھی | اچھی لگی نہ ہمکو خوش صورتی پری کی
ہی اپنی جہر وزری جانکاہ دل گدازان | اس رنج مین نہین ہی امید بہتری کی
رفتار زناز کا ہی پامال ایک عالم | اس خود نمائی کیسی خود رائی خودسری کی
ایکاش اب چھوڑے صیاد قیدیون کو | جی ہی ہی مارتی آزادی بے پری کی
اس رشک مہ سے ہر شب غیر سے لڑائی | بخت سیہ نے یارو ہی ان دنون یاوری کی
کہٹ بچہ یان ہی کی ہین جراف کی نہ بیسے | بیسی دی سیر دنی کی بہر لگی کہری کی

گذری بسان صرصر عالم سے بے تامل
افسوس میر تنے کیا سیر سرسری کی

اکثر کی بیدماغی ہر دم کی سرگرانی | اب کب گئی اٹھائی ہی زور ناتوانی

کبھی ضبط گریہ سے دلکی عمارت
ملا دیتی ہے خاک ہی آدمی کو

ہوئی چشم تر اس خرابی کی بانی
محبت ہے کوئی بلا آسمانی

گرامی گہر میر جی تھا ہمارا
وے عشق مین قدر ہمنے نجانی

جلتے ہو تو چمن کو چلیے لکھتے ہین کہ بہاران ہے
انکھوا سے یون ٹپکے ہی جیسے شراب چھو آتے ہین
عشق کے میدان داران مین بھی مرنیکا ہی دو صفت ہے
دل ہی داغ جگر ہو ٹکڑے آنسو سارے خون ہوئے

پات ہرے ہین پھول کھلے ہین کم کم باد بہاران ہے
آگے ہو پہنچانے کے نکلو عہد بادہ گساران ہے
دینے مصیبت ایسی اٹھانا کار کار گذاران ہے
لو ہو پانی ایک کرے یہ عشق لالہ عذاران ہے

گوہکن و مجنون کی خاطر دشت و کوہ مین ہم نہ گئے
عشق مین ہمکو میر نہایت پاس عزت داران ہے

ہم اس مرتبہ پھر بھی لشکر گئے
نظر اک سپاہی پسر سے لڑی
ہم نہر وزری کے سرگرم تھے
نمو میری آنکھون مین آتا نہین
مر باط کہین ہین نہین میر جی

تعب ایسی گذری کہ مر گئے
قریب اسکی تلوار کر کر گئے
خدا جانے وہ لوگ کیدھر گئے
جگر کے مگر زخم سب بھر گئے
ہوا جو لگی وے بھی باہر گئے

روز وداع لگا چھاتی سے وہ جو خونریز رکا گیا
دل تڑپی ہی جان کھچی ہی سینہ سارا جلتا ہی

گور بغیر آرام اسکو بھی دنیا مین پھر کوئی نہین
عشق کا مارا آوارہ جو گھر سے اپنے نکلتا ہی

ضعف ناغی جسکو ہوے عشق کے رنج و محنت سے
جی بھی سنبھلتا ہی پر بعید از دیر سنبھلتا ہی

شور جرس شبگیر کا غافل طیاری کا تکیہ ہی
یعنے آنکھ نہ لگنے پاوے قافلہ صبح کو چلتا ہی

بالین عاشق کے بیدپیر ہر ہر مو سے نکلا وہ
جل کر اسکو جلا آتی کیا ہو آپہی جلتا بلتا ہی

میر ستم کشتہ کی سماجت ہی مشہور زمانہ کی
جان دیے ہین آگے سے اسکے کب ظالم ٹلتا ہی

جیسے ستارا صبح کا نکلا تب سے آنسو چمکا ہی
دل تڑپا اس مہرو بن مرگ ہمارے دھمکا ہی

آمد و رفت کے اوپر ہمنے بنای زیست رکھی
دم سو ہوا ہی آوے نہ آوے کسکو خبر سا دھمکا ہی

کہ صوفی چل میخانے مین لطف نہین اب مسجد مین
ابر بہی باران باد تر نگ نگ تین مین جھمکا ہی

کیا امید رہائی رکھے ہم سا رفتہ وارفتہ
دل اپنا تو زنجیر مین اس زلف خم در خم کا ہی

دل کی نہین بیماری ایسی جسمین ہو امید ابھی
کیا سنبھلیگا میر ستمکش وہ تو مارا غم کا ہی

خواہش دل کی کس سے کیجے محرم تو نا پیدا ہی
چپ ہین کچھ کہہ سکتے نہین پر جیمین ہمارے کیا کیا ہی

ہین متوقع پرستش اسکی ہم جو گھر سے بیٹھے ہین
رہنا اس بد حالی ہی سے اپنے حق مین اچھا ہی

٣٦٨

دیکھ رہیے خرام ناز اُسکا درد دل طول سے کہے عاشق حیرت گل سے آب جو ٹھٹھکا	پر کسو پاس گر رہا بھی جائے روبرو اسکے جو کہا بھی جائے یہی بہتیرا ہی ہمارا بھی جائے

کیا کوئی اُس گلی مین آوے میر
آوے تو تو ہو مین نہا بھی جائے

اب ترک کر لباس توکل ہی کر رہے اس وحشت سے غبار ہمارا نہ ٹک اُٹھے آنے سے اسطرف کے ترے مینے نقش کیا دونون طرف سنے پدہ درائی نہیں ہی خو جبتک ہی خون دل مین جگر مین قطرہ ہون ہم رہنا گلی مین اُسکی نہ جیتے جی ہو سکا عاشق خراب حال رستے مین گر پڑے	جیسے کلاہ سر پہ رکھی دربدر رہے ہم خانمان خراب نہ جانا کدھر رہے شکوہ بھی اُس سے کیجے جسکو خبر رہے اس چاہ کا ہی لطف جو آپسمین ڈر رہے نہ کچھ بھی جو نہووے تو کیا چشم تر رہے ناچار ہو کے وان جو گئے آپ ہو مر رہے جون لشکر شکستہ پریشان اُتر رہے

عیب آدمی کا ہی جو رہے اس دیار مین
مطلوع جہان نہ میر رواج ہنر رہے

پھر اب چلو چمن مین کھلے غنچے رنگ گئے	شاخون سمیت پھول ہنالونکے جھک گئے

٣٧٠

تمام شد

دیوان چہارم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان پنجم

دل رفتۂ جمال ہو اُس ذوالجلال کا
مستجمع جمیع صفات و کمال کا

ادراک کو ہو ذات مقدس میں دخل کیا
اُودھر نہیں گذار گمان و خیال کا

حیرت سے عارفونکو نہیں راہ معرفت
حال اور دکچھ ہو یاں اُنھوں کے حال و قال کا

ہو قسمت زمین و فلک سے غرض نمود
جلوہ ہو گرنہ سب میں ہو اُسکے جمال کا

مرنے کا بھی خیال رہے میر اگر تجھے
ہو اشتیاق جان جہاں کے وصال کا

ہو حرف خامہ دل زدہ حسن قبول کا
یعنے خیال سر میں ہو نعت رسول کا

پہلے تدارک کچھ ہوتا تو نفع بھی ہوتا سو تو میر
کام ہوا آخر عشق میں اسکے بیماروں بدحالوں کا

اگر ہنستا اسے سیر چمن میں اب کی پاؤنگا
مجھے گل اسکے آگے خوش نہیں آتا کچھ اسیر بھی
بشارت اے صبا دیجو اسیران قفس کو بھی
دماغ ناز برداری نہیں ہی کم دماغی سے
خشونت بدسلوکی خشمگینی کس لیے آئی
ابھی ہوں منتظر جاتی تھی چشم شوق کجا نب

تو بلبل آشیاں تیرا ہی میں پھونسے بچاؤنگا
ہو تو آزردہ ہوتی ہی گلستاں میں نہ آؤنگا
تسلی کو تمھاری سر پہ رکھ دو پھول لاؤنگا
کہاں تک اے ہر گھڑی کے روٹھے کو یہاں مناؤنگا
نہ منھ کو پھیرئیے پھر یاں نہ آؤنگا نہ جاؤنگا
بلند اس تیغ کو ہونے تو دو سر بھی جھکاؤنگا

بلا میں زیر سر ہوں کاش افتادہ رہوں یونہیں
اٹھا کر خاک سے تو میر ہنگامے اٹھاؤنگا

رسوائی شہر ہی یاں حرف و سخن ہمارا
دل خون ہو گیا تھا غم لکھتے سو ہی ہی
ظل ریاض میں شب مہتاب کے نہیں گل
میدان عشق میں تو قیمہ بدن ہوا ہی
میر اسکی آنکھیں دیکھیں ہمنے سفر کو جاتے

کیا خاک میں ملا ہی افسوس فن ہمارا
تنگرف کے قلم سا پر خون دہن ہمارا
انگاروں سے بھرا ہی اس بن چمن ہمارا
نہ کر کے خاک ہی میں کھدیں کفن ہمارا
عین بلا ہوا ہی سواب وطن ہمارا

میر جوان نے منہ کو ادھر کر ہمسے کوئی بات کہی
لطف کیا احسان کیا انعام کیا اکرام کیا

عشق ہو حیوان کا یا انس ہو انسان کا
لاگ جی کی جس سے ہو دشمن ہے اپنی جان کا

عاشق و معشوق کی ہیں طرفہ صحبت میر کی
ایک جی مارے ہی مر ہو لیک ہے احسان کا

ہیں خرد گم عشق میں اس کی کے آخر ہوا
یہ ثمر لایا نہ دیکھا چاہنا نادان کا

مرنا اسکے عشق میں خالی نہیں ہے حسن سے
رشک کی قابل ہے جو کشتہ ہے آستان کا

گر پڑینگے ٹوٹ کر اکثر ستارے چرخ سے
ہل گیا جو صبح کو گوہر کسی کے کان کا

ہر ورق ہر صفحہ میں اک شعر شور انگیز ہے
عرصۂ محشر کا عرصہ میری بھی دیوان کا

کیا ملاوے آنکھ نرگس اسکی چشم شوخ سے
زرد اس غنچہ دیدہ کو آزار ہے یرقان کا

بات کرنی جا ہے منہ تک مخاطب کی جھلک
اس کا لعل لب نہیں محتاج رنگ پان کا

کیا کہوں سارا زمانہ کشتۂ و مردہ ہے میر
اسکے اک انداز کا کشتہ ناز کا اک آن کا

عشق ہمارے خیال پڑا ہے خواب گیا آرام گیا
جی کا جانا ٹھہر رہا ہے صبح گیا یا شام گیا

عشق کیا سر بھی گیا ایمان گیا اسلام گیا
دل نے ایسا کام کیا جس سے میں ناکام گیا

کس کس اپنی کل رونے ہجر انہیں بیکل اسکا
خواب گئی ہے تاب گئی ہے چین گیا آرام گیا

۳۷۳

کیسا کیا جگر خون آزار کیسے کھینچے
حرف و سخن تھے اپنے یا داستان جہان مین
کیا رایگان تمہوں کو دیکر ہوئے ہین کافر
لخت جگر بھی اپنا یاقوت ناب سا ہی
کیا خاک مین ملایا ہمکو سپہر دون نے
حالت ہی نزع کی یان آؤ کہ جاتے ہین ہم

آسان نہین ہوا دل اندوہگین ہمارا
مذکور بھی نہین ہی یا اب کہین ہمارا
اے رشک پدر جواب تھا یہ کہ مدین ہمارا
قطرہ سرشک کا ہی اب رنگین ہمارا
ڈھونڈھا نشان تربت پایا نہین ہمارا
آنکھون مین منتظر ہی دم واپسین ہمارا

اک عمر پھر دندی جنکے سبب سے کی تھی
باقی ہین میر انکو سرگرم کین ہمارا

آج ہمارا دل تڑپے ہی کوئی ادھر سے آویگا
ہم نہین لکھتے اسلیے اسکو شوخ بہت ہے وہ لڑکا
رنج بہت کھینچے تھے ہمنے طاقت جسکی تمام ہوئی
آندھی سو ہم جاوین اسکے گو ناصح تجھ بن
عاشق ہووے وہ بھی یا رب تا کچھ اسکی کہا جاوے
عاشق کی دلجوئی کی بھی رہ و رسم سیہ آفت
آنکھیں موندے ہی دلبر جو سوتے رہین بہتر ہی

یا کر توخستہ اُن ہاتھون کا جا اصبح تک لا دیگا
خط کا کاغذ بادی کر بیگا باد کا رخ بتلا دیگا
اپنے لیے برپا ور ہی یہ وہ بھی بہت چھپا دیگا
سوجھتا کچھ بھی کر آئینگے کیا تو ہمکو سمجھا دیگا
یعنے حال سُننے کا دلسے دل جو کسی سے لگا دیگا
ہو جو ایسا گم شدہ اپنا اسکو تو پھر پاویگا
چشمک کرتا ایک ا تھونکا سو فتنے جگاویگا

...یسا پلید آلودہ دنیا خلق نہ آگے ہوا ہوگا	شیخ شہر ہوا ہی کہتے ہیں شہر خدانے پاک کیا
قدرت حق میں کیا قدرت ہے دخل کسو کی فضولی ہے	اسکو کیا پرکالہ آتش مجکو خس و خاشاک کیا
...ہم تھے زخمی چھاتی میں بھلنا انکا سہل نتھا	دو دو ہاتھ تڑپ کر دل نے سینۂ عاشق چاک کیا

خوگر ہونا حزن و بکا سے میر ہمارا یونہیں نہیں
برسوں روئے کڑھتے رہے تب ہم دلکو غمناک کیا

بعد ہمارے اس فن کا جو کوئی ماہر ہووےگا	درد آگین انداز کی باتیں اکثر پڑھ پڑھ رووےگا
ہم تماشا دا ہو تو دیکھا بھائی غنیمت ہے	مت موندے آنکھونکو غافل دیر تلک پھر رووےگا

جستجو بھی اُسکی کریے جسکا نشان کچھ پیدا ہو
پانا اُسکا میر ہے مشکل جی تو یونہیں جاویگا

...کے تھا ہاتھ میں شستہ جبت سینے کا	رہ گیا دیکھ رفو چاک مرے سینے کا
...ز طپش نہو پیے میر اجو تو جھوٹھ کہے	کس سے یہ قاعدہ سیکھا ہی لہو پینے کا

میر کی نبض پہ رکھ ہاتھ لگا کہنے طبیب
آج کی رات یہ بیمار نہیں جینے کا

عید آئندہ تلک ہے کا گلا	ہوگئی عید تو گلے نہ ملا
ڈوبے لوہو میں تکنے سر خار	حیف کوئی بھی آبلہ نہ چھلا

راہ دور ہی کعبہ کی ادھر ہی سودائی کدھر آیا
ہم پریشان خاطر گذرا رات رہا تکتے نہین
جس سے یار بھی ملتا ہم سے ایسا وہ نہین آیا
ضعف گران ہی بیٹھا نہین
کوئی زبردست اسی کے
کیا ہی خوش ہو کر رہی ہم
ساحل دریا خشک ہی دیکھے ہم سے
بجلی بلا چشمان تھا لیکن پانی
اسکے رنگ چمن مین کوئی

اب یا سے غم ادھر جا پہنچے خلق خدا ملک خدا
ہرگز نہ ادھر آتی تھی خلق خدا ملک خدا
مطلب اگر یاران گم ہوا تو ریشہ کی جا ہم نہین
جا ہم کہین بھی یا پہنچے خلق خدا ملک خدا
دل مین بھی تو کوئی ہمکو کہا جاوین مین نہین
جو ہی مقدر کیا پہنچے خلق خدا ملک خدا
ہو کو لکھو دیران ہوا ہم اور آبادی مین جا
مقسوم اپنا لا پہنچے خلق خدا ملک خدا

مطلب کا سررشتہ گم ہی کوشش کی کوتاہی ہی	جو طالب اس راہ سے آیا خاک بھی ہانکی چھا
خاک سے آدم کرو کھلایا منت کیا تھوڑی ہی	اب سر خاک بھی ہو جاوے تو سر سے کیا
ترک بچہ سے عشق کیا تھا ریختے کیا کیا میں کہے	رفتہ رفتہ ہندوستان سے شعر

کیونکر جھوٹ ہو دلکو اسے میر مقام حیرت ہی
چارون اور نہین ہی کوئی یان نو نہین حیان گیا

دل تڑپے ہی جان کبھی ہی حال جگر کا کیا ہوگا	مجنون مجنون لوگ کہین ہین مجنون کیا
دیدۂ تر کو سمجھ کر اپنا ہمنے کیا کیا حفاظت کی	آہ نہ جانا روتے روتے یہ چشمہ دریا
کیا جانین آشفتہ دلان کچھ انسے ہمکو بحث نہین	وہ جانیگا حال ہمارا جسکا دل بیجا
یا خون حنائی اسکے لیے آنکھون پر اپنے ہمنے رکھے	یہ دیکھا نہ رنگ کفک پر ہنگامہ
جا گہ سے بے تہ جاتے ہین جو کوئی زہی کرتے ہی یا	انکو غرور ناز نہو گا جنکو کچھ آ تا
رو بہ بھی اب لب ہی چلے ہین ہمسے قطع امید کرو	روگ لگا ہی عشق کا جسکو وہ ابیک

دلکی لاگ کہین جو ہو تو میر چھپائے اسکو رکھ
یعنے عشق ہوا ظاہر تو لوگون مین رسوا ہوگا

جاذبہ میر اتھا کامل سنو بندیکے وہ گھر آیا	شکر خدا کا کریے کہا تنگ عہد فراق
بجلی سادہ چمک گیا آنکھون سے چھوٹ جنے لگیو	ابر نمط خفگی سے اس بن جی ندادل

دل رہے وصل جو مدام رہے
ایک اللہ کا بہت ہی نام

دل گئے اُس سے گاہ گاہ تو کیا
جمع باطل ہون سوا آہ تو کیا

میر گیا ہی فقیر مستغنی
آوے اُس پاس پادشاہ تو کیا

بیتابیون کے جور سے مین جبکہ مر گیا
اے آہ سرد عرصۂ محشر مین یخ جما
مفلس سو مر گیا نہ ہوا وصل یار کا

ہو کر فقیر صبر مری گور پر گیا
جلتا ہون مین ستون کہ جہنم ٹھہر گیا
ہجرا نین اسکے جی بھی گیا اوز ر گیا

تیری ہی رہگذار مین جی جا رہا ہی شوخ
سنیو کہ میر آج ہی کل مین گذر گیا

دل گیا مفت اور دُکھ پایا
مر گئے پر بھی سنگسار کیا
صحن مین میرے ای گل مہتاب
یہ شب ہجر ہی گھڑی نہ رہے

ہو کے عاشق بہت مین پچھتایا
نخل ماتم ہرا یہ پھل لایا
کیون شگوفہ سے کھلنے کا آیا
ہو سفیدی کا جس جگہ سمایا

جیسے بیخود ہوا ہی اسکو دیکھ
آپ مین میر پھر نہین آیا

بیدلی میں ہے میر خوش اُس سے
دل کے جانے کا حیف غم نہوا

کل تلک واغوں سے خون تک وطن میں پاک تھا
گیا جنون کو رو رون تر دستی سے اسکے گل نظا
رو جو آئی رونیکی غزگان ٹھہری ایک پل
ایک ہی شمع شعلہ خد کی لالہ میں جل بجھا
بادشاہ وقت تھا میں تخت تھا میرا دماغ
ڈھال تلوار اُسی جن ان کے ساتھ اب رہتی نیز
تنگ پوشی تنگ درزی اسکی جمین کھپ گئی
بات ہی جی مارنا بازیچہ قتل عام ہی
غنچہ دل واہوا نہ باغون باغون میں پھرا

آج تو کشتہ کوئی کیا زینت فتراک ہے
لے گریبان سینہ دامن تک ایک ہی چاک ہے
راہ میں اس ود کے گویا خس و خاشاک ہے
جب تلک پہونچو کوئی پروانہ عاشق خاک ہے
جیکے چار دن ادراک جو شن گل تریاک ہے
وہ جفائیں خلائیں لڑکا ہی بیباک ہے
کیا ہی وہ محبوب خوش ترکیب خوش پوشاک ہے
اتنے ہی صد چند اگر وہ چند وہ سفاک ہے
اب بھی ہیں ویسا ہی جیسا پیشتر غمناک ہے

درک کیا اس رس گہ میں میر عقل و فہم کو
کسکے تئیں اُن صور تو میں معنی کا ادراک تھا

جدا اس ستمین سے کیسا ہونا
بہت کی جستجو اسکی نہ پایا

کہ مٹی کوڑے کا اب ہی بچھونا
ہمیں در پیش ہی اب جی کا کھونا

بیدل ہوئے پہ کرتے تدارک جو رہتا ہوش
ہم آپ ہی میں آئے نہیں جب سے دل گیا

دیکھا نہیں پہاڑ گرا سنگ یا سبک
زور و رون چڑھا تھا عشق میں فرہاد بل گیا

شبنم کی سی نمود سے تھا میں عرق عرق
یعنے کہ ہستی تنگ عدم تھی خجل گیا

غم کھینچتے تلا نہیں جا گر سے کیا کرون
دل جا لگے ہو دم بدم اُدھر ہی ہلگیا

صورت نہ دیکھی ویسی کشادہ جبین کہین
مین میر اس تلاش مین چین و چگل گیا

ایک خواہش بر آئی تا جیکا غبار نکل جاتا
کاش کے آہو چشم اپنا آنکھو نکو پانو سے ملجاتا

آتش دل کی لپٹو نکا ہی یار و کچھ عالم ہی جدا
لایحہ کوئی کھینچتا سر تو سارا عالم جل جاتا

نعرہ کرنا عاشق کا ہی ساتھا کہ ہیبت لیئے
سن آواز اس شیر نر کی میل بلا سے ہل جاتا

اہل زمین تو کیا ہین انکا محل تھا دیکھا جاتا
چرخ پہ ہوتا وہ جو چلاوا خیل ملک کو چھل جاتا

کشتی زبردستونکی اس سے پاک ہوئی تو کیا ہی عجب
رستم سامنے ہوجاتا تو راہ بچا کر ٹل جاتا

غم سے ہو کر زرد سب صورت بہاری خزانکی ہی
آن نکلتی سوئے چمن تو رنگ ہوا کا بدل جاتا

ڈھلتے ڈھلتے ضعف سے آئی میر سو ان نے منھ پھیرا
یا قوتی ہے بوسہ لب کی جی شاید کہ سنبھل جاتا

کیا کیا عشق مین رنج اٹھائے دل اپنا سب خون ہوا
کیسے رکتے تھے خفگی سے آخر کار جنون ہوا

۳۷۹

جب زمزمہ کرتی ہو صدا پہنچتی ہو ملین — بلبل سے کوئی سیکھے انداز سخن کا
کب نشست نمک سے ہوئی تسکین جراحت — لب چشش ہو نمکسار مرے زخم کہن کا

جو چاک گریبان کہ دامن کی ہو ستہ تک
قربان کیا میرا سے چاک کفن کا

یہ تو جدائی جون تو دن لیتی ملنے کی تو کہیے گا — پاس ہمارا گو نہ کرو تم پاس ہی لیے ہیں گ

ردیف بای

کبھی صحبت بگڑی سی ہو کیونکر کوئی بنا و اب — ناز و نیاز کا جھگڑا ایسا کسلئے کئے لیجا دب
سوچتے آتے ہین جسمین پر پگڑی پر گل رکھی سے — کسکو دماغ رہا ہو اسکی جو حرف خشن اٹھا و اب
تیغ بلند ہوئی ہو اسکی قسمت نکلے زخم رسا — مرد اگر ہو صید حرم تو کوئی جراحت کھاوے اب
داغ سرد سینہ کے میر حسرت آگین چشم ہوئے — دیکھین کیا کیا عشق ستم کش ہلو گو نکو دکھاوے اب
آرام و دم گھبراہٹ ہو تو ہو سکتا ہو تدارک بھی — جسکی چال سے پیدا ہو تین گھڑی مین جا و اب
دلکے داغ بھی گل ہین لیکن دل کی تسلی ہوتی نہین — کا شکے وہ گلبرگ ادھر سے باد اڑا کر لاوے اب

اسکی کفک کی پامالی مین دل جو گیا تھا شاید میر
یار ادھر ہو مائل ٹک تو وہ رقتہ ہاتھ آوے اب

دل خون ہوا تھا یکسر پانی ہوا جگر سب — خون بستہ تھیاں آنکھین پلکین سحاب مین سب

رات سے تہمت اس بستی مین میر کے اٹھ جانیکی ہی
جنگل مین جو جا کے بسا شاید تھا بیمار بہت

یاد صبا نے اہل چمن مین آن جو پھیر کی چلائی بات
اس لب و لہجے پر بلبل کو اسکے آگے نا آئی بات

دور تلک قاصد کے پیچھے کچھ کہتا مین جاتا تھا
شوق ستمکش ظالم نے کیا رفتہ رفتہ بڑھائی بات

آگ ہوا آتی ہی میرے لال آنکھین کر گذر رہا
کیا جانو سرگوشی مین کیا غیر نے اس سے لگائی بات

لعل کو نسبت ان ہونٹون سے دینا سب کا لقلقہ تھا
کچھ بن آئی جب کسو سے تب ایک بنائی بات

غیر سے کچھ کہتا تھا مین سو سامنے سے میر آیا مین
پھیر لیا منھ میری طرف سے یعنی مجھ سے چھپائی بات

زرد ہین چہرے سوکھ گئے لینے ہین بیمار بہت
عشق کی گرمی دلکو پہونچی کہتے ہین آزار بہت

نالہ وزاری سے عاشق کی کیا ابر بہاری طرف ہوگا
دل ہی نالان حد سے زیادہ آنکھین ہین خونبار بہت

برسون ہوئے اب لوگون سے آنکھ انھون کی نہین ملتی
برسون تک آئسمین یا ہم اپنے جنونکی بہار بہت

ارض و سما کی پستی بلندی اتو ہمکو برابر ہی
یعنی نشیب و فراز جو دیکھے طبع ہوئی ہموار بہت

سو غیر نہین ہو عاشق تو ایک اسی شہر مین
اس مستی مین آنکھین اسکی رہتی ہین ہشیار بہت

کم ہی ہمین امید بھی اس سے اتنی نزاری اسکے
پچھلے دنون دیکھا تھا ہمنے عاشق تھے بیمار بہت

میر نہ ایسا ہووے کہین پر قہر ہی پردہ مار رہے
ڈر لگتا ہی اس سے ہمکو ہی وہ ظاہر دار بہت

ہا تھا زیر دیوار اسکے مین بسات مین جا کر — گری اس راہ مین سر پر دی دیوار قیامت

موئے ہم تشنہ لب دیدار کے حال آنکھ گریان ہے — نصیب اپنے کہ سوکھی چشم دریا بار قیامت

در مسجد پہ ہو کر بینوا بیٹھے ہین یا ہادی — ہمین تھے ورنہ میخانے کے تکیہ دار قیامت

نصیبہ مین ہی جنکے عیش وہ ہی میر جیتے ہین — جیسے ہین ہم بھی جو مرنے کو تھے تیار قیامت

ردیف ثای مثلثہ

دلکو اس بے مہر سے ہمنے لگایا ہی عبث — مہر کی رکھ کر توقع جی کھپایا ہی عبث

دیکھکر اسکو گھڑی سوجی سے ہم عاشق ہوئے — بیٹھے بیٹھے ناگہان یہ رنج اٹھایا ہی عبث

اپنی تو بگڑی ہی کوئی کام کی صورت نہین — ان نے بے لطفی سے منھ اچھا بنایا ہی عبث

جیتے جاتے وہ جو خط آتا تو بابت بھی تھی — لطف کر مردہ یہ عاشق کی اب آیا ہی عبث

تب تو خانہ باغ سے اپنے نہ پوچھی بات بھی — کیا جو تربت پر مری اب پھول لایا ہی عبث

رات دن سنتا ہی نالے یون نہین کہتا کبھو — میر دل آزردہ کو کسنے ستایا ہی عبث

ردیف جیم

کس تازہ مقتل پہ کشندہ تیرا ہوا ہی گذارا آج — زردہ دامن کی بھری ہی لہو سے کسکو تونے مارا آج

رنگ یہ ہی دیدۂ گریان سے آج | لہو ٹپکتا ہی گریبان سے آج
سر بفلک ہونے کو ہی کسکے خاک | گرد یک اٹھتی ہی بیابان سے آج
کہون سو کیا کہون نجے صبر نے قرار ہی آج | جو اس حسین مین یہ اک طرفہ انتشار ہی آج
سر اپنا عشق مین ہمنے بھی یونہین چھوڑا تھا | پر اسکو کیا کرین اورونکا اعتبار ہی آج
گیا ہی جانب وادی سوار ہوکر یار | غبار گرد پھرے ہی بہت شکار ہی آج
جہان کے لوگونمین جسکی تھی کل تئین عزت | اُسے عزیز کو دیکھا ذلیل خوار ہی آج
سحر سواد مین چل زور پھولی ہی سرسون | ہوا ہی عشق ہی کل زرد کیا بہار ہی آج
سواری اُسکی ہی سرگرم گشت دشت مگر | کہ خیرہ تیرہ نمودار یک غبار ہی آج
سپہر چھیڑ یونہین کل تک پھرے تھا ساتھ اپنے | عجب ہی سب کا اسی سفلے پر مدار ہی آج
بخار دل کا نکالا تھا درد دل کہہ کر | سو درد سر ہی بدن گرم ہی بخار ہی آج

کسو کے آنے سے کیا اب کہ غش ہی کل دیسے
ہمین تو اپنا ہی اے میر انتظار ہی آج

ردیف جیم فارسی

آج ہمین جانی سی ہی حال نہین ہی جانکے بیچ | کیا عاشق ہونے کا نتیجہ یہ ہوتا ہی جہان کے بیچ
پایہ اسکی شہادت کا ہی عرش عظیم سے بالاتر | جو مظلوم عشق ہوا ہی ٹکڑے ہوکر ٹکڑے میدان کے بیچ

کیا کام اسکو یانکلے نشیب و فراز سے
اس کاروان سرائے کے ہین لوگ رفتنی

رکھتا ہی پانون دیکھکے ہموارہ دردمند
حسرت سے اسکا کرتے ہین نظارہ دردمند

سو بار حوصلہ سے اگر رنج کش ہو میر
پھر فرو غم سے مر رہے یکبارہ دردمند

ہے عشق کا فسانہ میرا نہ یان زبان زد
حسرت سے حسن گل کی چپکا ہوا ہون [illegible]
مذکور عاشقی کا ہر جا رسو ہے باہم
فرہاد و قیس و وامق ہر اک ہے بوجھ لو تم

ہر شہر مین ہوئی ہے یہ داستان زبان زد
طیران باغ مین ہو نہین خوش زبان زبان زد
یعنے نہین کہانی میری کہان زبان زد
شہرون مین عشق کے ہو نہین ناتوان زبان زد

کیا جانے میر کسکے غم سے ہے چپ وگرنہ
حرف و سخن مین کیا ہی ہے یہ جوان زبان زد

کیا کہیے ہوئی مملکت ہستی مین وارد
کچھ ہوش نہ تھا ممبر و محراب کا ہمکو

سب بے یار و دیار اب تو ہین اس بستی مین وارد
صد شکر کہ مسجد مین ہوئے مستی مین وارد

ایضاً

کچھ تدبیر بتاؤ ہمکو دل اپنا ہے درد آلود
چہرہ اڑاتے کہا تمک پھرتے چہرہ سب گرد آلود

ردیف رائے مہملہ

بھری تھی مگر آگ دل میں دروں میں — ہوئے اشک سوزش سے اسکی شرر پر

گیا لے جواں آنسوؤں کے تئیں میں — سراسر ہیں اب داغ سطح جگر پر

سر عجز ہر شام تھا خاک پر ہی — تر دل سے تھے کیسے ہی آہ سحر پر

پلک اٹھے آثار اچھے نہ دیکھے — پڑی آنکھ ہرگز نہ روے اثر پر

طرف شاخ گل کے لچک کے نہ دیکھا — نظر میر کی تھی کسو کی کمر پر

غزل در غزل صاحبو یہ بھی دیکھو
نہیں عیب کرنا نظر اک ہنر پر

بھروسا اسیری میں تھا بال و پر پر — سویرا ہوئی نہ قفس کے بھی در پر

سواران شایستہ کشتے ہیں تیرے — نہ تیغ ستم کر علم ہر نفر پر

کھلا بیش دندان نہ اسکا کو نچہ — کنھوں نے بھی تھوکا نہ مسلک گہر پر

چلے کیوں نہ چھاتی کہ اپنی نظر سے — کسو شوخ پرکار رعنا پسر پر

نہ محشر میں چونکا مرا خون خفتہ — وہی تھا یہ خوابیدہ اس شور و شر پر

کئی زخم کھا کر تڑپتا رہا دل — تسلی تھی موقوف زخم جگر پر

سنا تھا اسی پاس لیکن نہ پایا — چلے دور تک ہم گئے اس خبر پر

سر شب کہے تھا بہانہ طلب وہ — گھڑی ایک رات آئی ہوگی پہر پر

قلب و جگر نہووین دو نون کباب کیونکر

مشتاق خواری کی تھی خجلت جو پیچ و تاب [illegible]

منھ پر کیا ہو نامہ بر کا نکلے جواب کیونکر

سوز دل و جگر سے جلتا ہو تن بدن سب

پیچ کیا کوئی ہی کھینچے ایسے عذاب کیونکر

چہرہ کتابی انکا مجموعہ میر کا ہی

اک حرف اس دہن کا ہوتا کتاب کیونکر

لادے سا چمکے رخ کی آئینہ تاب کیونکر

[illegible]

گل کھانے پیے نہ بلبل نے شور قیامت کا سا کیا

سر نیچے کر لیتا تھا تلوار چلاتے ہم پر وے

گالی مار کے غم پر بیٹے صبر کیا خاموش رہا

دیکھ چمن مین اس بن میر جفا جی ہلانے پر

رچھ گئے خونریزی مین اپنی اسکے شرمانے پر

رحم نہ آیا ٹک ظالم کو اسکو میر غم کھانے پر

حال پریشان شیون مجنون کا کیا جلتا ہو جی اپنا

عاشق ہم بھی میر رہے ہین اٹھ گئے جب دیوانے پر

روز وصل مین رہ سکینگے ہم بے شراب کیونکر

تھوڑے سے پانی مین بھی چل نکلے ہو ابھر تا

چشمے بکھرے اتبک ہین یادگار اسکے

دیکھے طرف کا پہلو سب متصل جلے ہی

اول سحر کھاتا آخر صبوحی کرتا

اجڑے نگر کو دیکھوں ہو جیسے کھو گیا ان

جرم و ذنوب تو ہین بیحد و حصر یارب

پیش از سحر اٹھے ہو آج اسکے منھ کا پردا

تھا میر آوے جاوے جو نکلے راہ دھر کی

تڑپے ہی غمزدہ دل لاویگا تاب کیونکر

گذریگا اتقا مین عہد شباب کیونکر

بے تہ ہی سر نہ کھینچے اکدم حباب کیونکر

وہ سو کو سب گئی ہی چشم پر آب کیونکر

متحمل ہو فرش کیون نہ آویگی خواب کیونکر

آوے نہ اس عمل سے شرم و حجاب کیونکر

اب پھر بسے گی ایسی بستی خراب کیونکر

روز حساب لینگے مجھ سے حساب کیونکر

نکلے گا اسطرف سے اب آفتاب کیونکر

کوئی نہین ہی قاصد لاوے جواب کیونکر

خون بستہ مینگی آنکھیں آویگی خواب کیونکر

[illegible]

ردیف زای

دل کیا مکان اُسکا کیا صحن لیکن
غالب ہی توسعی مین میدان لامکان پر

آیا نہ پھر ادھر وہ مستِ شراب ہوکر
عید زبونمین میرے یک قطرہ خون نکلا

کیا پھول مر گئے ہین اس بن خراب
خنجر تلے بہا ہین خجلت سے آب ہو

وعدہ وصال کا ہی کہتے ہین حشر کے دن
وار دپیے نہ ساتھ آغیر دنکے پیشتر یان

جانا ہوا ولیکن وان سے شتاب
غیرت سے رہگئے ہین عاشق کباب ہو

یک قطرہ آب اس بن مینے اگر پیا ہی
نکلا ہی میر پانی وہ خون ناب ہوکر

ابر سیہ قبلہ سے اٹھکر آیا ہی میخانے پر
رنگ ہوا سے ٹپکنے لگا سبزہ مین کوئی پھول نکلا

بادہ کشونکا جھرمٹ ہی کچھ شیشہ پیمانے پر
یعنی چشمک گل کرتا ہی فصل بہار کے آنے پر

شور جنون ہی جوانونکے سر مین پانو مین زنجیرین ہین
سنگ زنان لڑکے پھرتے ہین ہر ہر سودیوانے پر

پھیتا بانہ شمع پر آیا گرد پھرا پھر جل ہی گیا
اپنا جی بھی حد سے زیادہ دات جلا پروانے پر

قدر جان جو کچھ ہو وے تو صرفہ بھی ہم میر کرین
مُنھ موڑین کیا آنے سے اسکے اپنی جان کے جانے پر

را تون پاس گلے لگ سوتے تنگ ہو کر ہے عجب		دنکو بے پردہ نہیں ملتے ہیں شرماتے ہیں ہنوز
ساتھ کے پڑھنے والے فارغ تحصیل علم سبھی ہوئے		جہل سے مکتب کے لڑکوں میں ہم بہلاتے ہیں ہنوز

گل صد رنگ چمن میں آئے باد خزاں سے بکھر ہی گئے
عشق جنوں کی بہار کے عاشق اے میر جی گل کھاتے ہیں ہنوز

کب سے قیدی ہیں یہ ہے نالش بسیار ہنوز		دل بہاران چمن کا ہے گرفتار ہنوز
وہ مہ چاردہ اس شہر سے کب کا نکلا		ہر گلی جھانکتے پھرتے ہیں طلبگار ہنوز
بالا بالا ہی بہت عشق میں مارے گئے یار		وہ تو دل سے کسو کا نہ ہوا یار ہنوز
سال میں ابر بہاری کہیں آکر برسا		تو ہو برسا رہے ہیں دیدہ خونبار ہنوز

ایکی بار بیدن گلہا تھا بہت کچھو نہ میر
ہمسر لالہ ہے خار سر دیوار ہنوز

سرکش ہے تند خو ہے عجب ہے زبان دراز		آتش کا ایسا لایحہ کب سے زبان دراز
پروانہ تیری چرب لسان سے ہوا ہلاک		ہے شمع تو تو کوئی غضب ہے زبان دراز

ردیف سین

یار ہم سے جدا ہوا افسوس		نہ جدا ہو کے پھر ملا افسوس
جب تلک آن کر رہے مجھ پاس		مجھ میں تب تک کچھ رہا افسوس

ردیف شین

رکھتے رہے بتون سے مہر و وفا کی خواہش
اس آرزو نے مارا یہ بھی خدا کی خواہش

کیا میر اسیر ونکو در باغ جو وا ہو	
ہو رنگ ہوا دیکھنے کو چاک قفس بس	

آنکھ کھلتے گئی بہار افسوس	گل کو دیکھا ہی نہ ہزار افسوس
جسکی خاطر ہوئے کنارہ گزین	نہوئے اس سے ہمکنار افسوس
زمعرفت نہ آشنا کوئی	ہم ہین بے یار و بے دیار افسوس
بیقراری نے یونہین جی مارا	اسی بے عہد نے قرار افسوس
خون ہوئے دل ہی مین امید وصال	مر رہے جی کو مار مار افسوس
چارۂ اشتیاق کچھ نہوا	وہ نہ ہمسے ہوا دوچار افسوس
اگ ہی گردش مین اسکی آنکھونکی	پھر گیا ہمسے روزگار افسوس
گو راہنی رہی گذرگہ مین	نہ ہوا یار کا گذار افسوس

منتظر ہی ہم اسکے میر گئے	
یان تک آیا کبھو نہ یار افسوس	

کیا کیا تمنے ہمسے کہا تھا کچھ نہ کیا افسوس افسوس	کیا کیا کڑھایا جی ہی مارا لوہو پیا افسوس افسوس
نور چراغ جا نہین تھا کچھ یونہین آیا دہ لیکن	گل مو ہی گیا آخر کو یہ چھپا سا دیا افسوس افسوس
رخصت مین یا لوس کی سسکی جی جاتا تھا سو ان نے	ہاتھ مین عاشق وارفتہ کے دل نہ لیا افسوس افسوس

ردیف صاد

ردیف ضاد

ردیف طا

کیسا خود گم سر بکھیرے میر ہی بازار مین
ایسا اب پیدا نہین ہنگامہ آرا دلفروش

ادھر آتا بھی وہ سوار ای کاش
اُسکا ہو جاتا دل شکار ای کاش

زیر دیوار خانہ باغ اُس کے
ہمکو جا ملتے خانہ دار ای کاش

کب تلک بیقرار رہیے گا
کچھ تو ملنے کا ہو قرار ای کاش

راہ تکتے تو پھٹ گئین آنکھین
اُسکا کرتے نہ انتظار ای کاش

اسکی پامالی سرفرازی ہی
راہ مین ہو مرا مزار ای کاش

پھول گل کچھ نہ تھے کھلے جب چشم
اور بھی رہتی اب بہار ای کاش

اب وہی میر جی کھپا تا ہی
ہمکو ہوتا نہ اُس سے پیار ای کاش

غصہ مین اُنھون نے مری کی ہی کیا لا ہتر
تلوار کا سا گھاؤ ہو برچھی کا ہو خراش

صحبت مین اُسکی کیونکہ رہے مرد آدمی
وہ شوخ و شنگ و بے تہ داد باش و بدمعاش

بیرحم تجکو ایک نظر کرنے تھی ادھر
کشتی کی تیری آکڑے ہوئے لگئیے بھی لاش

آباد اُجڑا لکھنؤ چغدون سے اب ہوا
مشکل ہی اس خرابی مین آدم کی بود و باش

عمر عزیز یاس ہی مین جاتی ہی چلی
امیدوار اسکے نہ ہم ہوتے میر کاش

غیبت یاروں کا گر فسانوں میں		عیب کرنے کو بھی ہنرہای شرط
لعل پارے ہین میر لخت جگر دیکھ کر خون رو نظر ہی شرط		
رکھتا ہی میرے دسے تمہارا غم اختلاط ہم دے ملے ہی رہتے مردم کی شکل کیا		ہر لمحہ لحظہ آن و زبان ہر دم اختلاط ان صورتون مین ہوتا نہین باہم اختلاط
شیرین لبان جہان کے نہین چھوٹ جاتا ہی ہون گو کہ میر صاحب و قبلہ کم اختلاط		

ردیف عین

لطف جوانی کے ساتھ گئے پیری کیا ہی کیا محظوظ بوڑھے کوشش کہ ہو ہم تو تمہارے دعا گو ہین		کیونکہ جیئین یارب حیرت ہی ذرہ ایسی نامحظوظ یونہین ہمیشہ عشق مین اسکے رکھے ایسا محظوظ
زردی منھ کی اشک کی سرخی دونون اتو رنگ پہ ہین شاید میر بہت ہی ہو اس سے ہو کے جدا محظوظ		

ردیف عین

لیے داغ سر پر جو آتی تھی شمع پتنگے کے حق مین تو بہتر ہوئی		سحر تک سب ان نے ہی کھائی تھی شمع اگر موم کی بھی بنائی تھی شمع

ردیف عین

ہرگز طرف نہ ہو سکے رخسار یار کے
پھیکے ہی اسکے سامنے گلزار کی طرف

کچھ گل صبا کا لاگو نہیں اس چمن میں میر
کرتے ہیں سب ہی اپنی طرفدار کی طرف

نظر کیوں گئی رود مو کی طرف
کھنچا جاے ہی دل کسو کیطرف

نہ دیکھو کبھو موتیوں کی لڑی
جو دیکھو مری گفتگو کی طرف

اگر آرسی میں صفائی ہی لیک
نہیں کرتی منہہ اسکی رو کی طرف

جھڑے نہ کہیں گو دیدہ مغز میں
نکر شانہ تو گل کی بو کی طرف

اسے ڈھونڈھتے میر کھوے گئے
کوئی دیکھے اس جستجو کی طرف

ہنستے ہنستے مار رکھاتے جو ہم ظریف
ہی یار بھی ہمارا قیامت ستم ظریف

ایضاً

بہار و باغ و گل و لالہ دلربا ہیں حیف
بھرے ہیں پھولوں سے جیب و کنار لیکن حیف

ایضاً

ای تجھ بغیر لالہ و باغ و بہار حیف
گل سے چمن بھرے ہیں ہوں خود تو ہزار حیف

ردیف قاف

ردیف کاف

رونا جہان جہان تو عین آزردہ ہی لیکن
روتا ہون رویا جاوے پھر کیسے جہاتک

[illegible]کثر فراغ مجکو رہتا ہی عاشقی مین
تقصد یع درد و غمسے کھینچے کوئی کہا تک

آوارہ ہی ہوئے ہم سر مارہ مار یعنے
تو پر نکل گیے ہین اپنے سب آشیا تک

ہو واے بدنصیبی سر کہنی گذری لیکن
پیشانی ہمک نہ پہونچی اس خاک آستاتک

نفع کثیر اُٹھا یا کر عشق کی تجارت
راضی ہین میر اب تو ہم جانکے زیانتک

[illegible]ی تڑپنے بلاک لیا ہی دھڑکے نے اکی اڑائی خاک
خشک ہو اخون اشک کے بدلے رنگ ہوا ہی آئی خاک

ہوتے ہم آئینہ کی سے ظاہر فقر نہین کرتے
ہوتے ساتے روتے پلتے اُن منہ کو لگائی خاک

[illegible]یچ و تاب سے خاک ہی میری جیسے بگولا پھرنے لگا
سر مین ہوا ہی اُسکے بہت بھی تب تو ہوئی یہ ہوائی خاک

[illegible]ور غبار کسو کے دلکا کس انداز سے نکلے آہ
روے فلک پر بدلی ہو تو ساری ہمارے چھائی خاک

[illegible]نعمت رنگا رنگ حق سے ہر جہت سیہ کو نہین
سائے پاگو گنج کے ادھر کھائی کو تو کھائی خاک

[illegible]نے تئین گم جیسا کیا تھا یان سر کھینچ کے لوگون نے
عالم خاک میر ولیسی ہی اب ڈھونڈھی ان نے پائی خاک

[illegible]ن مین نشان ہے اچھا عشق جنون اک آفت ہی
فرق ہو و کیا چھوڑی ہی ہم آدم مین اسکی جدائی خاک

[illegible]ہونے فقیر گی مین اُنکی جبین بہت سا پایا ہم
لیکے سرہانے پتھر رکھا جاے فرش بچھائی خاک

[illegible]لب گدا زہین جنکے دے بھی مٹی سونا کرتے ہین
میر اکثیر بنائی انھون نے جنکی جہان سے اٹھائی خاک

ردیف لام

جی میر نے دیا نہ والیک وصل یار
افسوس ہی کہ مفت ہوا یہ جوان ہلاک

جب کبھی نوبت تمنے تو گوش ہوش نکھول کا
اب جو چھاتی جلی فی الواقع لطف نہیں رہتو کہ یکتا کا

چھپکے چھپکے کسو کو چاہا پوچھے آئے نہ بے ٹک
صبر کرو کیا ہوتا ہی یون ٹھورن لکے سیجو ٹمک

آنکھین لمحو لین حال کے کہتے دیر ہوئی ہو بس لیجے
ساری رات کہانی کہی ہی میر اب چلکر سو لے ٹک

ردیف کاف فارسی

آتکی باتکے ہین ہم کس سے بے تہ یان کتنے ہین لوگ
بدتر آپ سے پاؤں کسو کو تو ہین اسکا عیب ہین

سر گرو گرد بے راہ کرکے ہین خود گم بے رتبہ ہین لوگ
خوب تامل کرتا ہون تو سب مجھ سے بہتر ہین لوگ

دیوانے ہین شہر وفا کے راہ و رسم سے کہ ہمتو
دلکی کیسے جی دینے والے تھا لبتا گھر گھر ہین لوگ

رہتے ہین اسی لاگ پہ ہم بیقرار الگ
تھا گرد بوئے گل سے بھی دامن ہوا کا پاک
پاس اسکا بعد مرگ ہی آداب عشق سے
ناگاہ اس نگاہ سے ہین بھی ہوا نہان

کرتے ہین ڈھونڈت ہی تماشائی یار الگ
کیا ابکی اس چمن سے گئی ہی بہار الگ
بیٹھا ہی میری خاک سے اٹھکر غبار الگ
جاتا ہی جون نکلکے کسو کا شکار الگ

سرہ بالین سے اٹھا دین کا نشکے بیمار عشق
ہو گا یک ہنگامہ برپا فتنۂ زیر سرہین ہم

سو طرف لیجاتی ہی ہمکو پریشان خاطری
یا ن کسے ڈھونڈھو ہو تم کیا جانیے کیدھر ہین ہم

گرنہ روئین کیا کرین ہر جا رسو ہی بیکسی
بیدل و بیطاقت و بیدین بے دلبر ہین ہم

وہ جو رشک مہ کبھی اس راہ سے نکلا نہ میر
ہم نہ رکھتے تھے ستارہ یعنی بداختر ہین ہم

کہا سنتے تو کا ہیکو کسو سے دل لگاتے تم
نچاتے اسطرف تو ہاتھ سے اپنے نچاتے تم

شکیبائی کہان جواب ہی جاتی ہوئی عزت
کدھر وہ نازحسن سے سر جو ہر گز نہ لاتے تم

یہ حسن خلق تم مین عشق سے پیدا ہوا ورنہ
گھڑیکے روٹھے کو دودو پہر تک کب مناتے تم

نظر دزدیدہ کرتے ہو جھکی رکھتے ہو پلکون کو
لگین ہو تین آنکھین تو نہ آنکھو نکو چھپاتے تم

یہ ساری خوبیان دل لگنے کی ہین مت برا مانو
کسو کا بار منت بے علاقہ کب اٹھاتے تم

پھرا کرتے تھے جب مغرور اپنے حسن پر آتے
کسو سے دل لگا جو پوچھتے ہو آتے جاتے تم

جو ہوتے میر سو سر کے نکرتے اک سخن انسے
بہت تو پان کھاتے ہو نہ غصے سے چباتے تم

اسکی گلی مین غش جو کیا آ سکے نہ ہم
پھر ہو چکے وہین کہین گھر جا سکے نہ ہم

سوئے تو غنچہ ہو کسو گلخن کے آس پاس
اس تنگنا مین پانون بھی پھیلا سکے نہ ہم

باتین کد جب رقیب کی ساری ہوئین قبول
تجکو جو اسنے عشق تھا میری نمانیان

مجلس مین تو خفیف ہوئے اسکے واسطے
پھر اور ہمسے اُٹھتی نہین سرگرانیان

عالم کے ساتھ جائین چلے کسطرح نہ ہم
عالم تو کاروان ہی ہم کاروانیان

سر رفتہ سن نہ میر کا گر قصد خواب ہی
نیندین اچٹتیان ہین سُنے یہ کہانیان

رسائی ہو آتے ہو اہل ہوس مین
فراس مین ہی لوگو کیا تمکو رس مین

درا مین کہان شور ایسا دھرا تھا
کسو کا مگر دل رکھا تھا جرس مین

ہمین عشق مین بے بسی لے گئی ہی
نہ دشمن کبھی ہو دوستی کے تو بس مین

مژہ مطلق بستہ یا ز فلک سے
وفا سے یہ بہتو نکی کھینچے ہی قسمین

بہت روئے پڑے ہین جب دیدہ تر
ہوئی اچھی برسات تب اس برس مین

تن زار و لاغر مین ظاہر رگین ہین
بھرا ہی مگر عشق ایک ایک نس مین

محبت وفا مہر کرتی تھی یا ہم
اُٹھا دی ہین وے تمنے اب ساری رسمین

تمھین ربط لوگونسے ہر قسم کی ہی
نہ کھایا کرو جھوٹی جھوٹی تو قسمین

ہوا ہی کو دیکھے ہین اے میر اسیران
لگا دین مگر آنکھین چاک قفس مین

رونا روز شمار کا مجکو اٹھ پہر اب ہنستا ہی
رنگ ہی شکستہ دل ہی شکستہ سر ہی شکستہ ستی مین

لیجے میرے گناہونکو کچھ حصر و حد حساب نہین
حال کسو کا اپنا سا اس میخانے مین خراب نہین

ٹھہرین میر کسو جا گہ ہم دلکو قرار جو ٹک آوے
ہوکے فقیر اس در پر بیٹھین اسکی کبھی اب تاب نہین

آنکھین سفید دل بھی جلا انتظار مین
دنیا مین ایک دم نہین کرتا کوئی قیام
دیکھین تبھیو بکرو ترو سست انکھڑیان
اخگر تھا دل نہ تھا مرا جسے تہ زمین
بیدم ہین فرامگاہ مین اکدم تو چلکے دیکھ
محمل کے تیرے گرد ہین محمل کیے ہزار

کیا کچھ نہ ہم بھی دیکھ چکے ہجر یار مین
جو ہی رواروی ہی مین ہی اس دیار مین
انگڑائیان ہی لیتے ہین ابتک خمار مین
لگ لگ اٹھی ہی آگ کفن کو مزار مین
سنتے ہین دم نہین کسی تیرے شکار مین
ناقہ ہی ایک لیلی کا سو کس قطار مین

شور اب چمن مین میری غزلخوانی کا ہی میر
ایک عندلیب کیا ہی کہون مین ہزار مین

طلب ہی کام دلکی اسکے بالونکی اسیری مین
نگہ غرلیت مین اسکی ابرو کمان کی ہی ادھر تیغ
نظیر اسکی نظر آئی نہ سیاحان عالم کو

گدائی عشق کرو ن ہو نہین خجالت سے فقیری مین
لگا تیر اسکا چھاتی مین ہماری گوشہ گیری مین
سیاحت دو رنگ کی ایک ہی وہ بینظیر مین

(۴۰۴)

رنگ صحبت کسکو لکھا دین ہم بی اپنی قسمت کی / ساغر مے دشمن کو ہو ہمکو زہر منگا دو ہو

بند نہیں جو کرتے ہو تم سینے کے سوراخوں کو / جیسے رگ کس مین ان جنسون ہے شاید انکو ہوا دو ہو

آنکھ جھپک جاتی نہیں تمنا آگے چہرہ روشن کے / ماہ بھی بیٹھا جاتا ہی جب منہ سے نقاب اُٹھا دو ہو

غیر سے غیرت ہی آسان لیکن کچھ ہمکو نہین / بات بتا دین کیا ہم تمکو تم تو بتا دو ہو

میر حقارت سے ہم اپنی جب رہ جاتے ہین جان جلتے / طول ہمارے گھٹنے کو دیکر جیسے چراغ بڑھا دو ہو

کہتے نہ تھے ہم تمسے دل ہاتھ سے مت دیجو / مت کھاؤ غم اتنا اپنا نہ لہو پیجو

اُن پلکون کی کاوش سے زخمی ہی مگر سارا / لے تار نگاہوں کی نا تار کے سارفو کیجو

کیا جان لیے جکے جانا سے چھپا منہ / جینا تو کوئی دن ہی تم میر بہت جیجو

دل خستہ شکستہ دل بدل بستہ گرفتہ دل / ہوا ان مین جو دل انکا دل ہاتہ مین ٹک لیجو

اس راہ سے ترتا ہو دل کسب ہوا کا ہے / میرے پھٹے سینے کو زنہار نہ تم سیجو

بات کہون کیا جکے جیسے دکیھو ہو آئینے کو / دیکھتے ہو تو دیکھو ہمارے جلتے تو پسے سینے کو

کیا جانو تم قدر ہماری تہر وفا کی لڑکے ہو / لوہو اپنا دین ہین تمہارے گرتے دیکھ پسینے کو

پھر ایام بخس کا مجکو کڈھب آتا ہی نظر / تم بھی غنیمت جانو میان پیر دس دن کے جینے کو

وہ جو غیرت مہ ملتا ہی غیر سی ہم ہین غیرت کش / سال ہمارے جیکا ہوگا ظاہر کوئی مہینے کو

ردیف ہائے ہوز

حشم و خطاب حسین پر جبین تو حسن ہے گا خسارہ کا
مین نے جو کچھ کہا کیا ہی حد و حساب افزون ہی

صبر بلا ہی عشق مین پر جو حوصلہ والے کرتے ہین
جیسی شب گل دیکھا ہی ہمنے صبح کو اسکا دیکھا

نہر ہی چمن کی بحر حسین مین گویا بادہ لعلی ہے
اس دن مین تو مستانہ ہوتا ہون گی کو جگہ

وہ محبوب خشک ہوتا ہی حسین نازو عتاب نہو
روز و شمار مین یارب میرے کہنی کیے کا حساب نہو

رحمت ہی اس خستہ جگر کو دل جسکا بیتاب نہو
خواب ہمارا ہو ہو ہی لوگون کا سا خواب نہو

بے عکس گل و لالہ کبھی ان جویون مین آب نہو
جسدن کاسہ چوبین مین میرے بیکھر کبھی شراب نہو

تر داری کچھ دیدہ تر کی میر نہین کم دریا سے
جوشان شور کنان آجاوے یہ شعار سیلاب نہو

تمکو ہمسے آگ لگی ہی روتے ہین تو ہنستے ہو
درج گوہر بال نہین کچھ درین ربستہ مگر

رستے راہ مین جو دیکھ لیا ہی بستی مین سے نکلے پھر
ابر کرم کی راہ تکو اب رحمت حق پر نظر رکھو

ہمنے کمر کھول رکھی ہی اپنی کمر تم کستے ہو
تو بھی ایسی قیمت پر تم آگے ہمارے بستے ہو

کیا جانین ہم روز و شب تم کدھر رہتے بستے ہو
گو کہ ای مستان مجرم اس غمسے دل خستے ہو

پیر ہمین بھی جوان رکھا ہی دختر تاک کی صحبت نے
یعنے پی پی مے انگوری میر ہوئے کٹ مستے ہو

راہین کی یہ اس سے ملاقات ہو تو ہو
خاموش ان لبون سے کوئی بات ہو تو ہو

رونے سے سب پر آئی خاک ہمارے سر پر سر
مدت میں ہم ٹک لگ بیٹھے تھے اسکی دیوار کے ساتھ

اب کچھ مزے پہ آیا شاید وہ شوخ دیدہ
آنکھیں ملا کبھو تو کب تک کیا کروں میں
پانی بھر آیا منھ میں دیکھے جنھوں کی یا رب
سائے کو اس پری کے لگتا نہ تھا چمن میں
آنکھیں میں بجھ رہی ہیں اہل نظر کی یکسر
چل سیر کرتے تو بھی تا صبح آنکھیں کھولیں
محراب میں رہو نہ سجدہ کیا کرو نہ
پروانہ گرد پھر کر جل بھی بجھا و لیکن
دیکھا مجھے شب گل بلبل نے جو چمن میں
قلب و کبد تو دونوں تیر و نیم چمن ہے ہیں

اب اسکے پوست میں ہی جوں میوہ رسیدہ
دنبالہ گرد تیرے ای آہوئے رمیدہ
دے کس مزے کے ہونگے بہائے نا مکیدہ
مغرور کا ہی پر ہی شمشاد قد کشیدہ
جلتی ہوئی زمیں پر رکھو پاؤں دیدہ دیدہ
منھ پر ترے چمن میں گلہائے نو دمیدہ
بیوقت کیا ہی طاعت قد اب ہوا خمیدہ
خاموش رات کو تھی شمع زبان بریدہ
بولا کہ میرے منھ پر کیا کیا دہن دریدہ
دہ اس ستم کشی پر ہمسے ہوئے کبیدہ

اشعار میر سب نے چن چن کے لکھ لیے ہیں
رکھیں گے یاد ہم بھی کچھ بیتیں چیدہ چیدہ

ہم جانتے تو عشق نہ کرتے کسو کے ساتھ — لیجاتے دلکو خاک میں ہی آرزو کے ساتھ

ردیف یائے

خواہش نہ ہووے دلکی جو حاصل تو موت ہی
احوال میر دیکھ نہیں جی تو مار دیکھ

پیدا ہی یا خدا نہیں اس دلربا کے ساتھ
دیر و حرم میں جو کہیں ہو ہی خدا کے ساتھ

ملتا رہا کشادہ جبین خوب و زشت ہی
کیا آئینہ کری ہو بسر یان حیا کے ساتھ

کو دست لطف سر سے اٹھالی کوئی شفیق
دل کا لگاؤ اپنا ہی دست دعا کے ساتھ

تدبیر دوستان سے ہی بالعکس فائدہ
ہی درد عاشقی کو خصومت دوا کے ساتھ

کی کشتی اسکی پاک بر دست عشق نے
جن نے لڑائی ہاتھ ٹک ایک اس بلا کے ساتھ

اوباش لڑکون سے تو صحبت کر چکے معاش
اب عمر کاٹیے گا کسو میرزا کے ساتھ

کیا جانون میں چمن کو و لیکن قفس پہ میر
آتا ہی برگ گل کبھو کوئی صبا کے ساتھ

غرو وقار کیا ہی کسو خودنما کے ہاتھ
ہی آبرو فقیر کی شاہ ولا کے ہاتھ

اٹھلا دیا فلک نے ہمیں نقش پا کے رنگ
اٹھنا ہمارا خاک سے ہی اب خدا کے ہاتھ

آنکھ نہیں آشنا تھا مگر دیکھا تھا کہیں
تو گل گل ایک کیا ہی ہیں نے صبا کے ہاتھ

دیکھ اسکو مجکو یارون نے حیران ہو کہا
کس ڈھب سے لگ گیا ہی یہ گوہر گدا کے ہاتھ

دلکی گرہ نہ ناخن تدبیر سے کھلی
عقدہ کھلے گا میر یہ مشکل کشا کے ہاتھ

وہ جو کہنا تھا تو ہی کر یو نہ تسل
میر کا سو کہا کیا تو نے

آنکھون کی طرف گوش کی درپردہ نظر ہی
یہ راہ و روش سرو گلستان مین نہ ہوگی
یہ بادیۂ عشق ہی البتہ ادھر سے
وہ ناوک دل دوز ہی لاگو مرے جی کا
کیا جھیل پڑی مدت ہجران کہ نہ پوچھو
کہ جان کر جسکے لیے منھ موڑ لیے تمسے
تجسا تو سوار ایک بھی محبوب نہ نکلا
شب شور و فغان کرتے کیے تجکو تو اب تو
سوچو تھے کہ سودای محبت مین ہی کچھ سود
شانے پہ لکھا ہار جو پھولونکا تو سے تجکے
کر کام کسو دل مین گئے عرش پہ تو کیا
پیغام بھی کیا کرئے کہ اوباش ہی ظالم
ہر بیت مین کیا میر تری باتین گھٹی ہین

کچھ یار کے آنے کی مگر گرم خبر ہی
اس قامت دلچسپ کا انداز دگر ہی
تو سامنے ہو ہمدم اگر تجکو جگر ہی
بجگر نکل ای سیل کہ یان میر کا ڈر ہی
مہ سال ہوا ایک گھڑی ہمکو پہر ہی
تم آؤ چلے داعیہ کچھ تمکو اگر ہی
جس دلبر خود کام کو دیکھا سو نفر ہی
دلکش ہو ٹک ای مرغ چمن وقت سحر ہی
اب دیکھتے ہین اسین توجی ہی کا ضرر ہی
کیا ساتھ نزاکت کے رگ گل سی کمر ہی
ای آہ سحرگاہ اگر تجھ مین اثر ہی
ہر حرف میان دار پہ شمشیر و سپر ہی
کچھ اور سخن کر کہ غزل سلک گہر ہی

جمہور راہ اسکی دیکھا کرے ہی اکثر
وحش اور طیر آنکھین ہر سو لگا ہی بیٹھے
شاید کہ وصل اسکا ہووے تو جی بھی ٹھہرے
مدت سے چشم بستر بیٹھا رہا ہون لیکن
گو ہاتھ وہ نہ آوے دل غمسے خون کرتا
یہ گل نیا کھلا ہی بے بال تو قفس مین
دیکھو نہ چشم کم سے یہ آنکھ ڈبڈبا ہے
گلشن سے لے قفس تک آواز ایک سی ہی
ہر ایک خراش ناخن مجھبی سے صدر تک ہی

محفوظ رکھ الٰہی اسکو نظر گذر سے
گو درہ اسکی دیکھین اُٹھ چلتی ہی کدھر سے
ہوتی نہین ہی اتبو تسکین دل خبر سے
وہ روے خوب ہرگز جاتا نہین نظر سے
ہی لاگ میرے جی کو اُس شوخ کی کمر سے
کوئی کلی نہ نکلی مرغ چمن کے پر سے
سیراب ابر ہوتے دیکھین ہین چشم تر سے
کیا طائر گلستان مین نالہ کش اثر سے
رحجوار ہو تو پوچھے کوئی ہمین ہنر سے

یہ عاشقی ہی اب ایسے جیوگے یا کب تک
ترک وفا کرو ہو مرنے کے میر ڈر سے

بسکہ ہی گردون دون پرور دنی
بزم مین سے اتبو جل اے رشک صبح
مین چراغ صبح گاہے ہون نسیم
مجسا محنت کش محبت مین نہین

ہووے پیوند زمین یہ رفتنی
شمع کے اوپر پھری ہی مردنی
مجسے اکدم کے لیے کیا دشمنی
ہر زمان کرتا رہا ہون جان کنی

اودھر مطرب کا عودی سنگ کب طناز آتا ہی
خبر ہی شرط آشنا مت بے دل بے ابر باز زندہ
اٹھتی ہی گرد معشوقانہ اس سے عاشق کی
عجب نک حنا طائر ہی دست مغز خوبان کا
وہی نازان خرامان کبک سا آیا مری جانب
رہائی اپنی ہو نہ سو اکب صیاد چھوڑی ہی

عجب ہین لوگ جو کہتے ہین وہ ناساز آتا ہی
ہمین بھی آج رونا درد دل پرواز آتا ہی
کبھو ٹک جسکے اوپر وہ سراپا ناز آتا ہی
اڑے ہی تو بھی ہاتھون سے ہی گر پرواز آتا ہی
کوئی مغرور وہ شوخی سے اپنی باز آتا ہی
اسیر دام ہو طائر جو خوش آواز آتا ہی

اگر مسجد سے آؤن میر تو بھی لوگ کہتے ہین
کہ میخانے سے پھر وہ دیکھو شاہد باز آتا ہی

اسکے رنگ چمن ہین شاید اور کھلا ہی پھول کوئی
یون پھرتا ہون دشت میں جو اسی ہین سرگشتہ
ایک کہین سر کھینچے ہی ایسا جسکی کر ہین ہاپوئی
کس امید کا تجکو ای دل چاہ ہین اسکی حصول اہا
لینے اسکے بالونکا وصف لکھا ہی دیر تلک
مستی حسن پرستی رندی یہی عمل ہی مدت سے
حرف حکایت شکر و شکایت تھی اک وضع ذوقی

شور طیور اٹھتا ہی ایسا جیسے اٹھی ہی ول کوئی
غم کا مارا آوارہ جو بن راہ ہو بھول کوئی
ہو ہر اک کو قبول لکھا بہ نہ کریگا قبول کوئی
شوخ و شرا مین خوش تر یان رہنا ہی ملول کوئی
طرف مار تو طولانی بچھا بھی دیہی طول کوئی
پیر کبیر ہووے تو کیا ہی چھوٹی ہی معمول کوئی
میر کو جا کر دیکھا ہمنے ہی مرد معقول کوئی

آتا ادھر اس بت کا کیا میری کشش سے ہے	ہو موم جو پتھر تو تائید خدا کی ہے

داماں دراز اسکا جو صبح نہیں کھینچا
اے میر یہ کوتاہی شب دست دعا کی ہے

ملواں دنوں ہمسے اکرات جاتی	کہاں ہم کہاں تم کہاں پھر جوانی
شکایت کروں ہوں تو سونے لگے ہے	مری سرگذشت اب ہوئی ہے کہانی
ادا کھینچ سکتا ہے بہزاد اسکی	کھچی صورت ایسی تو یہ ہے مانی
ملاقات ہوتی ہے تو کشمکش سے	یہی ہمسے ہے جب نہ تب اینچا تانی

بسنتی قبا پر ترے مر گیا ہے
کفن میر کو دیجیو زعفرانی

بے اسکے تیرے حق میں کوئی کیا دعا کرے	عاشق کہیں شتاب تو ہو وے خدا کرے
اے سرو جھر کوئی مری رہ تو گر جنا کرے	پرسش کسو سے حال کی تیری بلا کرے
دامن بہت وسیع ہے آنکھوں نکا ہے سحاب	لازم ہے تجکو آن ہی کا پانی بھرا کرے
آکر بکھیرے پھول مری تشت خاک پر	مرغ چمن اگر حق صبح ادا کرے

پتھر کی چھاتی چاہیے ہے میر عشق میں
جی جانتا ہے اسکا جو کوئی وفا کرے

دلکی لاگ بُری ہوتی ہے رہا نہ سکتا جائے بھی
آگے بیٹھے اٹھ بھی گئے بیتاب ہوئے پھر آئے بھی

آنکھ نہ ٹک میلی ہوتی اپنی مطلق دل بیجا نہو
دلکی مصیبت کیسی کیسی کیا کیا رنج اٹھائے بھی

ٹھنڈی ہوتے دیکھے ہرگز ویسے ہی جلتے رہتے ہیں
تلوے حنائی ہمنے آنکھوں سے سہلائے بھی

رنگ نہیں ہے منھ کے باد خزان سے گلستان میں
برگ و بار بکھرے بکھرے ہیں گل غنچے مرجھائے بھی

نفع کبھو دیکھا ہمنے ایسے خرچ کے اُٹھانے پر
دلکے گداز سے لوہو روئے داغ جگر پہ جلائے بھی

عشق میں اسکے جان مری مشتاق پھر گئی ہنسی ہو کے
شوق اگر ہے ایسا ہی تو جیتے کہاں مرجائے بھی

تاجر ترک فقیر ہوے اب شاعر عالم کامل ہیں
بیش گئی میر نہ اپنے سوانگ بہت سے لائے بھی

کوئی نام انکا نہ لو جبر ہے
کہ بیتاب دل کی بنا صبر ہے

نہ سوز جگر خاک میں بھی گڑا
موئے پر بر آتش مری قبر ہے

گلستان کے ہیں دونوں پتے بھرے
بہار اسطرف اُس طرف ابر ہے

جو درویش پہنے ہے چرمی لباس
تو پھر چیتہ شیر ہے ببر ہے

در کعبہ پر کفر بکتا ہے میر
مسلمان نہیں وہ کہن گبر ہے

ظلم سہے ہیں داغ ہوئے ہیں رنج اٹھائے ہیں درد کھینچے
اب وہ دلمیں تاب نہیں جو کب آ مرد کھینچے

جلتے ہوئے تسلی کو کچھ یار کہہ گئے
اس قافلے میں ہم بھی تھے افسوس رہ گئے

کیا کیا مکان شاہ نشین تھے وزیر کے
وہ اٹھ گئے تو بڑے بھی گر بیٹھے رہ گئے

اس کجروش سے ملنا خرابات میں نہ تھا
بے طور ہم بھی جا کے ملے بے جگہ گئے

دے زور در جوان جنھیں کہیے پہاڑ تھے
جب آئے موج خیز و رنگی سے بہہ گئے

دو بار تو نہ تھا نہ دل سے کسو کے امیر
ناچار اسکے جور و ستم ہم بھی سہہ گئے

آ جوانی وصل میں اسکے کیا کیا لذت پاتے تھے
بوسہ کنج لب سے پھر بھی ذائقہ اپنے بناتے تھے

کیا کیا تمنے فریب کیے ہیں سادگی میں لینے کو
ٹیڑھی کر کے کلاہ آتے تھے ہم نا خوردہ پاتے تھے

ہائے جدائی ایسی جا گہ مار کے ہمکو توڑ رکھا
دے دن یاد آتے ہیں جب خط انکے آتے جاتے تھے

غیر و کلی تم سنتے رہے سو غیرت ہم سہتے ہے
دے تو تمکو لگا جاتے تھے تم آ ہمکو جلا جاتے تھے

رنج و الم و غم عشق ہی کی اعجاز سے کھینچے تھے ورنہ
حوصلہ کتنا اپنا جسمیں بے آواز سماتے تھے

دے دن کیسے سالتے ہیں جا کر سوتی پاتی تھیو
آنکھوں سے ہم سہلا سہلا ئے اسکو جگاتے تھے

چاہت رگ رگ بری ہے جیکا میر اسے پرہیز بھلا
اگلے لوگ سنا ہے ہمنے دل نہ کسو سے لگاتے تھے

بات ہماری یاد رہے جی بھولا بھولا جاتا ہے
وحشت پر جب آتا ہے تو جیسے بگولا جاتا ہے

تھوڑے سے پانی میں سر کیسے کے ہے جیسے حباب
کہتے ہیں لینا مجکو کیا ابھرا ابھولا جاتا ہے

برسون مین پہچان ہوئی تھی سو تم صورت لگے
سنی سنائی بات وانکی کب جیتے ہین ہم غافل
میر کی تیزی کیا سلجھے گی حرف سخن مین کجک سے

کئی روز اب دید وا دید ہی
گریزان رسائی سے خورشید سان
تصرف مین جب ڈال دیتے ہین بات
جو آوین بتان جذب سے یان تو
لپیٹا ہی مین بوریائے نماز

یہ بھی شرارت یاد رہیگی پہلو بچا نا جانے سے
دونون کان بھرے ہین اپنے دنیا کے افسانے سے
کوئی بھی غافل الجھے ہے ایسے ناصح دیوانے سے

گلے سے ہمارے ملو عید ہی
جہان جیبے ہی مجکو تجرید ہی
خدا رس کہین ہین یہ توحید ہی
خدا کی طرف ہی کی تائید ہی
یہی میر جانے کی تمہید ہی

ہجر مین خون ہوا تھا سب غم سے
عالم حسن ہی عجب عالم
طرح چھریون کی پلکون سے ڈالے
نسبت اُن بالون کی درست ہوے

دل نے پہلو تہی کیا ہم سے
چاہیے عشق بھی اس عالم سے
نکلے تلوار ابرو کے خم سے
دیر مین میرے حال درہم سے

در پے خون میر کے ورنہ
ہو بھی جاتا ہی جرم آدم سے

اٹکھیلیون سے چلنے طفلی مین جان ماری
نام خدا ہوا ہی اب وہ جوان باری

بلبلین کب تک رہے ہی یہ صحبت
گالیان کھایئے دعا کریے

کچھ نہین گر تو وہ کہے نہ کہو
کیونکر اظہار مدعا کریے

اتفاق انکا مار ڈالے ہی
ناز و انداز کو جدا کریے

عید ہی کاش کے رہے ہر روز
صبح اسکے گلے لگا کریے

راہ تکنے کو بھی نہایت ہی
منتظر کب تلک رہا کریے

ہستی موہوم و یک سر و گردن
سیکڑون کیونکہ حق ادا کریے

وہ نہین سرگذشت سنتا میر
یون کہانی سی کیا کہا کریے

تسریب ہو نفع جو کچھ بھی
دل کی بیماری کی دوا کریے

سو تو ہر روز ہی ترا احوال
متحیر ہین آہ کیا کریے

دو چار روز آگے چھائی گئی تھی کوئی
ہجران کا غم تھا سختی سے جان ٹوٹی

کلیان جھڑی ہین کچھ بکھری ہین پھول سارے
یا تیری چمن مین کیا کیا بہار لوٹی

سیر چمن مین کچھ تو جیسے ہوس نکلتے
موسم مین گل کے بلبل افسوس ہی یہ چھوٹی

کب عدو کی رات آئی جو ہمین لڑائی ہوئی
آخر اس دباش نے مار کب ہنسی پھر آئی ہوئی

واے وہ طائر بے بال ہوں ناک جسے
ظلم بے کھینچے نہیں بنتی ہی جسکی شمشیر
آنکھ مستی مین کسو پر نہیں پڑتی اسکی

شوق گلگشت گلستان مین گرفتاری ہی
اس ستمگار جفا جو سے ہمین یاری ہی
یہ بھی اس سادہ دپرکار کی ہشیاری ہی

دان سے جز ناز و تبختر نہیں کچھ پاتے میر
عجز ہی دوستی ہی عشق ہی غم خواری ہی

درد و غم سے دل کبھو فرصت پائے
طفل یہ بازار کا عاشق ہون مین
زادہ وتا چشم کا لب دیکھتے
کب تلک چاک کفن سے جھانکیے
کب سے ہمکو ہی تلاش دست غیب
اسکی اپنی بنتی ہی ہرگز نہیں
جو لکھی قسمت مین فرقت ہو سو ہو
داغ ہی مرغ چمن پائیز سے
زخم سینہ میرا اسکے ہاتھ کا
میر اکثر عمر کے افسوس مین

یہ صعوبت کب تلک کوئی اٹھائے
دل فروشی کوئی مجھسے سیکھ جائے
دیکھیے ہین لیکن خدا جو کچھ دکھائے
برگ گل یان بھی صبا کوئی تو لائے
تاکمر پیچ اسکا اپنے ہاتھ آئے
بگڑی صحبت ایسی کیا کوئی بنائے
خط پیشانی کوئی کیونکر مٹائے
دل نہ ہو جلتا جو اسکا گل نہ کھائے
ہو کوئی چھوا درتو اسکو رجھائے
زیر لب بالائے لب ہی ہائے وائے

تیغ ہی راحت تو بعد مر رکھیے
پر بُرا واقعہ یہ حائل ہی

تیغ اگر درمیان رہی تو رہی
یار میرا جوان جاہل ہی

رو نہین چشم تر سے اب رکھیے
سیل اسی در کا کب سے سائل ہی

حال ہم ڈوبتون کا کیا جانے
جسکو دریا پہ سیل ساحل ہی

میر کب تک بحال مرگ جئین
کچھ بھی اس زندگی کا حاصل ہی

بیکسان عشق تھے ہم غم مین کھپ سارے گئے
باز خواہ خون نہ تھا مارے گئے مارے گئے

بار گل تک ناتوانون کو نہ تھا اُس بزم مین
گرتے پڑتے ہم بھی عاجز آج وان بارے گئے

چھاتی میری سرد آہون سے ہوئی تھی سخت سخت
استخوان اب اسکی اشک گرم سے نہارے گئے

سخت جانی ہی نہ ٹک جو ہو خبر گھر مین سے
صبح تلک ہم رات دیوار و نسے سہارے گئے

میر قیس و کوہکن ناچار گذرے جان سے
دو جہان حسرت لیے ہمراہ بیچارے گئے

بے یار ہین بیکس ہون آگاہ نہین کوئی
بیغم کرد خونریزی خونخواہ نہین کوئی

کیا تنگ مخوف ہی اس نیستی کا رستا
تنہا پڑا ہی جانا ہمراہ نہین کوئی

موہوم ہی ہستی تو کیا معتبری اسکی
ہی گاہ اگر کوئی بیگاہ نہین کوئی

کیا شکایت کریے اُس خورشید چہرہ یار کی
وصل کی دولت گئی ہون تنگ فقر ہجر مین

مہر وہ برسون نہین کرتا ستم فی الفور ہی
یا الٰہی فضل کر یہ جور بعد الکور ہی

اسکے دیوانے کے سر پر داغ سودا ہی ڈھیر
وہ محیط عاشقون کا اس سبب سرمور ہی

گردن کش زمانہ تو تیرا اسیر ہی
چشمک کرے ہی مہر یطرف تو نگاہ کر
تنکا سا ہو رہا ہی تن آگی ہی سو کر
جھڑ باندھ دی ہی و نمی جو لگتا ہی چیخ کی
کی واجل رسیدہ جو صید آئی کب بھجا
جون جون بڑھاپا آتا ہی جاتی ہین انیستے
اس خوبصورتی سے ز صورت نظر پڑی
پر جوہر اسکی تیغ ہی نامہ برائے قتل
پوچھو اسی سے مضطرب الحال دلکی کچھ
جو طفل شوخ و تنگ جوان بلند طرح
فریاد سب کی سن کے کما ید ماغ ہو

سلطان عصر تیری گلی کا فقیر ہی
وہ طفل شوخ چشم قیامت شریر ہی
اب ننگ کیا فقیر جو سب مین حقیر ہی
ہی چشم ترکہ غیرت ابر مطیر ہی
پر پیچ جال گیسوؤن کا جرگہ گیر ہی
کس مٹی کا نجانئے اپنا خمیر ہی
صورت تلک تو سیر کی دانے نظیر ہی
پیغام مرگ عاشقون کو اسکا تیر ہی
آہ آفتاب چہرہ روشن ضمیر ہی
شائستۂ فلک ہی اگرچہ خ پیر ہی
دیکھو تو اس بلا کو یہ شاید کہ میر ہی

بھیر بن ملتی ہین اسکے ابرو ملے
چلی تلوار تو صفائی سے

لڑکا عطار کا ہی کیا مجون
ہمکو ترکیب اسکی بھائی ہی

کجروی یار کی نہین جاتی
یہی بے طور بے ادائی ہی

آنے کہتا ہی پھر نہین آتا
یہی بد عہدی بے دفائی ہی

کرچلو نیکی اتو حسن تس سے
شاید اسھی ہین کچھ بھلائی ہی

برسون مین میر سے ملے تو کہا
اس سے پوچھو کہ یہ کجائی ہی

یارب کوئی دیوانہ بے ڈھنگ سا آجاوے
اغلال و سلاسل ٹک اپنی بھی بلا جائے

خاموش رہین کبتک زندان جہا نمین ہم
ہنگامہ قیامت کا شورش سے اٹھا جاوے

کب عشق کی وادی ہی سر کھنچنے کی جاگہ
ہو سیل بھلا سا تو منہ موڑ چلا جائے

عاشق ہی ہین ور نہین نسبت ہے اسے ہو کی
جون جون ہو رمیدہ وہ تون تون یگا جائے

افسوس کی جگہ ہی یان باز لسین دم ہین
ہو روبرو آئینہ وہ منہ کو چھپا جاوے

ان نو خطون سے میری قسمت مین تو تھی خواری
کسطرح لکھا میرا کوئی آکے مٹا جاوے

دیکھا اسکو ٹھہر رہتا ثابت قدم مونے ہو
اس راہ سے آدے تو ہے نزہا جاوے

کیسے جہان کرتا تاثیر سخن کچھ بھی
وہ بات نہین سنتا کیا اس سے کہا جاوے

پری اسکے سایہ کو بھی لگ سکے نہ / وہ اس جنس کو کیا بلا جانتا ہی

جہان میر عاشق ہوا خوار ہی تھا / یہ سودائی کب دل لگا جانتا ہی

یہی عشق ہی جی کھپا جانتا ہی / کہ جانان سے جی بھی ملا جانتا ہی

بدی ہین بھی کچھ خوبی ہووےگی تب تو / برا کرنے کو وہ بھلا جانتا ہی

مرا شعر اچھا بھی دانستہ ضد سے / کسو اور ہی کا کہا جانتا ہی

زمانے کے اکثر ستمگار دیکھے / وہی خوب طرز جفا جانتا ہی

نہین جانتا حرف خط کیا ہین لکھے / لکھے کو ہمارے مٹا جانتا ہی

نہ جاے جو بیگانہ تو بات پوچھے / سو مغرور کب آشنا جانتا ہی

نہین اتحادِ تن و جان سے واقف / ہمین یار سے جو جدا جانتا ہی

تمام شد دیوان پنجم میر تقی میر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان ششم

فلک نے پیس کر سرمہ بنایا	نظر مین اسکی مین تو بھی نہ آیا
زمانے مین مرے شور جنون نے	قیامت کا سا ہنگامہ اُٹھایا
بلا تھی کوفت کچھ سوز جگر سے	ہمین تو کوٹ اُن نے ہو جلایا
تمامی عمر جسکی جستجو کی	اُسے پاس اپنے اکدم بھی نہ پایا
نہ تھی بیگانگی معلوم اسکی	نہ سمجھے ہم اُسی سے دل لگایا
قریب دیر خضر آیا تھا لیکن	ہمین رستا نہ کعبے کا بتایا

ذرات اسکو ڈھونڈھتی ہی دل شوقیے مجھے — نایاب کس گہر کا طلبگار کردیا

دور اُس سے زار زار جو روتا رہا ہون مین — لوگون کو میری زاری نے بیزار کردیا

خوبی سے بخت کی ہی اُسے عشق سے مرے — یارون نے رفتہ رفتہ خبردار کردیا

جسکے لگائی جیبین نہ اُسکی ہوس رہے — یعنی کہ ایک وار ہی مین پار کردیا

پہلو مین دل نے لوٹکے آتش سے شوق کے — پایان کار آنکھون کو خونبار کردیا

کیا جانون عشق جان سے کیا چاہتا ہی میر
خونریزی کا مجھے تو سزاوار کردیا

موئے ہم جسکی خاطر بیوفا تھا — نہ جانا اُن نے تو یون بھی کہ کیا تھا

معالج کی نہین تقصیر ہرگز — مرض ہی عاشقی کا لا دوا تھا

نہ خود سر کیون کہ ہم ہون یار اپنا — خود آرا خود پسند و خود ستا تھا

رکھا تھا مُنہ کبھو اُس کنج لب پر — ہمارے ذوق مین ابتک مزا تھا

نہ ملیو چاہنے والے سے اپنے — نہ جانا تجسے یہ کن نے کہا تھا

پریشان کر گئی فریاد بلبل — کسو سے دل ہمارا بھر لگا تھا

ملے برسون رہی بیگانگی تھی — ہمارے زخم مین وہ آشنا تھا

نہ دیوانے تھے ہمسے قیس و فرہاد — ہمارا طور عشق اُن سے جدا تھا

کیا نماز اسے میر اس او قامت کی
جب کر تو تحر اب سا خم ہوگیا

وہ دیکھنے ہمیں ٹک بیماری میں نہ آیا
سو بار آنکھیں کھولیں بالیں سے سر اٹھایا

گلشن کے طائروں نے کیا بے مروتی کی
یک یک گل قفس میں ہم تک کوئی نہ لایا

بے ہیچ اسکا غصہ یارو بلائے جان ہے
ہرگز منا نہ ہمسے ہمتیرا ہی منایا

قد بلند اگرچہ بے لطف کبھی نہیں ہے
سرو چمن میں لیکن انداز وہ نہ پایا

انگڑائی خوبرویاں ہمسر تپش ہیں یہ
اینڈا پھرے ہی ہے سو جب اس نے کیا سایا

نقشہ عجب ہے اسکا نقاش نے ازل کے
مطبوع ایسا چہرہ کوئی نہ پھر بنایا

شب کو نشے میں باہم تھی گفتگوئے درہم
اس مست نے جھنکایا یعنی بہت جھکایا

دل بستگی میں کہنا اسکا نہ اس سے دیکھا
بخت نگوں کو ہمنے سو بار آزمایا

عاشق جہاں ہوا ہے بے ڈھنگیاں ہی کی ہیں
اس میر بےخبر نے کب ڈھب سے دل لگایا

باتیں ہماری یاد رہیں پھر باتیں ایسی نہ سنیےگا
پڑھتے کسو کو سنیے گا تو دیر تلک سر دھنیےگا

سعی تلاش بہت سی رہیگی اس انداز کے کہنے کی
صحبت میں علما فضلا کی جا کر پڑھیے گنیےگا

دل کی تسلی جبکہ ہوگی گفت و شنود سے لوگونکی
آگ پھنکے گی بدن میں اسمیں جلیے بھنیےگا

جب نیتی کو عشق کا آزار ہوگیا
دو چار دن مین برسون کا بیمار ہوگیا

نسبت بہت گناہون کی یہ بیطرف ہوئی
ناکردہ جرم مین تو گنہگار ہوگیا

حیرت زدہ ہین عشق کا کامونکا یار کے
دروازے پر کھڑے کھڑے دیوار ہوگیا

ہلے نگار سینے کے اطراف درد سے
کوچہ ہر ایک زخم کا بازار ہوگیا

بازار مین جہانکی ہی حسن کیا متاع
سو جیسے جیسے دیکھے خریدار ہوگیا

دل لیکے میری جان کا دشمن ہوا ندان
جس بیوفا سے اپنے تئین پیار ہوگیا

عاشق کو اسکی سے ہو لاگ کھینچی ہی
یکشتنی بھی مرنے کو تیار ہوگیا

مرنے ہوا رہا نہ تنگ ہی رہا
پھندے مین عشق کے جو گرفتار ہوگیا

کیا جرم تھا کسو پہ نہ معلوم کچھ ہوا
جو میر کشت و خون کا سزاوار ہوگیا

دشمن ہو جسکا گاہک ہوتا ہی جسکو چاہا
کی دوستی کہ یار وا اک روگ مین بسایا

تجی ہی جہان قیامت درد و الم رہا تو
بیمار عاشقی مین شب صبح تک گرا رہا

تازہ جھمک تھی شب کو تارو نین آسمانکے
اس آسیا کو شاید پھر کر کبھون نہ پایا

خمیازہ کش ہون اسکی مدت سے اس ادا کا
لگ کر گلیسے میرے انگڑائی لی جما یا

جاتا کہ منھ کھلا ہی آتشکدے کا شاید
سینے کے زخم کا جو سر کا ہو تک بھی بھایا

گھر سے وہ معمار کا جو اٹھ گیا	حال ابتر ہو گیا گھر بار کا
نقل اسکی بیوفائی کی ہی اصل	کب وفاداری ہی شیوہ یار کا
سر کو دیدے مارتے سیلاب بہار	رنگ دیگر ہی در و دیوار کا
اک گدائی در ہی سیلاب بہار	غم کشون کے دیدۂ خونبار کا
دلبران دل ضبں ہی گنجائشی	اس مین کچھ نقصان نہین سرکار کا

عشق کا مارا ہی کیا اب نبپے گا میر
حال ہی بد حال اس بیمار کا

جو تو ہی صنم ہم سے بیزار ہوگا	تو جینا ہمین اپنا دشوار ہوگا
غم ہجر رکھیگا بیتاب دل کو	ہمین کڑھتے کڑھتے کچھ آزار ہوگا
جو افراط الفت ہی ایسا تو عاشق	کوئی دن مین برسون کا بیمار ہوگا
اٹھیتی ملاقات کب تک رہیگی	کبھو تو ترہ دل سے بھی یار ہوگا
تجھے دیکھ کر لگ گیا دل نجانا	کہ اس سنگدل سے ہمین پیار ہوگا
لگا کرنے ہجران سختی سی سختی	خدا جانے کیا آخرش کار ہوگا

یہی ہوگا کیا ہوگا میر ہی نہ ہونگے
جو تو ہوگا بے یار غمخوار ہوگا

باغ کو بے لاؤ گل دیکھ کہتے تھے طیور	جھڑ گئے بت جھڑ میں ایکی ہائے کیا کیا آشنا
تو تو لڑکا نہیں عشق و ہوس میں کر تمیز	آشنا سے فرق ہوتا ہے بہت نا آشنا
ملتے ملتے منہ چھپانا بھی لطیفہ ہی نیا	آشنائی یا نکر یے ہو جیسے یا آشنا
تھا جنون کا لطف مجنون ہی سو دنیا سے گیا	مغفرت ہو اسکو وحشی ہم سے بھی تھا آشنا
اب جو ہاتھ آئے ہیں ہم مُفت کھو دیجیو نہیں	پھر نہ ہوگا تمکو ایسا کوئی پیدا آشنا

کیسا ہی بانی ہو اسکو پیر میں جاتا ہے پیر
تھا جوانی میں مگر تو میر دانا آشنا

گئے تھے سیر چمن کو اٹھکر گاؤ نمین ٹک کجی لگا اپنا	تلاش جوش بہار میں کی نگار گلشن میں جہانہ اپنا
ملا تو تھا وہ بخواہش دل مزہ بھی باتی ملے سے لیکن	پھیرن جو مستی میں آئی آنکھیں ہوش ہمکو رہا نہ اپنا
جہانکا دریائے بیکران تو سیر پایان کا نکلا	جو لوگ تم سے کچھ آشنا تھے انھوں نے اب کیا نہ اپنا
نکالی سرکش نے چال ایسی کہ دیکھ حیرت سے رہ گئے ہم	دلوں میں کیا کیا ہمارے آیا کریں گیا بھلا نہ اپنا
کہے بھی کوئی تو اسنے چمن کسو کا اثر کرے کچھ	بکا گئے ہم ہمیشہ مانا کسو ان نے کہا نہ اپنا
نہ ہوش ہمکو نہ صبر دلکو نہ شور سر میں نہ درد پا میں	جو رو و میں کس کسکو رو دیں اب ہم وفا میر کیا نہ اپنا

جہانمیں رہنے کو جی بہت تھا نکر سکے میر کچھ توقف
بنا تھی ناپائدار اسکی اسی سے رہنا بنا نہ اپنا

دھوپ میں آگے کھڑا اسکے جلا کرتا ہوں میں
چاہ کر اسکے تئیں میں تو گنہگار ہوا

ہوش کچھ جنکے سروں میں تھا شتابی چلے
حیف صد حیف کہ میں پر خبردار ہوا

ہو بخود گو کسو کو ڈھونڈھ نکالے کوئی
وہی خود گم ہوا جو اسکا طلبگار ہوا

مرغ دل کی ہی رہائی سے مراد اب ہمیں
پر شکن بالوں میں وہ اسکے گرفتار ہوا

بیماری دیکھی جو جیتوں کسو کی میں جانا
کرے اب سادہ و پرکار مرا یار ہوا

تکیہ اسپر جو کیا تھا سو گرا بستر پر
یعنی میں شوق کی افراط سے بیمار ہوا

کیونکہ سب عمر مصیبت میں کٹی تیری میر
اپنا جینا تو کوئی دن ہمیں دشوار ہوا

آج اُس خوش پرکار جوان مطلوب حسن لطف
پیر فقیر اس نے وہ دندانکو ان نے دندان ہو

آنسو کی بوند آنکھو نسے دونوں تجو کلتے ایک نہیں
دل کی طپیدن روز و شب نے خوب جگر کا لہو پیا

مرتے جیسے صبر کیا تھا ویسی ہی ذہمبری کی
ہائے دریغ افسوس کوئی دن اور نہ بیمار جیا

ہاتھ رکھے رہتا ہوں دلبر برسوں گذرے ہجر ائیں
ایکدن اُن نے گلے سے ملکر ہاتھ میں میرا دل لیا

اب بارو وہیر کو گھر تک جہ یان رہا
حیرت ہے آفتاب جہان کا تہان رہا

جو قافلے گئے تھے آنکھوں کی اٹھی بھی گرد
کیا جانیے غبار ہمارا کہان رہا

۴۳۳

غرض ملاتے ہووے تجک اُس طرف کی دیکھ
عاشق سے جو بندہے نظر تو ہی کیا عجب

ترک وطن کیا ہی عزیزون نے چاہ مین
گر جاے کوئی رفتہ سفر تو ہی کیا عجب

برسون سے ہاتھ مارتے ہین سر پہ اتن بغیر
ہووے ہی تہسے دست بسر تو ہی کیا عجب

معلوم سود مندی مشتاق عشق مین
پہونچے ہی اُس سے ہمکو ضرر تو ہی کیا عجب

گھر بار مین لٹا کے گیا گھر سے بھی نکل
اب آوے وہ کبھو مرے گھر تو ہی کیا عجب

ملتی نہین ہی آنکھ اُس آئینہ رو کی میر
وہ دل جو لیکے ہووے مکر تو ہی کیا عجب

آیا ہی شیب سر پہ گیا ہی شباب اب
کرنا جو کچھ ہو تمکو سو کر لو شتاب اب

بگڑا بنا ہون عشق سے سو بار عاقبت
پایا قرار یہ کہ رہون ہین خراب اب

خونریزی عاشقون کی ہی ظالم اگر ثواب
تو تو ہوا ہی مجکو بہت سا ثواب اب

بھڑکی درون مین آتش سوزندہ عشق کی
دل رہگیا ہی پہلو مین سوکھ کر کباب اب

ہون اُس بہشتی رو سے جدا مین جحیم مین
رہتا ہی میری خاک کو ہر دم عذاب اب

قاصد جو آیا چپ ہی نشان خط کا کچھ نہین
دیکھین جو لاوے باد کوئی کیا جواب اب

کیا رنج و غم کو آگے ترے مین کرون شمار
یان خود حسابی میرے تو ہی بیحساب اب

جھپکے مین آنکھین اور جھپکی آتی ہین بہت
نزدیک شاید آیا ہی ہنگام خواب اب

ردیف تاے فوقانی

ٹک ٹھہرتا بھی تو کہتے تھا کسو بجلی کی تاب
کی نمازِ صبح کو کھو کر نماز اشراق کی
دیکھنا منھ یار کا اسو جہ سے ہوتا نہیں
ضعف ہی اسکے مرض اور اسکے غم ہی الغرض
یار بین ہم مین بڑا پردہ جو ہی ہستی ہی یہ
صورتِ دیوار سے مدت کھڑے در پر رہے
مہ سے توبہ کرتے ہی معقول اگر ہم جانتے

یاکہ نکہت گل کی تھا آیا گیا عہد شباب
ہو گیا مجھپر ستم اچھا نہ تھا مستی میں خواب
یا الٰہی وے زمانے سے اُٹھا رسم نقاب
دل بدن مین آدمی کے ایک ہی خانہ خراب
بیچ سے اُٹھ جاے تو ہو وے کبھی رفع حجاب
پر کبھو صحبت مین اسکی ہم ہوے نہ باریاب
ہم پہ شیخ شہر برسون سے کرے ہی اجتناب

جمع تھے خوبان بہت لیکن پسند اُسکو کیا
کیا غلط مین نے کیا ای میر وقت انتخاب

اس مغل زاسے نبھی ہر بات کی تکرار خوب
لگ نہین پڑتے ہین لیکر ہاتھ مین شمشیر تیز
آخران خوبان نے عاشق جان کر مارا مجھے
آج کل سے مجھ کو بیتابی و بدحالی ہی کیا
کیا کریمی اُسکی کہیے جنت دربستہ دے
مخترع جور و ستم مین بھی ہوا وہ نوجوان

بدزبانی کی بھی اُدنے تو کہا بسیار خوب
بیکسو نکے قتل مین اتنا نہین اصرار خوب
جاہ کا اپنی لکرنا اُسنے تھا اظہار خوب
مجھ مریض عشق کے کب ہے نہ تھے آثار خوب
ورنہ مفلس غمزدون کے کچھ نہ تھے کردار خوب
ظلم تک کرتا ہی جب ہیع کوئی منت دار خوب

ردیف جیم فارسی

توبہ سے ہیے بہار مین نہ کرون — گو کرے شیخ احتساب بہت
اس عفیلے سے کیا کسو کی نبھے — مہربانی ہی کم عتاب بہت
کشتن دردمان اگر ہی ثواب — تو ہوا ہی اسے ثواب بہت

دیر تک کعبے مین تھے شب بیہوش
پیگئے میر جی شراب بہت

کیا کہین ہی حال دل درہم بہت — کڑھتے ہین دن رات اسیر ہم بہت
رہتا ہی ہجران مین غم غصہ سے کام — اور وے بھی سُنکے ہین برہم بہت
اضطراب اسکا نہین ہوتا ہی کم — ہاتھ بھی رکھتے ہین دل پر ہم بہت
اُس گلی سے جی اُٹھتا ٹک نہین — دل جگر کرتے ہین پتھر ہم بہت

میر کی بدحالی شب مذکور تھی
کڑھ گئے یہ حال سُنکر ہم بہت

باہر چلتے ہین آبلدی سے کرنہ تغافل یار بہت — دشت سے وحش و طیر آئے ہین ہونے تیرے شکار بہت
دعوی عاشق بیچارے کا کون سنیگا محشر مین — خیل بلا لنگ ان بھی ہو تجھے اسکے خاطر دار بہت
خشکی لب کی زردی رنگ کی تمنا کی دو آنکھون کی — جو دیکھے ہی کہے ہی ان نے کھینچا ہی آزار بہت
جسم کی حالت جی کی طاقت نبض سے کر معلوم طبیب — کہنے لگا جائز کیا ہوگا یہ تو ہی بیمار بہت

ردیف رائے مہملہ

جو بنا عاشق پہ ہے سو اور لوگوں پر نہیں	اس سے پیدا ہے کہ میں بھی ہوں گنہگاروں کے بیچ
مر گئے بہتیرے صاحب دل ہوس کس کو ہوئی	ایسے مرنے جینے کی ان عشق کے ماروں کے بیچ
رونا کڑھنا عشق میں ان کا مرا جینے لگا	کیا جیے گا یہ ستم دیدہ ان آزاروں کے بیچ
منتظر برسوں رہے افسوس آخر مر گئے	دیدنی تھے لوگ اس ظالم کے بیماروں کے بیچ
خاک تربت کیوں نہ اپنی دلبرانہ اٹھ چلے	ہم بھی تھے اس نازنیں کے ناز برداروں کے بیچ
صاف میدان لامکاں سا ہو تو میرا دل کھلے	تنگ ہوں معمورۂ دنیا کے دیواروں کے بیچ

باغ میں تھے شب گل مہتاب میرے آس پاس
یا بن لیٹے رہا میں میر انگاروں کے بیچ

دل بھی ہے جسکو کہ دل کہتے ہیں اس عالم کے بیچ	کاش یہ آفت نہ ہوتی قالب آدم کے بیچ
چھاتی کٹتی سنگ سے ہی دل کے جاتے ہیں نہیں	لعل سینوں پر چڑے جاتے ہیں اس ماتم کے بیچ
نقشہ اسکا مردم دیدہ میں میری نقش ہے	یعنے صورت اسی کی پھرتی ہے چشم نم کے بیچ
شاد و خواب ان تازہ ہوئے ہیں شہر میں	دل زدہ ہم سب ہیں بیٹھے ہیں اٹے غم کے بیچ
دل نہ ایسا خم کر کہ ایستادہ ناوک کرے	سو بلائیں ہیں بیاں ان ابروؤں کے خم کے بیچ
حد سے افزوں اس گلی میں شور ہے عشاق کا	کون سنتا ہے کسو کی بات اس اودھم کے بیچ
رونق آبادی ملک سخن ہے اس تلک	ہوں نزار دن م الٰہی میر کے الکم کے بیچ

بے سدھ پڑا ہوں ... بستر پہ یا تدن میں
کیا آفت آ گئی ہے اس نیم جان کے اوپر

عشق و ہوس میں کچھ تو آخر تمیز ہوگی
آئی طبیعت اسکی گر امتحان کے اوپر

الفت کی کلفتوں میں معلوم ہے نہوئے وہ
تھا اعتماد کلی تاب و توان کے اوپر

محو دعا تھا اکثر غیرت سے لیک گا ہے
آیا نہ نام اسکا میری زبان کے اوپر

یہاں دل کی خواہش آتا نہیں جہاں نہیں
آتی ہے اک قیامت اہل جہان کے اوپر

کیا لوگ ہیں محبان سودے اعاشقی میں
اغماض کرتی ہیں سب جیکے جہان کے اوپر

غیرت سے اسکے رو سے چپ لگ گئی ہے ایسی
گویا کہ مہر کی ہے میری دہان کے اوپر

جو راہ دوستی میں ای میر مر گئے ہیں
سر دینگے لوگ انکے پا کے نشان کے اوپر

آیا جو اپنے گھر سے وہ شوخ پان کھا کر
کی بات اُن نے کوئی سو کیا چبا چبا کر

شاید کہ منہ پھرا ہے بندوں سے کچھ خدا کا
نکلے ہے کام اپنا کوئی خدا خدا کر

کان اُسطرف نہ رکھی اس حرف ناشنو نے
کہتے رہے بہت ہم اسکو سنا سنا کر

کہتے تھے ہم کہ اسکو دیکھا کرو نہ اتنا
دل خون کیا نہ اپنا آنکھیں لڑا لڑا کر

آگے ہی مر رہے ہیں ہم عشق میں بتا نکے
تلوار کھینچتے ہو ہمکو دکھا دکھا کر

وہ میوہ نہ آیا بالیں پہ وقت رفتن
سو بار ہمنے دیکھا سر کو اُٹھا اُٹھا کر

زانو پہ سر ہی اکثر مت فکر اسقدر کر
خورشید ماہ دونو آخر نہ دلسے نکلے
یوسف عزیز دلہا جا مصر مین ہوا تھا
ای ہمنشین غشی ہی مین ہوش مین نہین ہون
کیا حال زار عاشق کریے بیان پوچھو
دیتے نہین ہین سونی ٹک ٹک نالے اسکے
اتنا ہی منھ چھپایا شوخ اسکے محرمون نے
کیا پھیر پھیر گردن باتین کری ہین ہین
ہن دیکھے تیری ہین تو بیمار ہو گیا ہون
رخنے کیے جو تونے پتھر کی سل مین تو کیا

دل کو کوئی لے گیا ہی تو میر ٹک جگر کر
آنکھون مین سپر نہ آئی جی سے مری گذر کر
ذلت جو ہو وطن مین تو کوئی دن سفر کر
مجھکو مرے زبانی سو بار اب خبر کر
کرتا ہی بات کوئی دل کی تو چشم تر کر
یارب شب جدائی عاشق کی بھی سحر کر
جو بچھ گئی ہین زلفین اس چہرے پر بکھر کر
جاتی ہین عشق تے ہم مشتاق منھ ادھر کر
حال تبہ مین میرے تو بھی تو ٹک نظر کر
ای آہ اس صنم کے دلمین بھی ٹک اثر کر

مارے سے غل کیے سے جاتا نہین ہی ہرگز
نکلے گا اس گلی سے شاید کہ میر مرکر

باندھی کمر سحر گہ آیا ہی میرے کین پر
اقرار مین کہان ہی انکار کی سے خوبی
کنج قفس مین جو ہی تو نکا ٹینگے ہم اسیران

جو حادثہ فلک سے نازل ہوا زمین پر
ہوتا ہی شوق غالب سکے نہین نہین پر
سیر چمن کے شایان اپنی رہی نہین پر

ردیف کاف

ہمکین جو ملپیں سو تی ہی تو جاں ہی کبھی مجھکو لیا
ساری رات کہانی کہی ہی تو بھی جھکر سو ڈالک

مشکل ہی دلداری عاشق وہ برسوں بیتاب ہے
بیطاقت اس دلکو میرے ہاتھ مین اپنے تو لے ٹک

ایسی درد دل کرنیکو میر کہانسے جگر آوے
گرم سخن لوگو نہین ہو کوئی بات کرے تو رو دے ٹک

رہے ہی غش و درد دو دو پہر تک
سر زخم پہونچا ہی شاید جگر تک

ہوئے ہین حواس اور ہوش و خرد گم
خبر کچھ تو آئی ہی اس بیخبر تک

زمین گرد اس مہ کی میرے ہین عاشق
ستارے فلک کے رہے ہین ادھر تک

قیامت ہی مشتاق لوگونسے کثرت
پہونچنا ہی مشکل ہمین اسکے گھر تک

کہاں تک اسے سر مارا کرو نہین
نہ پہونچا مرا ہاتھ اسکے کمر تک

بہار آئی پر ایک بیتے ہی گل کے
نہ آئے اسیران بے بال و پر تک

بہت میر بہم جہان مین رہین گے
اگر رہ گئے آج کی شب سحر تک

وہ تو نہین کہ او دھم رہتا تھا آشیان تک
آشوب نالہ اب تو پہونچا ہی آسمان تک

لبریز جلوہ اسکا سارا جہان ہی لیکن
ساری ہی وہ حقیقت جاوے نظر جہاں تک

ہجران کے سختیوں سے پتھر دل و جگر ہین
صبر اُسکے عاشقی مین کوئی کری کہاں تک

سود آئے عاشقی مین نقصان ہی جیکا لیکن
ہم راضی ہو رہے ہین اپنی زبان جان تک

ردیف لام

یک توجہ مین تھا ہی سپہر اسکے عرش پر — عقل مین آتی نہین ہین طرفہ طرفہ کار دل

باغ سے وحشت تنگ رکھتی ہی اک شور عجب — ہم اسیران قفس کے نالہاے زار دل

اس سبکروحی پہ جون باد سحر در در پھرے — زندگی اب یار بن اپنی ہوئی ہی بار دل

تنگی و وسعت سے اسکی ہی عبارت سب رقم
میر کچھ سمجھے گئے نہ سمجھے اسرار دل

زنہار گلستان نہین نگر منہ کو سوے گل — بڑھ جاے مغز مین نہ کہین گرد بوے گل

موسم گئے نشان بھی کہین ہین پتے کا نہ تھا — کی شوق گشتگان نے غربت جستجوے گل

تڑپے خزان مین اتنے کہ ہم مر گئے طیور — جاویگی ساتھ جیکے مگر آرزوے گل

آئی نظر بہار مین پائیز مین گئے — ہی بیوفائی کرنیکے ہر سال خوے گل

مدت ہوئی کہ دیکھا تھا سیر چمن مین میر
پھرتا ہی اب تلک مری آنکھون مین روے گل

طریق عشق مین ہی رہنما دل — پیمبر دل ہی قبلہ دل خدا دل

قیامت تھا مروت آشنا دل — موئے پر بھی مرا اسمین ہا دل

رکا اتنا خفا اتنا ہوا تھا — کہ آخر خون ہو ہو کر بہا دل

جسے مارا اسے پھر کر نہ دیکھا — ہمارا طرفہ ظالم سے لگا دل

عشق کیا ہی اُس گل کا یا آفت لائے سر پر ہم
جھانکتے اسکو ساتھ صبا کے صبح پھرے ہیں گھر گھر ہم

روز و شب کو اپنی یا رب کیونکر کرینگے روز و شب
ہاتھ رکھے رہتے ہیں دل پر بیتابی سے اکثر ہم

پوچھتے راہ شگفتہ دل کی جا نکلے تھے کعبے میں
سوچ وہاں تو گذرا جی میں آئے کدھر سے کدھر ہم

شام سے کرتا منزل آکر گھر کو ہمارے صدر نشین
رکھتے ستارہ اُس مہوش کی جا میں کر بد اختر ہم

برسوں خس و خاشاک تہ سوئی مدت گلخن تابی کو
بخت نجاگی جو اس سے ہوں یک بھی شب ہم بستر ہم

روز تبر ہی حالت عشقی جیسے ہوں بیمار یہ اب
ہی نہ دوائی کوئی معالج کیونکر ہونگے بہتر ہم

اسکی جناب سے رحمت ہو تو جی بچتا ہی دنیا میں
اس جانب سے تو بیٹھے ہیں مرنا کرکے مقرر ہم

اب ہمارے طرف سے اتنا دل کو تم مت کریو
سختی سے ایام کے جیتے رہے ہیں مر مر ہم

آہ و حسرت روز و شب کے ساتھ اندوہ کے ٹھہری ہے
روتے کڑھتے رہا کرتے ہیں غم سے ہوئے ہیں خوگر ہم

شعلہ ایک اٹھا تھا دل سے آہ عالم سوز کا میر
ڈھیری ہوئی ہی خاکستر کی جیسے شب میں جلکر ہم

کڑھتے جو رہے ہجر میں بیمار ہوئے ہم
بستر پہ گرے رہتے ہیں ناچار ہوئے ہم

بہلانیکو دل باغ میں آئے تھے سو بلبل
چلانے لگی ایسی کہ بیزار ہوئے ہم

جلتے ہیں کھڑے دھوپ میں جاتے ہیں اُدھر
عاشق نہوئے اسکے گنہگار ہوئے ہم

اک عمر دعا کرتی رہے یار کو دن رات
دشنام کی اب اسکے سزاوار ہوئے ہم

دھوپ مین جلتے ہین پہرون آگے اسکے میر جی
رفتگی سے دلکی ٹھہرے ہین گنہگارون مین ہم

ردیف نون

سرے ایسی ہو گئی اب کہ جلے جاتے ہین
اس گلستان مین نمود اپنے ہی جون بر روان
تن بدن ہجر مین کیا کہیے کہ کیسا سوکھا
رہتے دکھلائی نہین دیتی بلاکش اسکی
پھر بخود آئی نہ یہ حال مین بیخود جو ہوئے
خاک پا اسکی ہو شاید کسو کا سرمہ چشم

متصل شمع سے روتے ہین گھلے جاتے ہین
دم بدم مرتبے سے اپنے چلے جاتے ہین
ہلکے بھی پاؤن نہین تنگی سے ہلے جاتے ہین
جی کھپے جاتے ہین دل اپنے دبے جاتے ہین
آپ سے جاتے ہین ہم بھی تو بھلے جاتے ہین
خاک مین اہل نظر اس سے رلے جاتے ہین

گرم ہین اسکی طرف جانیکو ہم لیکن میر
ہر قدم ضعف محبت سے ڈھلے جاتے ہین

ایسے دیکھے ہین اندھے لوگ کہین
مر گئے نا امید ہم مہجور
دیر دریا کنارا کرتا رہا
مرتے تھے اُس گلی مین لاکھون جان

پھوٹے متھے ہین آنکھی سہتے ہین
خواہشین جسکی اپنی جبین رہین
عشق مین آنکھین اپنی زور رہین
ہم بھی مارے گئے ندان رہین

یک بیابان ہے مری بے کسی بینوائی
مثل آواز جرس سب سے جدا جاتا ہون

تنگ آویگا کہانتک نہ مرا قلب سلیم
بگڑی صحبت کی تئین وز بنا جاتا ہون

گرمی عشق ہے ہلکی بھی جو ہمدم دل مین
روز شب شام و سحر مین تو جلا جاتا ہون

تری راہ مین گرچہ ہمراہ ہون
پہ یہ غم ہے مین بھی ہمراہ ہون

مرے در پئی خون ناحق ہے اتبک
نہ خون خوار ہون مین نہ خونخواہ ہون

تری دوستی سے جو دشمن ہین سب
انھو نکے بھی خون تک مین ہمراہ ہون

سمجھو مجھے بے خبر اسقدر
تہ دل سے لوگونکی آگاہ ہون

مری کجروی سادگی سے ہے میر
بہت اس روئیہ پہ گمراہ ہون

بہار آئی مزاجونکی سبھی تدبیر کرتے ہین
جوانونکو انھین ایام مین بزنجیر کرتے ہین

برہمن زادگان ہند کیا پرکار سادے ہین
مسلمانونکی یارانی ہی مین تکفیر کرتے ہین

موئے پر اور بھی کچھ بڑھگئی رسوائی عاشق کی
کہ اسکی نعش کو اب شہر مین تشہیر کرتے ہین

ہماری حیرت عشقی سے چپ ہو جائینگے اس سے
مخالف مدعی کس کس طرح تقریر کرتے ہین

تماشا دیکھنا منظور ہو تو مل فقیرون سے
کہ جنکی خاک کو لے ہاتھ مین اکسیر کرتے ہین

۴۴۲

اظہار فرخی ہو اس دم کی بے دماغی
ان روزون میر صاحب کچھ میرزا ہوئے ہین

بیکار مجھکو مت کہ مین کار آمدہ ہون
بیگانہ وضع تو ہون پر آشنا زدہ ہون

مین منہ نہین لگایا بنت العنب کو گاہے
تب تھا جوان صالح اب پیر میکدہ ہون

اسرار دلکے کہتے ہین پیر و جوان ہین
مدت نہین ہی بند ہماری زبان مین

رنگینی زمانہ سے خاطر نہ جمع رکھ
سو رنگ لے جاتے ہین یان ایک آن مین

شاید بہار آئی ہو دیوانہ ہی جوان
زنجیر کی سی آتی ہو جھنکار کان مین

بے وقفہ اس ضعیف پہ جور و ستم نہ کر
طاقت تعب کی کم ہی بہت میر جان مین

اسکے لبونکی آگے کنھون نے نبات کی
آئی ہو کثر شد مصفا کی شان مین

چہرہ ہو یار کا ہی جسے چڑہا سدا
خورشید و ماہ آتے ہین کب دیدہ مین

اب میرے اس عہد مین شاید کہ اٹھ گئی
آگے جو رسم دوستی کی تھی جہان مین

تارے تو نہین مری آہو نسے راتکے
سوراخ پڑ گئے ہین تمام آسمان مین

ابرو کی طرح اسکی چڑھی ہی رہی ہو میر
نکلی ہو شاخ کیا کوئی تازہ کمان مین

شوخ چشمی تری پردمین ہی جبتک تب تلک — ہم نظر باز بھی آنکھون کی حیا کرتے ہین

نفع بیماری عشقی کو کرے سو معلوم — یار مقدور تلک اپنی دوا کرتے ہین

رنگ کا لالحہ ظاہر نہین کچھ لیکن ہم — شمع تصویر سے دن رات جلا کرتے ہین

اسکے قربانیونکی سبب جدا ہی وہ رسم — اوّل وعدہ دل وجان فدا کرتے ہین

رنگ ایک آدھ کا جی مارتا ہی عاشق کا — ہر طرف اشکو تو دو چار دعا کرتے ہین

بندبند انکی جدا دیکھو ن آتی ہین بھی — میرے صاحب کو جو بندے سے جدا کرتے ہین

انکو جانا تھا گیا رہ گیا ہوا فسانہ — روز وشب ہم بھی کہانی سی کہا کرتے ہین

انے یکحرف وحکایت بھی نہین لیا یاکوئی — یا نسے طومار کے طومار جلا کرتے ہین

بود وباش ایسے زمانے مین کوئی کیونکر کرے — اپنی بدخواہی جو کرتے ہین بھلا کرتے ہین

حوصلہ چاہیے جو عشق کے آزار کھینچین — ہر ستم ظلم پہ ہم صبر کیا کرتے ہین

میر کیا جانے کسے کہتے ہین واشدی تو

غنچہ خاطر سے گلستا مین رہا کرتے ہین

نا آشنا کے اپنے جیسے ہم آشنا ہین — اس طور اسطرح کے ایسے کم آشنا ہین

یا ہم جو یاریان ہین ورآشنائیان ہین — سب ہین اپنی ہم عالم آشنا ہین

ماتم کدہ ہو تکیہ کیا تازہ کچھ ہمارا — یکجا فقیر کب سے ہم سب غم آشنا ہین

٤٤٥

سمند چاہیے جو کوئی کسو سے حساب ہے — ناکس سے گفتگو نہین روز شمار مین

گنتی کے لوگونکی وہان صف ہوویگی کھڑی
تو میر کس شمار مین ہو کس قطار مین

گو کر تجا لے جا رہا ہون مین — بخدا یا خدا رہا ہون مین
سب گئے دل دماغ تاب توان — مین رہا ہون سو کیا رہا ہون مین
برق تو مین نہ تھا کہ جل بجھتا — ابر تر ہون کہ جا رہا ہون مین
اسکی بیگانہ وضع ہی معلوم — برسون تک آشنا رہا ہون مین
دیکھو کب تیغ اسکی آ بیٹھے — دیر سے سر اٹھا رہا ہون مین
اُسکے گرد سمند کا مشتاق — آنکھین ہر سو لگا رہا ہون مین
وو تو کے لوگ جن نے مارے تہ — اُسکے ہمسائے آ رہا ہون مین
مجھکو بد حال رہنے دیجئی کاش — بے دوا کچھ بھلا رہا ہون مین
دل جلون کو خدا جہان مین رکھے — با شقایق ہی بار رہا ہون مین

کچھ رہا ہو نہین ہی مجھ مین میر
جب سے اُنسے جدا رہا ہون مین

ردیف واو

کیونکر نہ پیچے ہاتھ کے رکھا دل بیتاب کو
وہ جو تڑپا رہے گیا آسودگی خواب کو

کم نہیں ہی سحر سے یہ بھی تصرف عشق کا
پانی کر آنکھوں میں لایا دلکی خونناب کو

تھا یہی سر سایہ بحر بلا پیچھلے دنون
چشم کم سے دیکھو مت اس دیدۂ پرآب کو

تو کہے بھی برق خاطف نا گمان آ گر کوئی
اک نگہ سے مار رکھا اس نے شیخ و شاب کو

کیا سفیدی دیکھی اسکی آستین کی چاک سے
جیسے آگے رونا تھا کچھ پر تو مہتاب کو

چاہتا ہی جب سبب آپہی ہوتا ہی سبب
دخل اس عالم میں کیا ہی عالم اسباب کو

دم بخود رہتا ہوں اکثر سر رکھا زانو پہ میر
حال کہکر کیا کرون آزردہ اور احباب کو

چھوڑا جنوں نے دور میں سحر و رہ اسلام کو
ترک صنم خانے چلا ہوں جامۂ احرام کو

مرتا وہ جیتا جیو آؤ کوئی جاؤ کوئی
ہی کام ہم لوگوں نے کیا اس لبر خود کام کو

جنبش دنیا تک چلے یون ہن اس سے سنو ہون دور
کیا منھ لگاوے کوئی ایسے وسیہ بدنام کو

بے چین بستر پر رہا بیتاب خاکستر پہ ہون
صبر و سکون جیسے گئے پایا نہیں آرام کو

آسایش و راحت سے جو پوچھے کوئی تو کیا کہوں
میں عمر بھر کھینچا کیا رنج و غم و آلام کو

میر اب بھلا کیا ابتدائے عشق کو روتا ہی تو
کر فکر جو پاوے بھی اس آغاز کے انجام کو

فرصت بود باش یان کم ہی	کام جو کچھ کرو شتاب کرو
محو صورت نہ آرسی مین رہو	اہل معنی سے ٹک حجاب کرو
جھوٹھ اُسکا نشان نہ ہو یارو	ہم خرابونکو مت خراب کرو
منہ کھلے اُسکے چاندنی جھلکے	دوستو سیر ماہتاب کرو

میر جی راز عشق ہوگا فاش
چشم ہر لحظہ مت پر آب کرو

بس اب بن چکی رو دموی سمن بو	گری ہو کے بیہوش مشاطہ کیسو
نہ سمجھا گیا کھیل قدرت کا ہے سے	کیا اُسکو بدخو بنا کر نکورو
نہ ورگیر کیون کر ہوا ہمین صحبت	کرین بوریا پوش وہ آتشین خو
ہوا ابرو سبزہ مین چشمک ہی گل کے	کرین ساز ہم برگ عیش لب جو
بہار آئی گل پھول سر جوڑے نکلے	رہین باغ مین کاش اُس رنگ ہم تو

رہے آبرو میر تو ہی غنیمت
کہ غارت مین دلکی ہی ایمائے ابرو

لکھی ہی کچھ توکج کر چشم وابرو	برات عاشقان بر شاخ آہو
گیا وہ ساتھ سوتے لیکے کروٹ	لگا بستر سے پھر اپنا نہ پہلو

ردیف ہای ہوز

عاشق کا کتنا حوصلہ یہ معجزہ ہو عشق کا
جو خستہ جان پارہ جگر سو داغ دلبر کا وہ

مشکل عجائب میر ہو دیدار جوئی یار کی
دیکھے کوئی کیا اسکو جو آنکھیں لڑی شرمائے وہ

اب ل خرابین ہتا ہو جسکو رکن کے ساتھ
جاتا ہی تھا ہمین بھی بہار چمن کے ساتھ

اب تک خراب شہر مین اسکے پھرا کرین
اب جاوے یان سے کوئی غریب الوطن کے ساتھ

ہم باغ سے خرابین گئے پر ہزار حیف
جانا بنا نہ اپنا گل و یاسمن کے ساتھ

لکنت سے کیا نکلتی نہین اسکے منھ سے بات
چپکا ہو صرف یار کے شیرین دہن کے ساتھ

جی خواب مرگ لیگئے حسرت ہی ہین ان
اک شب ملے سو ہم کسو گل پیرہن کے ساتھ

جی پھٹ گیا ہو رشک سے چسپان لباس کے
کیا تنگ جامہ لپٹا ہو اسکے بدن کے ساتھ

کیا جانین لوگ عشق کا راز و نیاز میر
اک بات اس سے ہوگئی دو دو بچن کے ساتھ

مرتے ہین ہم تو اس صنم خود نما کے ساتھ
جیتے ہین وہی لوگ جو تھے کچھ خدا کے ساتھ

دیکھین تو کار بستہ کی کبتک کھلے گرہ
دل بستگی ہی یار کی بند قبا کے ساتھ

اکباش فصل گل مین گئی ہوتی اپنی جان
مل جاتی یہ ہوا کوئی دن اس ہوا کے ساتھ

مدت ہوئی گئے ہوئے ہمکو پر ابتلک
اڑتی پھری ہی خاک ہماری صبا کے ساتھ

۴۴۹

ملنا نہ ملنا ٹھہرے تو دل بھی ٹھہرے اپنا	اقرار ہی ہمیشہ انکار ہی ہمیشہ

آمادہ ننا کچھ کیا میر اب ہوا ہی
جی مفت دینے کو وہ تیار ہی ہمیشہ

دل ہی میری بغل مین صد پارہ	اور ہر پارہ اُسکا آوارہ
عرق شرم روسے دلبر کے	رفتہ ثابت گذشتہ سیپارہ
خواری عشق اپنی غربت ہی	کی ہی ہموار ہمنے ہموارہ
کام اس سے پکڑ کمر نہ لیا	ہیچ کارہ بھی ہی وہ ناکارہ
ٹوٹتے پھوٹتے نہ کاش آنکھین	کرتے ان رخنون سے ہی نظارہ
گو مسیحا فراج آوے طبیب	عشق مین مرگ بن نہین چارہ

کیا بنی اُس سے میر مین مسکین
وہ جفا پیشہ کو ستم کارہ

ردیف یای

مکتوب دیر پہونچا ہر دو طرف سے سادہ	کیا شوخ طبع ہی وہ پرکار سادہ
جب میکدے گئے ہین پانوس ہی کیا ہی	ہی مغبچہ ہمارا گویا کہ پیر زادہ
سائے مین تاک کے ہم خوش بیٹھے ہین اب اپنا	اس سلسلے مین بیعت کرنے کا ہی ارادہ
دل اسقدر نہ رکتا گھبراتا جی نہ اپنا	چھاتی لگا جو رہتا وہ سینہ کشادہ

اس پریشان کو نشانہ کر	یار نے جمع انگلنی کی ہی
کردیا خاک آسمان نے ہمین	یہ بھی ہمت اسی دنی کی ہی
تکیہ ویران مقیمر کا بھی ہو	یان خرابی بہت غنی کی ہی

قافلہ لٹ گیا جو آنسو کا
عشق نے میر رہزنی کی ہی

مین ہون تو ہی درمیان شمشیر ہی	سفک دم مین مری اب کیا دیر ہی
خضر دشت عشق مین مت جا کہ وان	ہر قدم مخدوم خوف شیر ہی
راہ تک آکر ہوئے ہین جان بلب	پر وہی اب تک بھی یان دلسیر ہی
جو گرسنہ دل تھا اس دیدار کا	اپنے جینے ہی سے وہ اب سیر ہی
کچھ نہین جان انکی پیش نار مو	گھر مین شمعی رنگونکے اندھیر ہی
پاک ہی ہوتی رہے کشتی خلق	ہر زبردست اُس جوان کا زیر ہی
طائرون نے گل فشان کی میری گور	سامنے پھولون کا گویا ڈھیر ہی
آشنا ڈوبی بہت اس ورد مین	گریہ جامہ یار کا کم گیر ہی

آنچل اُس دامن کا ہاتھ آتا نہین
میر دریا کا سا اسکا پھیر ہی

اب صبر میر ہو نہین سکتا فراق مین
یک عمر جاودل کی فریبندگی ہوئی

یار نے ہمسے بے ادائی کی
وصل کی رات مین لڑائی کی

بال و پر بھی گئے بہار کے ساتھ
اب توقع نہین رہائی کی

کلفت رنج عشق کم نہ ہوئی
مین دوا کی بہت شفائی کی

طرفہ رفتار کے ہین رفتہ سب
دھوم ہی اسکی رہگرائی کی

حدۂ یار سے طرف ہوکر
برق نے اپنی جگ ہنسائی کی

کچھ طراوت نتھی ان آنکھونمین
دیکھ کر کیا یہ آشنائی کی

وصل کے دن کو کار جان کھنچا
شب نہ آخر ہوئی جدائی کی

منھ لگایا نہ دختر رز کو
مین جوانی مین پارسائی کی

جور اس سنگدل کے سب کھینچے
عمر نے سخت بیوفائی کی

کوہکن کیا پہاڑ توڑے گا
عشق نے زور آزمائی کی

چلیے اسکی گلی مین پھرتے رہے
ویروان ہم نے بینوائی کی

اک نگہ مین ہزار دل مارے
ساحری کی کہ دلربائی کی

نسبت اس آستان سے کچھ نہوئی
برسون تک ہمنے جبہ سائی کی

جس آنکھ سے دیا تھا اُن نے فریب دل کو
اُس آنکھ کو جو دیکھو اب آشنا نہین ہی

جب دیکھو آئینے کو تب روبرو ہی اسکے
بچشم دیدہ اُس سے کچھ شرم و حیا نہین ہی

مین برگ بند اگرچہ زیر شجر رہا ہون
نقش رنگ بہے لیکن برگ نوا نہین ہی

شیرین نمک لبون بن اسکی نہین حلاوت
اس تلخ زندگی مین اب کچھ مزا نہین ہی

اعضا گداز ہو کر سب بہ گئے ہین میرے
ہجران مین اسکی مجھہ مین اب کچھ رہا نہین ہی

سن سانحات عشقی ہنس کیون نہ دون پیارے
کیا جانو تم کسو سے دل کا لگا نہین ہی

دل خون جگر کے ٹکڑے جب میر دیکھتا ہون
اب تک زبان سے اپنی مین کچھ کہا نہین ہی

لاکھون فلک کی آنکھین مند گئین پھر سے
نکلی نہ ناامیدی کیونکر مری نظر سے

برسون ہی عشق یان تو دیوار اور در سے
روتا گیا ہی ہر ایک جب ان بر میر سفر سے

جو لوگ چلتے پھرتے یان چھوڑ کر گئے تھے
دیکھا نہ ابکی انکو آئے جو ہم سفر سے

قاصد کسو نے مارا خط راہ مین سے پایا
جب سے سنا ہی ہمنے وحشت ہی اس خبر سے

سو بارہم تو تم بن گھر چھوڑ چھوڑ نکلے
تم ایکبار یان تک آئے نہ اپنے گھر سے

چھاتی کے جلنے کی شاید کہ آگ سلگے
اُٹھنے لگا دھوان اب میر دل جگر سے

نکلا سو سب جلا ہی ہی نومید ہی چلا ہی
اپنا نہال خواہش برگ و گل و ثمر سے

یارب

یارب نسیم لطف سے تیرے کہیں کھلے
دل اس چمن میں غنچہ سا کب تک ہا کرے

مین نے کہا کہ آتش غم مین جلے ہے دل
وہ سرو مہر گرم ہو بولا جلا کرے

رکنے سے میرے رک گئے سارا جہان کا
آئے نسیم صبح کو اک دم ہوا کرے

برسون کیا کرے مری تربت کو گلفشان
مرغ چمن اگر حق صحبت ادا کرے

عارف ہی میر اُس سے ملا بیشتر کرو
شاید کہ وقت خاص مین تمکو دعا کرے

مدت سے تو دلونکی ملاقات بھی گئی
ظاہر کا پاس تھا سو مدارات بھی گئی

کتنے دنون مین آئی تھی اُسکی شب وصال
باہم رہی لڑائی سو وہ رات بھی گئی

کچھ کہتے آکے ہمتو سنا کرتے دی خموش
اب ہر سخن پہ بحث ہے وہ بات بھی گئی

نکلے جو تھے تو بنت عنب عاصمہ ہی تھی
اب تو خراب ہو کے خرابات بھی گئی

عامہ جانماز گئے لیکے مغبچے
واعظ کی اب لباس کرامات بھی گئی

پھرتے ہین میر خوار کوئی پوچھتا نہین
اس عاشقی مین عزت سادات بھی گئی

گل نے بہت کہا کہ چمن سے نجائیے
گلگشت کو جو آئیے آنکھونپہ آئیے

مین بیدماغ کرکے تغافل چلا گیا
وہ دل کہان کہ ناز کسو کے اٹھائیے

ہووے ہم نظیری سے یون تو
شعر کے فن مین بے نظیر ہووے

بات کا ہم سے انکو کب ہی دماغ
میر درویشی مین امیر ہووے

آو کبھو تو پاس ہمارے بھی ناز سے
پھرتے ہو کیا درختون کی سائے مین دور دور

کرنا سلوک خوب ہی اہل نیاز سے
کر لو موافقت کسو بے برگ و ساز سے

ہجران مین اسکی زندگی کرنا بھلا نہ تھا
کوتاہی یہ نہووے یہ عمر دراز سے

مانند سبحہ عقدے نہ دل کے کبھو کھلے
جی اپنا کیونکر اُچٹے نہ روزے نماز سے

کرتا ہی چھید چھید ہمارا جگر تمام
وہ دیکھنا ترا مژہ نیم باز سے

دلبر ہو اختیار تو ہرگز نہ کریے عشق
پرہیز کریے اس مرض جانگداز سے

آگے بچھا کے نطع کو لاتے تھے تیغ و طشت
کرتے تھے خون یعنے تو اک امتیاز سے

مانع ہون کیونکہ گریۂ خونین کے عشق میں
ہی ربط خاص چشم کو افشائے راز سے

شاید شراب خانے مین شب کو رہے تھے میر
کھیلے تھا ایک مغبچہ مہر نماز سے

رشک شمشیر ابرو کا خم ہی
تم کرو شاد زندگی کر مجھے

تیر و نشتر سے کیا ملک کم ہی
دل کے خون ہونیکا بہت غم ہی

گیا زمانہ تھا وہ جو گذرا میر
ہند گر لوگ جاہ کرتے تھے

دے سیہ ہوئی وگرفتاری	وزد غمزہ ونکی وسیی عیاری
ابکی دل اسنے بچ گیا تو گیا	چور جاتی رہی کہ اندھیاری
اچھا ہونا نہین مرض عشق	ساتھ چلیے ہے دل کی بیماری
کیون نہ ابر بہار پر ہو رنگ	برسون دیکھی ہے میری خونباری
شور و فریاد و زاری شب سے	شہر یونکی ہے مجھسے بیزاری
چلے جاتے ہین رات آنسو	دیدۂ تر کی خبر ہے جاری
مر رہین اسمین یار رہین جیسے	شیوہ اپنا تو ہے وفاداری
کیونکہ راہ فنا مین بیٹھے گا	جرم بیحد سے ہے گران بھاری
وا اسنے ختم خطاب ناز و عتاب	یان سے اخلاص دوستی یاری

میر چلنے سے کیون ہو غافل تم
سب کی یان ہو رہی ہے تیاری

جمع افگنی سے ان نے ترکش کیے ہین خالی	کس مرتبے مین ہو گئی سینونکی خستہ حالی
درگیر کیونکہ ہوگئے اس سفلہ خو صحبت	دیوانگی یہ آئی وہ اتنا لا ابالی

فخر سے ہمتو کلہ اپنے فلک پر پھینکین
مغبچے لیگئے سجادہ و عمامہ اوچک

دھجیان جامہ کی کرد ونگا جنونمین انکی
خاک کا پتلا ہی آدم جو کوئی اچھی کہے

بات واعظ کی موثر ہو لوون مین کیونکر
سکے سگ سے جو ملاقات مساوات ہے

شیخ کے میکدے مین کیونکر کرامات ہے
گر گریبان دریکا کام مرے ہاتھ ہے

عالم خاک مین سون تئین وہ بات ہے
دن کو طاعات ہے شکو مناجات ہے

تنگ ہون میر جی بیطاقتی دل سی بہت
کیونکہ یہ ہاتھ تلے قبلۂ حاجات ہے

کیا عشق بے محابا ستھراو کر رہا ہی
غیرت سے دلبری کی ڈر چاندنی ندیکھے

خونریز ناتوان مین آشنا نہ کوئی بولا
یا نیر کب کرے ہی افسردہ خستہ آشنا

خجلت سے آج کل کیا ان نے کنارا
مین اک نگاہ کا ہے خورشید کوئی ندیکھا

رہتا نہیں ہی رکھے تھمتا نہیں تھمائے
یہ کاروان سراتو رہیسے کی گوش نکلے

میدان نبرن کھونکے کشتونسے بھر رہا ہی
مہتابی ہی رخ اسکا پیش نظر رہا ہی

کیا مارتا ہی اسکو یہ آپہی مر رہا ہی
تو بھی جدا کسو سے ای گل مگر رہا ہی

دریا ہمیشہ میری کرتے سی تر رہا ہی
الفت ہی ہی جس سے اسہی کا ڈر رہا ہی

دل اب تڑپ تڑپ کر اب ظلم کر رہا ہی
ہر صبح یا نسے ہمکو عزم سفر رہا ہی

گیسو و رخسار یار آنکھوں ہی میں پھرتے ہیں
میر یہ سنبل و نہار دیکھیے کب تک رہے

فلک گرنے کے قابل آسمان ہے — کہ یہ پیرانہ سر جاہل جوان ہے
گئے ان قافلوں سے بھی اُٹھی گرد — ہماری خاک کیا جانیں کہاں ہے
بہت نامہربان رہتا ہے یعنے — ہمارے حال پر کچھ مہربان ہے
ہمیں جس جا یہ کل غش آگیا تھا — وہیں شاید کہ اُسکا آستان ہے
مژہ ہر اک ہے اسکے تیز ناوک — خمیدہ بھون جو ہے زرین کمان ہے
اسے جبتک ہے تیر اندازیکا شوق — زبونی پر مری خاطر نشان ہے
چلی جاتی ہے دھڑکون ہی میں جان بھی — یہیں سے کہتے ہیں جان کو روان ہے
اسی کا دم بھرا کرتے رہینگے — بدن میں اپنے جبتک نیم جان ہے

پڑا ہے پھول گھر میں کاہیکو میر
جھمک ہے گل کی برق آشیان ہے

ہم رہیں بادہ جامہ احرام کر چکے — مستی کے دیر میں قسم اقسام کر چکے
جامہ ہے وجہ مے میں ہمارا نہیں گیا — دستار و رخت سب گرد جام کر چکے
زنار پہنا سبحہ کے رشتے کے تار توڑ — ترک نماز و روزۂ اسلام کر چکے

یہ راہ دور عشق نہیں ہوتی میر طے
ہم صبح بھی چلے گئے ہیں شام بھی چلے

اب دشت عشق میں ہیں تنگ و جان سے
آنکھیں ہماری لگ رہی ہیں آسمان سے

ٹوٹا ہی پھول بون سے گلزار کی طرف
دھڑکے ہے جی قفس میں غم آشیان سے

یکدست جون صدا جرس بیکسی کے ساتھ
میں ہر طرف گیا ہون جدا کاروان سے

تمکو تو التفات نہیں حال زار پر
اب ہم ملیں گے اور کسو مہربان سے

تم ہم سے صرفہ ایک نگہ کا کیا کیے
اغماض ہمکو اپنے ہی جی کے زیان سے

جاتے ہیں اسکی اور تو عشاق تیر سے
قامت خمیدہ اٹھی اگر ہیں کمان سے

دلکش قد اسکا آنکھوں تلے ہی پھرا کیا
صورت گئی نہ اسکی ہمارے دھیان سے

آتا نہیں خیال میں خوشتر کوئی کبھو
تو بار ڈالیو نہ مجھے اس گمان سے

آنکھوں میں آکے ویسے ٹھہرا تو ایک دم
جاتا ہے کوئی دیر کے ایسے مکان سے

دیں گالیاں انھیں نے وہی بیدماغ ہے
میں میر کچھ کہا نہیں اپنی زبان سے

گلبرگ سی زبان سے بلبل نے کیا فغان کی
سب جیسے اڑ گئی ہے رنگینی گلستان کی

مطلوب کم کیا ہے تب اور بھی پھرے ہے
ہے وجہ کچھ نہیں ہے گردش یہ آسمان کی

۴۶۱

خاک سے میر کیون نہ یکسان ہو	ولہ	تجھپہ تو آسمان ٹوٹا ہی
سوائے سنگدلی اور کچھ ہنر بھی ہی	ولہ	بتان دلون مین تمھارے خدا کا ڈر بھی ہی
ترے فراق مین کچھ کھا کے سو رہونگا مین	ولہ	تو کس خیال مین ہی تجھکو کچھ خبر بھی ہی
ہنس ہنس کے ہم دیکھتے ہی کہ کیا خوب آدمی ہی	ولہ	معشوق بھی ہمارا کیا خوب آدمی ہی
انسان ہو جو کچھ ہی ادراک سر لولاک	ولہ	نادان زمین زمان سے مطلوب آدمی ہی
ہم رو رو کے درد دل دیوانہ کہینگے	ولہ	جی مین ہی کبھو حال غریبانہ کہینگے

موقوف غم میر کہ شب ہو چکے ہمدم
کل رات کو پھر باقی یہ افسانہ کہینگے

وصل کی جبسے گئی ہی چھوڑ دلداری مجھے	ولہ	ہجر کی کرنی پڑی ہی نازبرداری مجھے

مین گریبان پھاڑتا ہون وہ سلا دیتا ہی میر
خوش نہین آتی نصیحت گو کی غمخواری مجھے

حیران اُس بھبھوکے کی سب دو وش ہو گئے	ولہ	شمع و چراغ بزم مین خاموش ہو گئے
عمر گذری کہ ترے کوچے سے آنیسے گئے	ولہ	دور سے ایک نظر دیکھنے جانیسے گئے
کیون گردن ہلال بھی سے ڈھلک چلے		ابرو تو اکطرف پلک اُسکی نہین ہلے
ہمت دے باد تند کو ایسی کہ بعد مرگ		مشت غبار میر نجف ہو پہنچے یا علی

٤٦٣

پیر کنعان سے گیا کب درد عشق
گو شفا ہو آنکھ بھو لی پیر گئی

ولہ
وابستہ دلبر دنکی خاموش ہین ہمیشہ
ان ساحروں نے ایسے منھ عاشقونکے باندھے

ولہ
نہ سنے گا فغان مری بیپر تو
ہین ترے کان کھول رکھتا ہون

ولہ
آرے آرے وہ آزردہ ہے
یہ نہ منھ دیکھے کی سی مین نے کہی

ولہ
بخت دشمن بلند سے تھے ورنہ
کوہکن نے بھی سر کو پھوڑا تھا

ولہ
جو ترے لب سے کار رکھتے ہین
یعنی کو دے نام رکھتے ہین

ولہ
دل تاب تاک بھی لاتا تو کہتے ہین کہ آتا
اُس تشنہ کام نے تو پانی بھی پھر نہ مانگا

ولہ
لائق نہین تمھارے فرگان خوش نگاہان
نجز درج دلکو میرے کانٹو نمین گھسیٹو

ولہ
غم مین دل صبر و ہوش اے پیارے
ہاتھ کانون مین رکھ گئے سارے

ولہ
لٹ گئی اُسکو دیکھ گل کی فصل
سارے گلبن تھے تو کیے بے اصل

ولہ
کر نظر اک درسے مجھ داغ مین
آنکھین نیچی کر گیا گل باغ مین

ولہ
اُن نے دیکھا جو اُٹھ کے سوتے سے
اُترگئے آئینے کے توتے سے

ولہ
کیسہ پر زر ہو تو جفا جویان
تمسے کتنے ہمارے جیب مین ہین

دیکھتا ہون تو کام میر اسیر
اوّل عشق ہی مین آخر ہے

خود بخود دکھو یا گیا ہو کتنے روزن سے فقیر	وله	وہ نہیں ہو اب جیسے نقش ازین کہا تھا میر
دوستان ظلمی بحال نامرادم رفتہ است	وله	داشتم چیزے کہ من بودم زیادم رفتہ است
نہ اپنے در سے مجھے دو دکر شتابی سے	وله	کہ آ دیا نہیں پہونچا ہوں کس خرابی سے
ز ضعف دست بدیوار دادہ آمدہ ام	وله	بہر دو گام زمانے ستادہ آمدہ ام
مشہور ہیں عالم میں تو کیا ہیں ہے کہیں ہم	وله	القصہ نہ در پے ہو ہماری کہ نہیں ہم
عنقا سر دو بریم ہیپرس از فقرا ہیچ	وله	عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ
میں رہ گیا تھا لاجرم شکوہ کی تہہ جب اے میر	وله	تب کے بھلا تب ہی گئے ہنگامہ تھا ہم پر
اکنون کہ تنہا دیدمت لطف آزار مکن	وله	تلخی مگو سنگے بزن تیغے بکش کاری بکن
چمن میں ہر سے ہنستا نرہ برنگ گل	وله	کہ صبح شاخ پہ یہ بیت پڑھتے تھے بلبل
درین حدیقہ بہار و خزان ہم آغوش است	وله	زمانہ جام بدست جنازہ بر دوش است
رہی ہم تستگان سے وہی ہمت یار کی کیسی	وله	کہ پھر پانی نہ مانگا ہم نے لگائی ایک ہی ایسی
بامیدکسی نگذاشت بیدادش دل ما را	وله	خدا اجری دہد در کشتن ما قاتل ما را
دوری ہی میں طاقت نرہی بات کی آخر	وله	رفتے نہ ہوئی رات ملاقات کے آخر
ز ہجر غم ہجر تو بجان کار گرا افتاد	وله	امید وصال تو بعمر دگر افتاد
آشنا ہے کفر و دین عاشق نہیں سمجھے ہیں میر	وله	جانتے ہیں طور میرے سب چنانچہ خود میر

ولہ

کیسا احسان ہی خلق عالم کرنا
پھر عالم ہستی مین مکرم کرنا
تھا کار کرم اسے کریم مطلق
ناچیز کف خاک کو آدم کرنا

ولہ

اللہ کو زاہد جو طلب کرتے ہین
ظاہر تقوے کو کس سبب کرتے ہین
دکھلانیکو ہوتے ہی دونون حاصلے
پیش الجسم نماز سب کرتے ہین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رُباعیات

دامن غزلت کا اب لیا ہی مین نے
تھا چشمۂ آب زندگانی نزدیک
دل مرگ سے آشنا کیا ہی مین نے
پر خاک سے اُسکو بھر دیا ہی مین نے

رُباعی

اے تازہ نہال عاشق پامالے
سب تجھسے جہان بھرا ہی لٹکے آویزے
افسوس ہی عمر ہم نے یونہین کھوئی
جھنجھلا کے گلا چھری سے کاٹا آخر

ولہ

طاعت مین جوان ہوتے تو کرتے تقصیر
ابکی روز ون مین یون سُنا ہی ہمنے
وہ سر مین نشہ نہین ہوئے ہین اب پیر
منحانے مین بیٹھے معتکف ہو کر میر

یہ تونے طرح ناز کی کیسے ڈالے
دیکھین ہین جا ہی گی تیری خالے
دل جسکو دیا اُن نے نہ کی دلجوئی
جھل ایسی بھی عشق مین کرے ہی کوئی

رُباعی

آزار بہت کھینچے ہین اس بن دل نے ‏— ہجران ہی شاید کہ وصال اپنا ہی

ولہ

دل جان جگر آہ جلا دے کیا کیا ‏— درد و غم و آزار کھنچا دے کیا کیا
ان آنکھون نے کی ہی ترک مردم داری ‏— دیکھین تو ہمین عشق دکھاوے کیا کیا

ولہ

چپکا چپکا پھرا نہ کر تو غم سے ‏— کیا حرف و سخن عیب ہی کچھ محرم سے
آخر کو رکے رہتے خیون ہوتا ہی ‏— ای میر کوئی بات کیا کر ہم سے

ولہ

کیا کہیے ادا ایتون سے کیا ہوتی ہی ‏— جو دل زدگان پر یہ جفا ہوتی ہی
یہ کیا کہ سجود مین ند یکھا بگڑے ‏— اک وقت نماز بھی قضا ہوتی ہی

ولہ

اب وقت عزیز کو تو یون کھوؤ گے ‏— یہ سوچ کے غفلت کے تئین رو دوگے
کیا خواب گران یہ سیل روز و شب ہی ‏— جاگو ٹک میر پھر بہت سوؤ گے

ولہ

پر پیچ بہت ہی شکن زلف سیاہ ‏— وارفتہ نرہ اُسکا دلا بیگہ وگاہ
دیوانگی کرنے کی جگہ بھی ٹک دیکھ ‏— جا ملتے ہی یہ کوچۂ زنجیر مین راہ

ولہ

جانان نے ہمین کبھو نجانا افسوس ‏— جو ہمنے کہا سو وہ نمانا افسوس
تب آنے مین دیر کی قیامت اب سو ‏— آیا نزدیک جی کا جانا افسوس

ولہ

ہر لحظہ رُلاتا ہی کڑھاتا ہی مجھے ‏— ہر آن ستاتا ہی کھپاتا ہی مجھے

چپ ایسے ہیں گویا کہ نہیں منہ میں زبان
جب نام ترا لیں تو زبان اپنی پھرے

شب برکہ بیٹھ وہ ہو دریا جب
اس سے ناگاہ ایک بجلی چمکے

وله

آیا وہ دل داغ کر گیا جس تک
کیا جانے اسنے گھر جلایا کسکا

وله

ہم میر سے کہتے ہیں نہ تو رویا کر
بابا نہیں جانے کا وہ در نایاب

وله

ہنس کھیل کے ٹک چین سے سویا کر
کڑھ کڑھ کے عبث جانکو مت کھویا کر

وله

ابرو سے مہ تو نے کمان خم مارا
زلفوں کو ترے بھی پریشان نہیں

وله

ہونٹھوں سے ترے لعل نے کب دم مارا
اک جمع کو ان دونوں نے برہم مارا

وله

جان ہی بدن لطیف درد ہو نازک
بلبل نے کیا سمجھ کے تجھے نسبت دی

وله

پاکیزہ ہی تیری طبع و خو ہی نازک
گل سے تو ہزار پردہ تو ہی نازک

وله

پوچھو نہ کچھ اس بے سر و پا کی خواہش
جاتے ہیں چلے جی ہی ہتو تنکے خاطر

وله

رکھتے نہیں خدا اہل وفا کی خواہش
معلوم نہیں کیا ہی خدا کی خواہش

وله

دل غم سے ہوا گداز سارا اللہ
ہو نسبت خاص تجھسے ہر ایک کو تسکین

وله

غیرت نے ہمیں عشق کے مارا اللہ
کہتے ہیں حنا بچے سب ہمارا اللہ

وله

وصف اپنی دلوں کی کسے کہیے ساری
بالوں میں چھپا منہ نہ دیکھو یوں چھپا

وله

اس شوخ کی تمکین نے تو جی ہی مارے
کہہ میر گئی ہی ہو رات کیونکر بارے

ولہ

کچھ خواب سے ہی میر یہ صحبت داری
اُٹھ جائینگے یہ بیٹھے ہوئے یکباری

کیا آنکھونکو کھولا ہی ترنگ کوس کو کھول		افسانہ ہی پل یارتے مجلس ساری
دل خون ہوا ضبط ہی کرتے کرتے	ولہ	ہم سو ہی چلے دکھونکے بھرتے بھرتے
اے مایہ زندگی ستم ہی یہ اگر	ولہ	بھر آنکھ تجھے دیکھیں نہ مرتے مرتے

ہستی نگر میر اگر ہی ادراک
دامان بلند ابر نمط رکھ تو پاک

ہی عاریتی جامہ ہستی تیرا		ہشیار کہ اسیر نہ پڑے گرد و خاک
کیا تجھسے کہون میر کہانتک رؤون	ولہ	رؤون تو زمین سے آسمان تک رؤون
جون ابر جہان جہان بھرا ہون غم سے	ولہ	شایستہ ہون دنیکا جہانتک رؤون

میر اس سے ملے کہ جو ملا بھی نہ کبھو
جی یون ہی گیا وہ آہ پھر ابھی نہ کبھو

جب جسکے لیے لگ گئی ایسی ان کو		ان نے تو کچھ زیر لب کہا بھی نہ کبھو
کیا کو فت ہی لخت دلکی کوئی نکلے	ولہ	ٹکڑے جو ہوئے جگر کے ٹوٹے نکلے
چھاتی جو پھٹی ندان جلتے جلتے		اُسمین پھپھولے ہمارے پھوٹے نکلے

٤٦٩

ایسا نہ ہوا کہ ہمسے شادی کی ہو	یا سیر بہار باغ وادی کی ہو
پژمردہ کلی کے رنگ گلشن ہین	غالب ہی یہی کہ نامرادی کی ہو
اتنے بھی ہم خراب ہوتے رہتے	کاہیکو غم والم سے روتے رہتے
سب خواب عدم سے چونکتے کیون یان	بہتر تھا یہی کہ وہ ہین سوتے رہتے
ہم میر برے اتنے ہین وہ اتنا خوب	
متروک جہان ہم ہین وہ سبکا محبوب	
ہی ممکن اُسے وجوب کا رتبہ	ہی کچھہ بھی مناسبت کا باہم اسلوب
گو روکش ہفتاد و ملت ہم ہین	مرات بدن نماے وحدت ہم ہین
بے اپنے نمود اُسکے اتنے معلوم	معنے محبوب ہین تو صورت ہم ہین
محشر مین اگر یہ آتشین دم ہوگا	ہنگامہ سب ایک لپیٹ مین برہم ہوگا
تکلیف بہشت کاش مجکو نہ کرین	ورنہ وہ باغ بھی جہنم ہوگا
ہر صبح مرے سر پہ قیامت گذری	ہر شام نئی ایک مصیبت گذری
پامال کدورت ہی رہا یان [illegible]	یون خاک مین ملتے ہمین مدت گذری
اب شہر کی گلیون مین جو ہم ہوتے ہین	مُنھ خون جگر سے دمبدم دھوتے ہین
یعنے ہر ایک جا پہ جون ابر بہار	عالم عالم جہان جہان روتے ہین

ہرچند کہ اے مہ اب تمامی ہی گی بندے ہین ترے کیونکہ کرین سرتابی	ولہ	پر ہم جو گلہ کرین تو خامی ہی گی خدمت تری ہمین غلامی ہی گی
زانو پہ قدم خم شدہ سر کو لایا آنکھون کی بصارت مین تفاوت آیا	ولہ	جائے دندان کو ہمنے خالی پایا پیری نے عجب سمان ہمین دکھلایا
اوقات جوانی کے گئے عشرت مین پیری مین بجز افسوس کیا کیا جانے	ولہ	ایام لڑکپن کے گئے غفلت مین یکبارہ کمی ہی آگئی طاقت مین

ولہ

تا چند تلطف میر تحیا سے ہوگا
شائستہ صد ستم جفا سے ہوگا

گر ترک ملاقات بتان کیجے چل	ولہ	اتنے ہوگا سواب خدا سے ہوگا
وہ عہد گیا کہ جور اسکے سہیے نسبت کی ہی بھلا تو صرفہ کیا ہی	ولہ	وہ بات نہین رہی کہ چپکے رہیے بیصرفہ جو کچھ کہ منھ مین آئے کہیے
حسن ظاہر بھی سو ہمارا دلخواہ باغ عالم کو چشم کم سے مت دیکھ	ولہ	محو صورت بھی ہو ہین معنی آگاہ کیا کیا ہین رنگ یہان بھی اللہ اللہ
جس وقت شروع یہ حکایت ہوگی احوال وفا کا اپنے ہرگز مجھسے	ولہ	رنجیدگی یکدیگر نہایت ہوگی مت پوچھ کہ کہنے مین شکایت ہوگی

۴۷۱

ولہ

پھر عشق مین پانون دھرتا ہیگا
جی اور منغص اپنا کرتا ہیگا

سب ملکے چلو بلا سے سمجھاوین
افسوس کہ وہ جوان مرتا ہیگا

ولہ

دل تجھبہ چلے نہ کیونکہ میر ابیتاب
یان تجکو توقع ہی کہ لاتا ہی جواب

وان ان نے شراب پی کے مستی مین میر
کر کھائے بھی نامہ بر کبوتر کے کباب

ولہ

کہتا ہی یہ اپنی آنکھون دیکھینگے فقیر
نپٹ شن نہین رکھتے کیا جوان ہون کیا پیر

آندھی ہین جہان کے لوگ سارے ای میر
سوجھے نہ جسے اُسے یہ کہتے ہین بصیر

ولہ

پیغمبر حق کہ حق دکھایا اوسکا
معراج ہی کمترین پایا اوسکا

ولہ

سایہ اُسکے نہ تھا یہ باعث ہیگا
کل حشر کو سب پہ ہوگا سایا اوسکا

چھپے رہنا نہ میر دل مین ٹھانون
بولو چالو کہا ہمارا مانون

اک حرف نہ کہہ سکوگے وقت رفتن
چلنے کو زبان کے غنیمت جانون

ولہ

کی حسن نے تجسے بیوفائی آخر
خوبی نہ رہی نہ میرزائی آخر

رباعی از غزل

از غزل مربع

بجا ہی کا ضعف سے دیتے ہیں خیال
یہ کیا ہیں خیال کر
ما قبت صرف عمارت دل کر
اے خانہ خراب
یا چند غم دل سے حکایت کریے
ہو ہو کر بیتاب
کس کس سے شب و روز شکایت کریے
آتا ہی تنگ
نہین کوئی ای صنم کیا تنگ
ان جبین سے داب
ہوتا کہ ترے دل میں یہ تو ہو سنگ
دلہ
کیا کیا آرزو جی ہوا اپنے جی میں لیکن
سب کیسے گذرا ہ
ہر اک سے بہ سرا رہے گی کب ہو کہ
غم ہی کا نگاہ
گذرا ہو دوسرے غم دل کی بجا
دوست گذارا ہو
حبیب کہ حبیب گذرا

۴۷۳

ہم پہ ظہور سے بہ تشبیح کھون سا گرد ان
سبحان اللہ

تمام شد مستزاد

مستزاد ہندی

دلی میں بہت سخت کی ابکی گذاران	دلکو کر سنگ
غیرت نہ رہی عاقبت کار نہ شان	کھینچا یہ تنگ
یاروں مین نہ تھا کوئی مروت جو کرے	اُجڑے تھے گھر
تا تد نظر صاف پڑے تھے میدان	عرصہ تھا تنگ
ٹک میزبانے سے نہ کر قال مقال	بس اب چپ رہ
ہر چند خموشی گو کو وبال	ایذا ہی سہہ
ایسا نہین یہ قصہ کا ہش افترا	جو ہو آخر
اٹھ سوئی ہو چکا ہے پچھلونکا حال	آگے مت کہہ
ہستی کا یہ ہنگامہ تمام اسکا ہے	اتنو ہے وبال
شہرت کہ جواب جہان پر جا ہے	سو وہم و خیال
جھوکے مین اڑے بعد فنا کے جب اب	تب ہیچ ہے سب
پھر نام سوا جہا نہین رہتا کیا ہے	عنقا کے مثال
منعم جو بھی ترے بناتے گھر در	تھا عہد شباب
بیری میں بنا دہر پہ رکھتا اکثر	ہے کچھ بھی شباب

کیا کرے کوئی کہ ہے صفت اللہ
نہین ہے بے نہین یہی ہے بیان
شان ارفع ہے اپنے صاحب کی
کلام کر سکے نہین قیاس و گمان
ہے جہان رتبہ و حجاب اسکا
عقل کا درک وہان ہے کیا امکان
خوگر اس نام لینے سے جو نہین
حیف صد حیف رہ وہان و زبان
دو نون یکتا ہیں ذوالفقار و علی
ایسی شمشیر ہے نہ ایسا جوان
سب میں جوان منزلت اسکی
قدر اسکی کہان سے کہان
ما ہم علی کو خدا نہین جانا
پر خدا سے جدا نہین جانا

ہی علیؑ مدعا علیؑ مقصود
وہی مشہود ہی وہی موجود

ہی علیؑ وہ کہ سارے صاحبدل
لیتے نام اُسکا بھیجتے ہین درود

کیا زمین کیا سپہر کیا مہ و مہر
کی علیؑ کے لیے سبھون نے نمود

جمع رکھ دل علیؑ سبب ہوگا
کیا ہی اسباب اگر ہوئے مفقود

بندگی کے مقام مین معلوم
ہی یہ صاحب ہمارا تو معبود

مصطفیٰ مرتضےٰ خدا ہی ایک
لیک آگاہ راز ہین معدود

جھک ہی جاتے ہین سرسن اسکا نام
یعنے سب اُسکو جانتے ہین مسجود

حشر ہوگا علیؑ کے ساتھ اپنا
کیا ہی وان کا ہمین غم بہبود

عندیہ اپنا اپنا ہی اے شیخ
گوش کر اُسکو تو اچھل یا کود

ہم علیؑ کو خدا نہین جانا
پر خدا سے جدا نہین جانا

گاہ بیگاہ کر علیؑ خوانی
ہی علی وانی ہی خدادانی

میر کا اُسکے رہ سر آشفتہ
ہی ولائے علیؑ مسلمانی

فرش راہ علیؑ کر آنکھون کو
یون بچھا تو بساط ایمانی

مور بے زور ہو علیؑ کا تو
کہ جہان مین کرے سلیمانی

خاک در ہوشہ ولایت کا
یونہین وزریرہ دست جود اُسکا
صاحب ایسا ہی ہو تو صاحب ہی
ہمسے بندون کی ورنہ کیونکہ نبھے
کچھ محبون کا معتقد مت پوچھ
شان سے کہتے ہین محیطِ کل
تو موالی علیؑ پرست نفیر

شاہیان لیگئے یا لسے فقیر
جیسے برسے ہی کوئی ابر مطیر
گنہ آمرزا ورعذر پذیر
دمبدم جس سے ہوتی ہی تقصیر
ہی علی ہی ہُوَ العلی کبیر
قدر سے قادر و خدا سے قدیر
چاہے سو ہمکو کہہ لے اب امیر

ہم علیؑ کو خدا نہین جانا
پر خدا سے جدا نہین جانا

مخمّس در منقبت

ہادی علیؑ رفیق علیؑ رہنما علیؑ
مرشد علیؑ کفیل علیؑ پیشوا علیؑ
یاور علیؑ محمدؐ علیؑ آشنا علیؑ
مقصد علیؑ مراد علیؑ مدعا علیؑ
جو کچھ کہو سو اپنی تو ہا مرتضی علیؑ

نور یقین علیؑ سے ہمین اقتباس ہی
یوم التناد مین بھی علیؑ ہی کی آس ہی
ایمان کے علی کے دلا براساس ہی
بیگاہ وگاہ ناد علی اپنے پاس ہی

تھا بزم لامکان مین بھی رونق فزا علی

خواہش مدد کی غیر سے ہی یہ خیال خام ‖ کرتا ہی کب قبول اُسے عاجز تمام
کافی ہی دو جہان مین ہولے میرے نام ‖ لاریب اُسپہ آتش و دوزخ ہوئی حرام

اکبار بھی زبان سے جن نے کہا علی

پھرتا قدم ثبات دل جھلکی ادب ‖ صورت پکڑ کے سامنے آیا تھا الطف رب
ظاہر ہوسکے ظہور جہان مین عجب عجب ‖ محراب مین نہ گرم بکا تھا کدام شب

ہنستا رہا نہ کونسے روز غزا علی

عنتر کو نار خشم نے اُسکی جلا دیا ‖ اژدر کو چیر ایک ہی دم مین کھپا دیا
خورشید کو نکال دوبارہ دکھا دیا ‖ ہنگامہ کفر و شرک کا آکر مٹا دیا

تھا جانشین ختم رسُل کا بجا علی

گو چشم دل کھلے نہ کسی روسیاہ کی ‖ اُس تک مجال کب ہی کسو کی نگاہ کی
اللہ رہی بلندی تری قدر و جاہ کی ‖ مر مر کے جبرئیل نے دربان سے راہ کی

شاہا ملک سپاہ جہان صفا علی

دشمن کو آگہی ہی کما نیینے کمان ‖ قدرت ہی اسکی قدرت حق ہوئی ہی عیان
زور آوری مزاج مین آوے تو الامان ‖ کچھ بھی نہین ہی پھر یہ جوب کچھ ہی درمیان

بہت ہی گرچہ ہنگامہ ولے زین العبا بس ہی

بلا باقر کی فرض عین ہی حیدر پرستی ہین	جیا کر نام کو اسکے تو ہشیاری و مستی ہین
غرض رہ محو اسکا دشت مین ہو تو کہ بستی ہین	عجب ہی نونہال اک سایہ ارا سن باہم ہستی مین

کرم اسکا پئے ہر شخص بے برگ و نوا بس ہی

محبت چاہیے صادق جناب پاک جعفر مین	اسی کا شوق دلمین ہو اسیکا شور ہو سر مین
وہی ہان بھی ہی تشنہ تھا جو کچھ ساقی کوثر مین	عنایت کی اسی سے چشم رکھو آشوب محشر مین

بلا صد رنگ ہوویے کیون نہ ایک اسکی ولا بس ہی

کئے کاظم کہ جو سر بر غم و غصے سے کیا اسکو	نہ دیکھے یہ امام دین بلا مین مبتلا اسکو
ایک چشمک زون حاصل ہوا یہ مرتبہ اسکو	کر رکھے کفش جسکے سر پہ دیکھو بادشا اسکو

توجہ گوشہ مولے پئے ہر مدعا بس ہی

ہے اک مجلس کی رایان زین بہرہ ہر ایمان سے	اسے اک بند کی خاص ہی شاہ خراسان سے
نمکسان چشم سے آتی ہی خلق ایران و توران سے	گذر جانے مین اسکے نام پر بخشش ہی جان سے

جو سودا اس سے بن جائے تو ارضی رضا بس ہی

جو وہ دن ہو کہ نکلے آفتاب اب فرق چیم سے	مو کل درمیان لاوین سخن جنت جہنم سے
کرین پرسش بد و نیک عمل کی خلق عالم سے	مخاطب ہم کسو سے ہون یا رب کوئی ہم سے

مخمس در منقبت علی ابن ابیطالب

زور و ثبات و تاب و توان مرتضیٰ علی

ابدگاہ خورد و کلان مرتضیٰ علی

مقصود خلق و خواہش جان مرتضیٰ علی

جو کچھ ہو سوا ہی یقین ہان مرتضیٰ علی

ذکر روان در دزبان مرتضیٰ علی

اسکی ولا ہی باعث بہبود کائنات

اسکی ولا ہی شرط بری ہی پئے نجات

لیا کیا نمود کیجئے ہیں اسنے عجائبات

دا ہو جو چشم دل تو تماشا ہی اسکی ذات

یکتا ہی

یکتا ہی عرصۂ دو جہان مرتضےٰ علی

ہر چند کام ایسی جگہ کیا کرے سمجھ — اس راز کو سمجھ جو سکے تو ارے سمجھ
یعنے نہ ذات پاک سے آگاہ دے سمجھ — عقل نخست سے بھی اسے کچھ پرے سمجھ

ہی آنسوئی خیال و گمان مرتضےٰ علی

موجود اسکے ہونے سے روشن جہان ہوا — اس پر دیکھین جو تھا پس پردہ عیان ہوا
قربان شاہ بحر و بر اُنپر روان ہوا — پیر زمانہ دیدۂ عالم جوان ہوا

چشم و چراغ کون و مکان مرتضےٰ علی

شخصیت ایسی کسکی تھی کسکو تھا یہ شرف — اسقدر ساتھ کون بغیر از شہ نجف
اللہ رے زور کوئی نہ آسکا ہوا طرف — دریائے موج خیز تھا اسکے گرد کا کف

ابن عم رسول زمان مرتضےٰ علی

ہر چند ہی یہ عرصہ ہمیشہ سے پر غبار — یاران رفتہ کی بھی تردد ہین یادگار
لیکن کہان یہ حربے کہان ایسے مرد کار — نکلے نہ ویسی تیغ کہ جیسی تھی ذوالفقار

دیکھا نہ تھا وہ جیسا جوان مرتضیٰ علی

پامال راہ اسکے ہین سرہائے پر غرور — نزدیک اہل عقل کے رتبہ ہی اسکا دور
شائستہ سجود سمجھتے ہین ذی شعور — ہی جملہ تن منزہ و سرتا قدم ہی نور

اس زمانہ مین آہ کچھ ہی عظیم — ہی مری جان پہ عذاب الیم
مستحق کرم ہون مین تو کریم — ملتفت ہو بہت ہی حال سقیم

میرے ہر درد کی دوا ہے تو

فرصت وقت جون حباب ہی کم — حال مانند موج ہی درہم
ڈوب جاتا ہی جی مرا ہر دم — جوش زن گو کہ ہو محیط غم

غم نہین کچھ جو آشنا ہی تو

تجھ سے ظاہر ہوئے یہ سب بھید — جلوہ تیرے ظہور کا جاوید
ذرّے ذرّے کو تجھ سے ہی امید — دن ہی طالع ہوا جہان خورشید

سب پہ روشن ہی کیا چھپا ہی تو

میر کو کب تلک یہ رنج و غم — اس بھی اندوہگین کو کر خرم
منبسط ہی ترا سحاب کرم — یعنے سایے مین ہی ترے عالم

سارے عالم مین چھپ رہا ہی تو

مخمس در منقبت

ہی حقیقت سے تو اگر آگہ — یاد مین روز و شب علی کی رہ
کعبہ اُسکا ہی در ہی اے ابلہ — میر مولے کی ذات پاک ہی وہ

منقبت خوانی سے میری سب پہ ہین سن
حیدری ہون حیدری ہون حیدری
مدعی اس کان یا اُس کان سن
حیدری ہون حیدری ہون حیدری
شوق کامل سے تعجب ہے یہ کیا
جو بدن ہو خاک سب بعد فنا
برگ برگ اسکا کرے یہ صدا
حیدری ہون حیدری ہون حیدری

ہے وہ امید گاہ خلق خدا
وہ مروت شعار وجملہ حیا
روز محشر اُسی سے سبکو رجا
بحر ذخار جود وکان عطا
اُس سے نفع گدا تمتع شہ

مرتبہ کچھ نہ پوچھو اس گھر کا
شاہ جبین پیش دست قنبر کا
بندگی یان کی فخر قیصر کا
آسمان ہے گدا اسی در کا
دیکھتے ہین ادھر ہی مہر و مہ

اُسکی ہمت اسی کو بن آوے
بار اس در پہ جو گدا پاوے
دولت اُسکی جہان سے سب کھاوے
ایک آواز کرکے لیجا وے
مال واسباب وملک وتاج وکلہ

میر عازم ہوئے ہو کیدھر کے
رہگرا دوستی حیدر کے
جو تلاشی ہو یار و یاور کے
نہین محتاج ہوتے رہبر کے
ہے اسی راہ مین خدا ہمراہ

مخمس در منقبت

قدر کو میری بہت ہے برتری
حکم بزرگے ہے یان شیر تری
کب مری خورشید سے ہو ہمسری
گر مخالف سوچ کر ٹک از دری

حیدری ہون حیدری ہون حیدری

اے مخالف بحث مت کر نابکار
بس کہا اس آستان کا ہون غبار
بات ایسی سے ہی مجھکو ننگ و عار
کیا کہا تجھسے کرون مین بار بار

حیدری ہون حیدری ہون حیدری

شیخ کو نسبت نہین تجرید سے
سب عقائد ہوتے ہین تائید سے
ہی یہ خر جکڑا ہوا تقلید سے
گو کہا ان نے مری تقلید سے

حیدری ہون حیدری ہون حیدری

اس عقیدے ہی پہ اپنے مین رہون
بے ولا حیدر کے ہونہین تو نہون
گو خوارج کے ستم اسمین سہون
لب ہین جبتک بس یہی تب تک کہون

حیدری ہون حیدری ہون حیدری

اب ہوا پیری سے گو مین مضمحل
شوق میرا کچھ نہ تھا بصدق دل
ورنہ تھا یہ شور تا چین و چگل
رات دن رہتا تھا کہتا متصل

حیدری ہون حیدری ہون حیدری

اے مرے سرمایۂ ہر دو جہان
ہوا اگر تن پر مرے ہر مو زبان
عشق تیرا ہی مرے ہمراہ جان
بیگمان سرزد ہو یہ ہی ہر زمان

حیدری ہون حیدری ہون حیدی

جو رانواع دشمنون کے سہ — پھر نہ کریار گفتگو بے تہ
دوستی مین علے کے بخیو درہ — بات یہ ہی گی اور کچھ مت کہہ

یا علی یا علی کہا کرتو

اسم یہ ایک جو مکرم ہی — سب کے نزدیک اسم اعظم ہی
یہ سب اوراد پر مقدم ہی — غرض اے ہمنشین جو آدم ہی

یا علی یا علی کہا کرتو

رہ ولاے علی کا خواہشمند — ہی یہ شیوہ خدا رسول پسند
دب کے ہرگز نہ رکھ زبانکو بند — پست کرنے کو مدعی کے بلند

یا علی یا علی کہا کرتو

بدر آسا علی تمام ہی نور — ذات پاک اسکی ہی علیم صدور
بھول مت اسکو گر تجھے ہی شعور — یاد خاطر رہے ضرور ضرور

یا علی یا علی کہا کرتو

سونپ رکھ اسکو اپنی موت و حیات — رحمت صرف ہی علی کی ذات
بس ہی اسکی ولا براے نجات — باتین یون سو ہین پر یہی ہی بات

یا علی یا علی کہا کرتو

تقصیر ہی بوالہوس کی اور سنت	مارا جاتا ہون درمیان مین
لکھا بھی نہ تیغ کھا کے بارے	فارغ ہوا دیکے امتحان مین
ای طفل کہے گا بعد میرے	مارا کاہے کو یہ جوان مین
ہون مین تو چراغ اخیر شب کا	کوئی دم کا ہون میہمان مین
دلسوزی مری کرائے صبا ٹک	ہونے تئین صبح کے کہان مین
رونے ہی کو رونا ہی گا ناصح	پھرتا ہون دربارے خانمان مین
کوئی نہین شہر غم مین میرا	بیچارہ غریب ہون نگایان مین
غم کہہ کے رولاتا ہونہین سکو	تجھ غم مین ہوا ہون قصہ خوان مین
پائی نہ وفا کسی مین دیکھا	غربال تمام کر جہان مین

یارے مین یہ سب دیار دیکھا
ہر کوچہ کو بار بار دیکھا

شب ہی عالم مین ہو گئے تھے	اپنے دل کا غبار دیکھا
آنکھین گئین روتے روتے لیکن	تونے نہ ادھر کو یار دیکھا
اب وعدہ نکر زیادہ سب ہم	جانان ترا اعتبار دیکھا
کہتے تھے یہ ہم نہ کر تمنا	اے جان امید وار دیکھا

ہی بندہ نواز ظلم مجھپر
گو موسم وے خنک ہو مجھ سے
ٹک دیکھ فلک نے شاہ خوبان
سر ہیچ سو عشق مین رکھے پا
ہاتھ نہین مرے ہین داغ خوبان
کیا تجھ سے کہون معاش اپنی

ہم نالہ نہ کر تو مجھکو نے سے
دل گرمی ہی مجھکو زود مے سے
کیا کچھ کیے خاندان سے کیسے
واقف نہین دل تو یا نکنے ریسے
کہتے ہین کر اس کنے ہین پیسے
یارے گذرے ہو جیسے تیسے

رہتا ہی غرض ہمیشہ سودا
کوچہ کوچہ ہوا ہون رسوا

وہ تشنہ دہن ہون دل جلا ہون
کہتے ہو جسے فلک ہوا ہی
کھلتا تو سہی کبھی بلا ہے
اب جان سے جاتا آرہا ہی
ہو جسکی خراب عاقبت بھی
مین ہون کہ سر آمد جنون ہون
وہ خستہ ہو نہین ہی جسکو کیسے

لب جس جسکا ہو وے دریا
میرے ہی غبار دل سے پیدا
دل میرا ہی کاش غنچہ ہوتا
موقوف اشارۂ تقاضا
وہ مین ہون کہ چاہتا ہون دنیا
مجنون کو خلیفہ مین کیا تھا
رونق افزاے کوہ و صحرا

اک روز چنانچہ ہول دل سے | اندوہ تنگ مجھے ہوا تھا
لو ہو ویا اپنے دوستون نے | جس جا گرا عرق گرا تھا
ہون اب جو بلا مین مبتلا مین | بیگانہ ہی جو کہ آشنا تھا

یہ رنج و بلا و درد و محنت
ای وائے حواس و صبر و طاقت

ادھر بھی کبھو ٹک ایک چشمک | ہم سے بھی ضرور رہی مروت
مست فرصت وقت سے ہو غافل | آخر کو نہ کھینچے تا خجالت
ہر آن مین اپنی تربیت کر | دیتا ہی زمانہ کسکو فرصت
غیر دن کے رہوگے دیر تک تم | ہمکو تو سویرے کرئیے رخصت
کیا تمسے کہین سلوک ہجران | دل مین نہ رکھے ہماری حسرت
قطرہ تو ہی پر نہ ہاتھ اٹھاؤ | دریا کو کرے رہی یہ کفایت
خالی دل پر کو، ہم بھی کرتے | افسوس ندی اجل نے فرصت
بس میرا ہو تو کرون منادی | کوئی نہ کرے کہین محبت
گردن مارین شتابی اسکو | رکھے جو کسی سے میر الفت

عمر گذری ہو چکا آسودگی کا روزگار | رنج و محنت کے تئین آرام سے ہو ننگ و عار

وصل خاطر خواہ معلوم تھا میرے تئین	آس دلکو لگ رہی تھی جبتلک تھا مین جدا
گاہ باشد رحم کو بھی رحم فرماوے وہ شوخ	دیکھ مجھ ناکام کو یکدم کرے ترک جفا
ایکساعت پاس بیٹھے درد دل میرا سنے	کر کے غمخواری کہے یہ تیرے تئین کیا ہوگیا
سوتو یہ سب جیکا ہو کا نکلے ماننا نہ تو	ایسے آجانے کا تیرے کون یان مشتاق تھا

آمدی وحسرت وصل از دلم برداشتے
حسرتی بود از وصال آن ہم ہمین نگذاشتے

ہین خرابے آج جتنے کل یہ تھے گونگو گھر	مست بنائے خانہ مین منعم رہا کر اسقدر
طاق کسری تو سنا ہوگا کہ کیسا تھا محل	اب کہین اس طاق کا کسری کے پیدا ہی اثر
گھر کا صاحب تو اڑا یا کر کے یکسان خاک سے	اینٹ مارین اینٹ سی یہ کچھ ہوا اس گھر اوپر
خط باطل سے لکھا ہی صفحہ کون و مکان	کیون دماغ اتنا جلاتا ہی رہے ہی تو کدھر
کیسے کیسے خانوادے خاک مین یان مل گئے	جاے عبرت ہی یہ معمورہ جہان کا بیخبر

ہر کجا افتادہ بینے خشت در ویرانہ
ہست فرد دفتر احوال صاحب خانہ

کم بہت سننے مین آتا ہی کوئی رنجور ہی	یا کسی مجروح کا زخم جگر ناسور ہی
روشنی آنکھونکی ہی منظور سارے خلق کو	قوت دل کا جدھر دیکھو تدھر مذکور ہی

مجھے ہیں دیکھ تماشے کا کیا جھیتا ہون نصیب لطف نہ باقر کا ہو جو چھوٹا ہون	خدا نے دین میں مجھے آنکھیں کیا ہین دہا دو چار حشر میں آفت سے ہو جن ایسا ہون
امام پنجتن اس اپنے پیشوا کی قسم	
جو روز دو ہو نظر مین تو صبح و شام کی سون کلام ہو کسی سے تو مجھے کلام کی سون	پڑا ہو پاؤن کہین تو ترے خرام کی سون جو سات پانچ ہو جیمین چھپے امام کی سون
غبار رہ ہون ترا اُسکے خاکپا کی قسم	
کرے ہی لطف جو تو تمسے بحال آتا ہون ترے ہی واسطے یہ غم یہ غصہ کھاتا ہون	وگرنہ آپ سے مین لمحہ لمحہ جاتا ہون گواہ دعوی کا کاظم کو اپنے لاتا ہون
سچ اُسکو مان تجھے اُسکی ہی دلا کی قسم	
جو تجھکو خوش نہین پاتے تو جان کھوتے ہین کبھو ہزار آٹھ پہر مین ٹک ایک ستے ہین	ہلاک ہونے پہ تجھ ہی ہمارا ہی ہوتے ہین ہمیشہ رات کو آٹھ آٹھ آنسو روتے ہین
امام ضامن ثامن علی رضا کی قسم	
گدائے در ہون تقی کا نقی کا ہون مملوک طریق مہدی ہادی کا رکھتا ہون مسلوک	رکھون ہون عسکری کے لطف سے امید سلوک جہانکے لوگ ہین مفلوک سارے دو دن ملوک
قسم جو کھائیے ان چار بادشا کی قسم	

لے جو کچھ اُس سے ایسا ویسا ہو
کہتا ہو دون جو پاس پیسا ہو
ورنہ کیا دخل کوئی کیسا ہو
ہوتے جو دے نہ ایسا تیسا ہو
خلق ناحق ہو میرے جیکا وبال

ایک عمدہ کی ہان ہو اہل کار
سو یہ ٹرچو دا ایسا خوش اقرار
فوج کے لوگون کا سب اسپہ مدار
کہے ہر اک کو دینے سو سو بار
پھر نہ دے جز فریب تا دہ سال

یا تھینون تلک رہے روپوش
لوگون کرتے پھر نہ جوش و خروش
یا ملے ہو تو بیجواس و ہوش
یہ کچہری مین بیٹھا ہو خاموش
زرد رو بیچیا ہو گویا لال

جبسے یہ ہو محرر دفتر
ہووے پر جب جا جو دے کسو کو زر
تب سے ہنگامہ ہی رہا اکثر
سو یہ پٹی پڑھا نہین ہو لچر
سب سے اُسکو ہو ایک جنگ و جدال

لات ملی ہو گہ رہیلون سے
کم نہین ہو کچہری میلون سے
دھول جھکڑ ہو گاہ چیلون سے
آتے جاتے ہین لوگ ریلون سے
نکلے ہو تیغ کھڑکے ہو وان ڈھال

کمر باندھ کر گئے دربار ... وہ ہوئی گرم جستجوی یار
...نے دروازہ پر لگی سو بار ... سر پہ رکھ بانکی پگڑی کھڑکی دار
پھر ہوئے پیر وہ جوان فی الحال

...خمیست نزد مخلب کے تئین ... ساتھ لیجائے گھر ہین سب کے تئین
...ربے پاس جور و شب کے تئین ... نہ تو پاتے ہین اسکے ڈھب کے تئین
نہ سمجھتے ہین اسکی چال کی چال

قصہ کوتاہ بعد چندین ماہ ... مری اس بگھڑے پر ہوئی تنخواہ
...بانے آدم لگا کہہ تو بے گاہ ... یہ تو مغرور ہے تہ دگمراہ
مفتری کاذب و سفیہ و ضلال

...سا مجھکو بھی سمجھ کے فقیر ... رکھنے وعدون ہی میں لگا ہے پیر
...جانا نہیں ہے اسکی نظیر ... اسکو جانے ہے بادشاہ و وزیر
دور تک پہونچیگی یہ قیل و قال

...لی خاطر کھینگے خورد و کلان ... سعی اسمین کرینگے عمدے بجان
...ست اسکو کہتے ہین پیر و جوان ... لے گا منت علی محمد خان
رکھنا ان پیسون کا ہے کسکی مجال

باز آتا نہین ہی نفس شوم	ورنہ کس سے اُٹھے ہی ایسی دھوم
ہر سحر روزہ والون کا ہی ہجوم	ہو تمھین حال یان کا کیا معلوم

تم تو سو نٹا لیے کرو ہو سوال

ایک دن جا کیا نفر نے شور	اُن نے دیکھا نہ مطلق اسکے اور
ہو غرض صحبت اپنی اسکے زور	وہ تو مچھڑ کی جھول کا ہی چور

مین بھی کھینچونگا خوب اسکی کھال

اسپ تنخواہ جو کہ کر لاوے	سو وہ اپنا کیا ہی بھر پاوے
پا شکستون کو برسون دوڑاوے	ایسے سے ہاتھ خاک کیا آوے

جس سے دل ہون تہ غبار ملال

بدزبانی نہین ہی اتنی خوب	بات اچھی نہین ہی بے اسلوب
گفتگو اسطرح کی ہی معیوب	مل رہے گا جو کچھ کہ ہی مطلوب

بس قلم اب زبان اپنی سنبھال

بیخودانہ ہین کئی حرف زبان ہر گر گوش	آج کہتا ہون کہ ہی خمکدہ دلمین جوش
پای رفتن تو نتھے لیک مجھے تھا کچھ ہوش	سر خوش از کوی خرابات گذر کردم دوش

بہ طلبگاری ترسا بچۂ بادہ فروش

مخمس

آتش مے سے برافروختہ کچھ بادہ پرست دیدم از دور گروہی ہمہ دیوانہ و مست	۔۔جود و بیخبر و وست مے صاف است بیکدگر پاؤن کی لغزش کے سبب دبدست

از تف بادۂ شوق آمدہ در جوش و خروش

کاسۂ سر پہ ہوئے پھرتے تھے سارے فغفور بے دف و مطرب و ساقی ہمہ در عیش و سرور	گرچہ ظاہر تھا خراب انکا و لے سب معمور بے لباس طرب جامہ اندوہ سے عور

بے مے و جام و صراحی ہمہ در نوشا نوش

دیکھکر پہلے کیا مین نے تامل یکدم چون سر رشتۂ ناموس برفت از دستم	۔۔ام و ناموس کا دفتر تھا سب انکا برہم پھر جو دیکھا تو مجھے بدکہیگا کیا عالم

خواستم تا خبری پرسم ازو گفت خموش

یان فراغت ہی دو عالم کی ہر اک جام مین بند این خرابات مغان است درو مستانند	عقل رکھتا ہی تو ٹک ہیو ادب کا پابند یہ وہ جا ہے کہ فردوس ہو اسکے مانند

از دم صبح ازل تا بہ قیامت مدہوش

کیونکہ یہ زیست بہت ہووے تو وہ روز کہ نیست گر ترا نیز باین فرقہ سر یکرنگی ست	پیر ان مستو مین کوئی نہین پابستہ زیست ہست بے ہست نظر آتے ہین اب سب ہین نیست

دین و دنیا بیکی جرعہ عصمت بفروش

۴۹۱

دان ان نے دل کیا ہو مانند سنگ خارا
یا ان تن ہوا ہو پانی ہو کر گداز سارا
کیا پوچھتا ہی ہمدم احوال تو ہمارا
نے رمز نے کنایہ ایما ہی نے اشارا
اسکے تغافلون نے ان روزون ہمکو مارا

ہو ٹھہر یا کہ صحرا بارے مکان تو ہو
غم مین نہووے کچھ تو اکے تئین جان تو ہو
حالت تغیر ہو گر نہ منہ مین زبان تو ہو
سو بار دیکھ صورت ہو مہربان تو ہو
اپنے تئین نہین ہی کچھ اب گفتگو کا یارا

بر چشم تھی کہ تر کان اکثر سوار نکلے
ہملوگ انکے رہ کے گرد و غبار ہونگے
یہ جانتے نتھے ہم اسطور خوار ہونگے
اب کہتے ہین کہ یارب کیونکر دو چار ہونگے
اس بھی طرف کو ہوگا انکا کبھی گذارا

ہجر انہین ٹک نٹ بر جی کو داد زاغ مین ہم
بو ہی وفا نہ پائی دلمین نہ باغ مین ہم
مدت رہے اگرچہ گلگشت باغ مین ہم
پر لطف کچھ جو دیکھا سینے کے داغ مین ہم
اُس بن جو گل چنے تھے انکا کیا نظارہ

تشنے ہین اپنے خونکے ای ہمرہو نہ آؤ
ہووے طبیب گر خضر اُسکو بھی پانی لاؤ
اٹھا نے ہم سو ٹھانے گو ہمین جان جاؤ
آب بر ندہ اُسکی شمشیر کا پلاؤ
آب حیات تو اپنے جی کو نہین گوارا

غیب و شہود دونو نہین مشہود ہی تو ہو
حاصل کے دو جہان کا مقصود ہی تو تو

ہستی ہماری وہم ہی موجود ہی تو تو
مسجود تجکو جانے ہین معبود ہی تو تو

نا جی ہین وہی ہی لوگ جنھونکا ہی یہ یقین

احوال خوش اُنھونکا جنھین تجہ سی ہی ولا
آئینہ ہی کر دین کو تجہ سے ہوئی جلا

اعدا تو آسمان نے دیے خاک مین ملا
برپا وہی رہے گا جو تجہ تک ہی سلسلا

یارون نے جتنی رسمین بٹھائین تھین اٹھ لین

فتنے کو تیرے عہد مین سوتے گذر گئی
آفت کمان کر کے کنارہ بھی کر گئی

آشوب کے خطر سے ترے سدھ بسر گئی
آوازہ تیر اُسکے بلا جیسے مر گئی

یون مٹ گئے فساد کہ مذکور بھی نہین

وارد ہوا جو تو تو ملی بیکسون کی داد
اٹھے نہ گرد زندقہ و کفر پر عناد

تلوار مارنے سے ترے مٹ گئے فساد
زنار ٹوٹے پھرے جلیبت گئے برباد

برہم ہوئے گھڑی مین ہزارون بریکدین

ہنگامہ گرم یارون کے سب سرد ہو گئے
سر در نقاب خاک پڑے مرد ہو گئے

چہرے منافقونکے دو ہین زرد ہو گئے
جیسے تھا یہ غبار جہان گرد ہو گئے

گلو نہین بکر یونکے چھٹے شیر خشمگین

…تھا جہان مجھے سو بار دان گیا — ضعفِ قویٰ سے دست بیوار دانگیا
…کے نان کا طلبگار روان گیا — چارہ نہ دیکھا مضطر و ناچار دان گیا

اس جان ناتوان پہ کیا صبر اختیار

…پیکثالی کی سماجت مری گئی — نالائقون سے ملتے لیاقت مری گئی
…فت ہای شان شرافت مرگئی — ایسا پھرایا اُسنے کہ طاقت مری گئی

مشہور شہر اب ہون سبکسار بیوقار

…تھا مجھپہ تنگ اٹھا ہوکے نیمجان — پوچھا نہ مجکو یک لبنان سے کبھون نسیان
…ی پر بھی سیر کیا مینے سب جہان — آشفتہ خاطری نے پھرایا کہان کہان

برسون کا راز مجھ سے ہوا آکے آشکار

…مت میری ہو نہ سکے ایک امیر سے — عقدہ کھلا نہ دل کا دعاے فقیر سے
…ہمیشہ آتے رہے سر پہ تیر سے — ہر چند التجا کی صغیر و کبیر سے

لیکن ہوا نہ رفع مرے دل کا اضطرار

…کی اپنے حال پہ شفقت سے یک نگاہ — نکلے ہر کس سے طور پر اپنے سخن کی راہ
…کوئی ہمسے کہ تم کیون ہو تباہ — اسلوب اپنے جینے کا ہو کسطرح سے آہ

ہم ایک ناتوان ضعیف اور غم ہزار

جتنے والے جو تھے ہوئے ہین فقیر
ہین معذب غرض صغیر و کبیر
تن سے ظاہر رگین ہین جیسے ...
مکھیان سی گرین ہزاروں فقیر
دیکھین ٹکڑا اگرا برابر ماش

شور مطلق نہین کسو سر مین
بھوکھ کا ذکر اقل و اکثر مین
زور باقی نہ اسپ و اشتر مین
خانہ جنگی سے امن لشکر مین
نہ کوئی رند ہی نہ کوئی اوباش

لعل خیمہ جو ہی سپہر اساس
ہی زنا و شراب بے وسواس
پالکین ہین رنڈیون کی اسکے پاس
رعب کر لیجیے ہین سے قیاس
قصہ کوتاہ رئیس ہی عیاش

جتنے یان ہین امیر بے دستور
پہونچنا اُن تلک بہت ہی دور
پھر بجنس سلوک سب مشہور
بات کہنے کا وان کسے مقدور
حاصل اسنے نہ دل کو غیر خراش

چار بچے ہین مستعد کار
ہین وضیع و شریف سارے خوار
دس تلنگے جو ہون تو ہی دربار
لوٹ سے کچھ ہی گر جے بازار
سو ہی قند سیاہ ہی یا ماش

بخشند ون جامہ تک جو ہو قدرت
دس روپیہ وون گدا کو بے مہلت
آٹھون آتے ہین خرچ یکساعت
مقتضی ہووے کب مری ہمت

صاحبان کرم کے تئین شاباش

ہو جوان لوگون مین گدا کا گذر
دیر کے بعد یہ کہین کسکر
سہم رہجائین سب دیکھین ادھر
شاہ جی لے خدا سبھون کی خبر

سو بھی یہ بات ہی پس از کنکاش

یارون کی جود کا بیان کیا ہی
آشکارا ہی سب نہان کیا ہی
وہم مین انکے بھی جہان کیا ہی
دیکھتے ہین کہین کہ یان کیا ہی

ایسی صحبت مین ہم نہوئے کاش

بس قلم اب زبان کو اپنی سنبھال
ہو کڈھب چرخ روسیہ کی چال
خوشنما کب ہو ایسی قال و مقال
مصلحت ہی کہ چپ رہیے ہو کر لال

فائدہ کیا جو راز کریے فاش

دستخطی فرد کا سنو احوال
ایک مشفق کو تھا ادھر کا خیال
بیدماغی ہی مین تو دیتی تھی ڈال
مہربانی سے ان نے کھوج نکال

شیخ جی کا ڑھے سو عجائب مال

لیکے میری تسلی فرمائی ۔ پھر نفر پاس اپنے رکھوائی

اور لگے کہنے رکھیے استقلال

فرد نواب کو دکھاؤن گا ۔ حال صاحب کا سب جتاؤن گا

ہی مقدر تو کر ہی لاؤن گا ۔ لیکے دفتر مین آپ جاؤن گا

آگے میرے کسے سخن کا مجال

قدر والا ہماری ہی معلوم ۔ خلق خادم ہی اور تو مخدوم

اس سعادت سے جو رہے محروم ۔ ہی یقینی کہ وہ الاغ ہی شوم

حشر کو ہوگا مرکب دجال

تم نبی فاطمہ ہو ہم ہین غلام ۔ ہی غلامی تمھاری اپنا کام

تمکو مسجود جانتے ہین انام ۔ تم سبھون کے ہو پیشوا و امام

تمسے سب کو نجات کا ہی سوال

بارے رخصت کیا بصد اعزاز ۔ اور کہا تم ہو خلق مین ممتاز

ہی تمنا کہ تمسے ہون دمساز ۔ دل ہمارا ہو کاش محو نیاز

کریے تم پر نثار جان و مال

شیخ نے کر سلوک حد سے زیاد ۔ قید اندوہ سے کیا آزاد

پھر یہ بولا کہ کیوں ہی تو پر ملال

ایک مدت بھی آج کل پر بات ہو بہت شیخ کی غنیمت ذات		اتنو ہو شیخ اب ہوئی ہو رات جمع آدم مین اتنے کب ہین صفات
	مفتری و دروغی و محتال	
ایک دن مین کہا جو ہو مضطر ہنس کے بولے بہت تلطف کر		کیسے اس در سے جاوں اب کیدھر سر منڈاتے ہو تم بھی اس گھر پر
	آگے آوینگے جتنے ہونگے بال	
راتون کے تئین مصیبتین گذرین کچھ نہ پوچھو جو حالتین گذرین		اور دنون کو قیامتین گذرین باتون باتون مین مدتین گذرین
	وعدہ دو چار دن نہ ماہ سی حال	
پھر جو اس فرد کا ہوا مذکور جانتا ہو تمھین کہ ہو مشہور		کہنے لاگے کہ نائب دستور پر کہے ہو رکھو مجھے معذور
	جاری کرنا ہو اسکا امر محال	
آٹھ آتے ہین شاہ پر بھاری آپ ہو تو یہ ہو گرفتاری		اسکی لوگون نے کی ہو اب خواری فوج ہیگی تو قحط کی ماری
	کیون نہ جیسا ہے ہین وان تھا کال	

۴۹۹

یان نہین شہ کے گھر مین دانا بھی ۔ کبھو ہوتا ہی پینا کھانا بھی

ورنہ بھوکھے رہے ہین بیٹھے نڈھال

حال یہ ہی جو اسپہ ہو منظور ۔ پھر بھی نواب سے کرون مذکور

گاہ باشد کہ ہو انہین مقدور ۔ پر سماجت ہی اب خرد سے دور

لطف کیا مین کہون وے دیوین ٹال

مین کہا بس بہت خراب ہوا ۔ پردے مین والنے بھی جواب ہوا

دل ہوا داغ جی کباب ہوا ۔ بارے ہونا جو تھا شتاب ہوا

کٹ رہیگا مرا بھی یہ جنجال

دل سے اپنے بھی اب بھلا دیجے ۔ فرد میری مجھے منگا دیجے

اس خیالات کو اڑا دیجے ۔ بند چڑیا کیسے چھڑا دیجے

بس بچھایا بہت فریب کا جال

ہنس کے بولے کہ فرد ہی حاضر ۔ اور سمجھیے نہ مجکو بھی قاصر

جان کا ہون تمھاری مین ناظر ۔ جمع فرماؤ خاطر عاطر

اب نہین پھر یہ کام لونگا سنبھال

تب سے ابتک وہ فرد لاتا ہون ۔ گاہ بیگاہ انکے جاتا ہون

فقر فاقہ کی ہر طرف ہی دھوم
لشکر اک ہی خدا بہ مردم بوم

دو تلنگے جہان ہین وان ہی ہجوم
زندگی کرنے کی طرح معلوم

کہ رہے جون خدا ہی ہے آگاہ

قصہ کو ہم کہان نہ رو گذرا
آبرو رفتہ رفتہ کھو گذرا

کونسی منزل مین نہ ہو گذرا
یان گذرنا تھا ظلم جو گذرا

اسپہ جسکو ہو قصہ بسم اللہ

پارسا ہین جو جوان پیر ہدی کہتی ہین
سالک مسالک راہنما کہتے ہین

جو ولایت لکھے ہین شاہ ولا کہتے ہین
ایک مو لاکھی ہین ایک خدا کہتے ہین

یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

آفتاب فلک عز و علی تو ہی تھا
جانشینے پیمبر کی سزا تو ہی تھا

چہرہ آرائے زمین و سما تو ہی تھا
قالب خاکی کے پردہ مین خدا تو ہی تھا

یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

ہو ترے قدر سے بے ختم رسل کون آگاہ
زور سے تیرے اڈرے کو وہ لبسان پرکاہ

جسکا شان تری صل علی تیری جاہ
وہ ثبات اس قلعے و قامت یہ قدرت ہی واہ

یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین

عالم خاکی مین تھا مصلحتاً جلوہ نما	عرش اعظم سے بھی تھی ورنہ [illegible]
یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین	
اے ترا مرتبہ بالاتر فہم و ادراک	ایک رب کے تئین پہونچے ترے جلوے [illegible]
ہین ترے شوق مین سرگشتہ شب و روز افلاک	پر کہان عالم خاک اور کہان عالم پاک
یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین	
اپنے اسرار کا تو آپ ہی کچھ دانا ہی	ورنہ کس نے تجھے جون چاہیے پہچانا ہی
ایک فرقے نے تجھے روح خدا مانا ہی	ایک نے ذات مقدس تجھی کو جانا [illegible]
یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین	
شان و شوکت تری کیا کرسکے عاجز تقریر	یعنی مداح ترا کیونکہ ہو الکن ہی [illegible]
زیب دیتی ہی تجھے کو بیٹھے کل امیر	تین فقرون کے تئین بخش دیے تاج و [illegible]
یا علی جو تجھے کہتے ہین بجا کہتے ہین	
اے مرتفع نشین علی العرش استوا	ذی عز با صفوا اے خدا خویش مصطفی
تو تھا کہ تو نے دوش نبی پر قدم رکھا	بت توڑ توڑ شرک کی صورت [illegible]
لایا بزور عرصے مین یکتائی خدا	
کہتے ہین تجھے چشم کرم صاحب نظر	افضل ہوئی کسبب سے ترے خلقت [illegible]

مسدس در نعت سرور کائنات صلعم

جرم کی ٹھوکر نہ کھائیں یا رسول
کھینچ جون ہون نقصان نہیں یا رسول
اور خاطر کی حزینی یا رسول
تیری رحمت ہی یقینی یا رسول
رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

لطف تیرا عام ہو کر رحمت
مجرم عاجز ہون کرنٹاک تقویت
ہی کرم سے تیری چشم مکرمت
تو ہی صاحب تجھسے ہی مرسلت
رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

کیا سیہ کاری نے منھ کالا کیا
رحم کر خاک مذلت سے اٹھا
بات کرنے کا نہیں کچھ منھ رہا
میرے عفو جرم کی تخفیص کیا
رحمۃ للعالمینی یا رسول
ہم شفیع المذنبینی یا رسول

اب ٹھہرتا تک نہیں پائے ثبات
جرم کیا ہین میری کتنی مشکلات
دستگیری کر کہ پاؤن نہیں نجات
ہی کفایت ایک تیری التفات

اسقدر تجھسے نہ لگ چلتے نہ آتے اس راہ
تو پری ہوتا تو کرتی نہ تری ادر نگاہ

یہ فریبندہ سخن گوش نہ کرتے ہرگز
خواہش گنج دہن دل پہ نہ دھرتے ہرگز
یہ شب وصل یون اسطور نہ بھرتے ہرگز
لعل جان بخش پہ یون تیری نہ مرتے ہرگز

اتفاقات سے ہو جاتی ملاقات تو خیر
دل تجرد پہ رکھا جب نہ کوئی یار نہ غیر

عشوہ و ناز و ادا سے کسو کو پھر کیا کام
جی نہ بیچین رہا کرتا نہ دل بے آرام
ہو گیا ہون تو کبھو ہو گیا اب ہمین کلام
بے رخ و زلف کے کس کا ہے سکو ہر صبح و شام

جنس اچھی تری پہ گرمی بازار کہان
سر گران تو تو بہت ہو پہ خریدار کہان

تجھسے بیمہر و وفا دل کا لگانا تھا غلط
آپ کو حرف غلط رنگ مٹانا تھا غلط
خط دے قاصد کو ترے اور جلانا تھا غلط
آتش غم سے مرے جی کا جلانا تھا غلط

اپنی نادانی سمجھیے کہ تو کیا نسخہ ہے
آدمی بھی کسو دانا کا لکھا نسخہ ہے

غم نہین تجکو مری یاری و فاداری کا
نہ خیال آوے بندیکی گرفتاری کا

۵۰۷

ایسی محبوبی و خوبی ہی مذکور ہوا اب
دیکھا تجھ ہوا اسی کا تجھے منظور رہا اب
صرف اسپر بھی کرونگا اپنا جو مقدور ہوا اب
اس کے قد سے تری شام و سحر جاؤنگا
گھر سے جس دم اٹھونگا اسکے ہی گھر جاؤنگا
وہ بھی کس شور و فا تجھسے ملا چاہیے ہے
تختلط لطف و عنایت سے ہوا چاہیے ہے
کوئی دن رات کو تجھ پاس رہا چاہیے ہے

کام دل لون ہون اسی سے جو خدا چاہیے ہے
باد کھا رخ تجھے بتلاؤن تو دم اس مہ کا بھرون
خط تری بندگی کا کا غذ باد اسکا کرون
مین بھی ناچار ہون تا چند جفا مین سہون
قصد رکھتا ہون کہ اس شہر مین ہرگز نہ رہون
یا اوہ ماہ کیسے چاہتا ہون کہ اب مین نہون
تو بیان اور تری حسن سلوک اس سے کہون
لیکن تر اہم مرے دونون ہین ابہم معلوم
ایکی معلوم ہی ہوتی ہے دو دل آدھم معلوم

حسن سے اسکے خبردار کرون گا اسکو
ضد سے مین تیرے بہت پیار کرونگا اسکو

پھر تو جیبا ہین کرونگا اسی پر قربان
بس بگولا سا ہوا تیرے لیے سرگردان

راہ و منزل ہین پھرونگا اسیکے بسست نشان
اسقدر مجکو دماغ اب ہے کہان دل ہے کہان

کہ رہون بیخود و بیخواب شبون کو روتا
کاش مشتاق ترے منھ کا نہ اتنا ہوتا

اب تو جو کچھ ہو دل اُس ساتھ لگا بیٹھونگا
ہاتھ وا سوختہ ہو تجسے لگا بیٹھونگا

اسکے دروازے پہ درویش ہو جا بیٹھونگا
آؤنگا بھی تو ترے پاس نہ آ بیٹھونگا

دور سے ایک نظر کرکے چلا جاؤنگا
سو بھی کتنے دنون پھر کا ہیکو مین آؤنگا

لاگ ہی جبس سے وہی اُسسے رکھو قیل و قال
ساری مجلس کے تئین اُسکے کرون واقف حال

دلنشین اُسکی کرون خوب طرح کہنہ مقال
بعد ازان ترک کرون کھاکے قسم تیرا خیال

پھر کبھو وہم مین بھی گذرے نہ ملنا تیرا
جب نہ تب در پہ اسیکی رہے ماتھا میرا

لگ چلون اُس سے صبا کی سی طرح شام و سحر
روے گلرنگ سے اسکے نہ اُٹھے میری نظر

اُسکے پاؤن تلے کی خاک کرون کحل بصر
چیکے اسکے لب شیرین ہی رہین دیدہ تر

دربھی حال کی اس کیسوے برہم سے رہی

چوٹ مجکو بھی تو غیرون کی ملاقات کی ہی
چھوڑے یہ تو تو پھر آزردگی کی بات کی ہی

جی نہ تڑپے گا مرا پھر نہ مری چھاتی جلے
شکوہ ناکی سے زبان منہہ مین زنہار ہلے
دل نہ سینے مین مرے شام و سحر کوئی ملے
آئی چلنے کہین ہر بولے لگ میرے گلے

زور سے بازو پہ اپنے ترے سر کو رکھا
دست گستاخ پہ سے تیری کمر کو رکھا

بس ہوس کیشون سے مل مل کے تو بدنام ہوا
ہمسر گیسو ہنکے تو ترکیب اجسام ہوا
بسکہ راتون کو رہا شہرہ ایام ہوا
شوخ و شلتاق دبد ضع ہی آشام ہوا

طور پر میر معیشت کوئی دن اچھے ہی
ایسے بدکار سے صحبت کوئی دن اچھے ہی

آیا گر غیر کے ملنے کی قسم کھاتا ہی
ذوق ویسا ہی اسکا تو اُسے بھاتا ہی
میر بھی حرف درشتانہ سے شرماتا ہی
دلکو دار سوز سے مُنھ پر سخن لاتا ہی

ورنہ مشتاق ہی سوجی سے جگر خستہ ہوا
کشتہ و مردہ ترا رفتہ و دل بستہ ہوا

مسدس

تا کہ وان نالہ و فریاد کیا کرتے ہم
اک طرف بیٹھ تجھے یاد کیا کرتے ہم

کب تلک ہاتھ سے خوبان جفا کار دین
تم کہو کب تئین یہ داد وفاداری دین
اس وفادار کے بدلے یہین خواری دین
عشق بے جرم جو کچھ ہو تو گنہگاری دین

قصد فریاد ہی گر یار تلک انصاف کرین
پردے کو سنگ کدورت سے یہین صاف کرین

مست ہر س خاک پے عشاق کہ ہم کیا کم تھے
موج سیلاب یہ آنسو کے گئے عالم تھے
حرف دیر ذرہ ہی پہ دیدے ہمارے نم تھے
یعنے اے ابر کسی عہد مین ہم ہی ہم تھے

عزم گر دینگا آبادی سے گر اٹھتے تھے
بیٹھ کر دشت مین طوفان ہی کر اٹھتے تھے

کون تھا یان کہ مجھے دیکھ ندامت رکھے
میر صد سال خدا تجکو سلامت رکھے
یا مرے سر پہ نصیحت سے قیامت رکھے
تو نہووے نہ مجھے کر کے ملامت رکھے

ورنہ ابتک تو مری خاک کبھی ہو جاتی ہوا
لگئی ہوتی تبرک کیطرح باد صبا

مسدس

تنک پوشی سے نہ محفوظ تمھین پاتے تھے
سکی چوبی کبھو در پر نہ تم آتے تھے
تنگ جامے جو سے جاتے تو گھبراتے تھے
لپٹے دامن سے اُلٹ گھر ہی مین پھر جاتے تھے

یا تو اب کہنی پٹی مونڈھے چسے رہتے ہین
باہر اندر ہو کہین بند کسے رہتے ہین

شوق زینت سے نہ تھا ربط نہ رعنائی سے
تو سو بار کمر بندھتی ہوا کلائی سے
دل نہ آشنا تھا لگا خوب بے مزائی سے
دیکھتے رہتے ہو ترکیب ہی خود رائی سے

روسیہ آئینہ سے تمکو فراغت ہی نہین
سرمہ تیرہ درون سے کہین فرصت ہی نہین

شانہ اب ہاتھ مین لعت بنا کرتی ہی
اس سرمے کی سلائی بھی ہاتی ہی
مستی دانتو نمین کسی بار لگا کرتی ہی
آنکھ رعنائی پہ اپنی ہی پڑا کرتی ہی

جان آنکھو نمین کسی کی ہو نظر تمکو نہین
غش کرے کوئی ستم دیدہ خبر تمکو نہین

ب گلی کو چو نمین پھرتے تھے لیے تم تلوا
ہاتھ خونخوار نہ پھرتے تھے نہ تم خونخوا
پر تلا کا ہیکو رہتا تھا گلے کا یون ہا
دم مین لاحق کسے یون جان نہ رکھتے تھے مار

مایۂ فتنہ و پرخاش ہوا اب لو

مسدس

چھیڑی گالی دے اشارت کرے چشمک مارے
عشوہ و غمزہ و انداز بھلا دے سارے

زندگانی ہو مجھے ہاتھ سے اسکے دشوار
بیونخین ہر آن ہین بسے مجھے سو آزار
کوئی دن تو بھی پھرے جان پہ بیزار
طنز و تعریض کنائی کی رہی اک بوچھار

جا کے ٹک سامنے اسکے تو بہت تر آوے
عرق شرم مین ڈوبا ہوا سب گھر آوے

دل واسوختہ کو اپنے لیے جاتے ہین
اپنی جا غیرون کو ناچار دیے جاتے ہین
غصے سے خون جگر اپنا پیے جاتے ہین
ایکبار یون جاتے نہین عہد کیے جاتے ہین

آویگا تو بھی منانے کو نہ آوینگے ہم
جان سے جا دینگے پیان سے نجا دینگے ہم

بازگشت اب کسو طرح نہین ہی منظور
جانا ٹھانا تو پھر آنے کا یہان کیا مذکور
گو کہ درپیش ہمین آوے رہ دور و دراز
جی سے اپنے بھی گذر جائی پہ تا مقدور

منھ ادھر کریے نہ جس جا سے بنے اٹھ جانا
قدر کھو دیوے ہی ہر بار کا آنا جانا

میرا اعراض بھی لوگون نے کیا ہی آگے
در لگے داسوز سے تو ہو بھی پیا ہی آگے

خوبی رعنائی ہی تجکو بہت فرصت ہی
اپنی ترکیب بنانے سے کہان مہلت ہی
چہرہ آرائی شب روز ہی یہ صورت ہی
شانہ و زلف گتھی رہتی ہین یہ صورت ہی

سرمے سے آنکھ اٹھاوے تو مرارو دیکھے
آرسی چھوڑے تجھے ٹک تو ادھر تو دیکھے

محو کس روز تجھے پاتے تھے رعنائی کا
ذوق رہتا تھا تجھے کا ہیکو خود رائی کا
کب کب انجیل رہے تھا ہاتھ مین کلائی کا
اتنا دل البستہ نہ تھا جامہ زیبائی کا

سرخ سنجاف نہ لگتی تھی نہ ہوتے تھے چاک
خون سے عشق کے ماروںکے یہ دامن تھا پاک

ایسے اوباشونکی تقلید مین کب تھی ہات وہ
تنگ چولی کی نہ رہتا تھا کبھی اتنا گرد
پاٹ دامن کے نہوتے تھے ترے ساتھ کے سو
اتنو ہی پھر تو ڈھیلے ہو کمر اک بھی جو

درزی کا ہی بنا ہی گرے ٹھیک نہ جبتک سی لے
کاڑھی نا کے مین سوئی کے کرے ٹانکے ڈھیلے

خط بھی آیا پہ مری تیری صفائی نہوئی
کس گھڑی آنکے بیٹھے کہ لڑائی نہوئی
اپنی سج دیکھنے سے تجکو رہائی نہوئی
اک بلا جی کی ہوئی تنگ قبائی نہوئی

رک گئے دیکھتے دس جا سے ترے مونڈھے چھپے

۵۱۳

جی نہ نکلا اگر اسمین تو کڑھا کریگا
مرثیہ اپنا کہین بیٹھے کہا کریگا

مسدس

جاتی ہے شب تارو گنتی ونکو بھرتا ہون حبُاب
داغ تڑپتا ہی جدا جی کو جدا ہی اضطراب
کبتلک اس خاک دانمین جھون بگولا پیچ و تاب
ہر گھڑی تازہ تعب ہر دم نیا ہی اک عذاب

یا علی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

اب گرا جاتا ہون جشم خلق سے لے تا سنبھال
مرحمت کر یکرمت کر رنج سے مجکو نکال
دیکھ مت اس سے زیادہ خوار زار و خستہ حال
کبتلک محزون رہونمین تا کجا کھینچون ملال

یا علی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

کیا لکھے اعجاز تیرے خامۂ جادو شعار
وقت جب آتا ہی تنگ ای قدرت پروردگار
توہی ہی ایک لیکن نام تیرے ہین ہزار
نام لے کر تیرے کہتا ہی ہر اک یون پکار

یا علی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

حاجت اہل جہان داسبہ ...
سہل ہین یان مشکلین آسان ہین یان ...
عارف دعا کی سمجھو تھا ہی و ظیفہ تیرا نام
زیر لب ہر اک رہتا ہی ہر صبح شام

یا علی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
دل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

تنگ ہی ... ہر دم رکا جاتا ہی آہ
باسنے جاتا بھی نہین آتا ہی مین او غفر آہ
آسمان مین تیرے دکھلائی نہین دیتا نگاہ

یا علی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب
حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب

۵۱۴

یا علی یا ایلیا یا بوالحسن یا بوتراب حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب	

غالبًا ہو پنچے ہم اب میر کو بھی برگ و ساز شام کہتا ہی یہی رکھہ خاک پہ روے نیاز	آبلہ یک بن گیا ہی جاۂ تن ہو کر گداز صبح پڑھتا ہی یہی جائے دعا بعد از نماز

یا علی یا ایلیا یا ابوالحسن یا بوتراب حل مشکل سرور دین شافع یوم الحساب	

مسدس در منقبت

درویش جو ہیں قصر دلخواہ کہیں ہیں اک واقف اسرار دل آگاہ کہیں ہیں	سالک جو ہیں وے راہبر راہ کہیں ہیں ایک چرخ حقیقت کا تجھے ماہ کہیں ہیں

کیا صحیح ہی یہ تجھے ہم شاہ کہیں ہیں سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں	

مذکور کہیں نام ترا کام روا ہی ہر ایک نے کچھ حسب خرد اپنی کہا ہی	مشہور لقب ایک جگہ راہنما ہی سمجھا نہ کوئی یہ کہ حقیقت میں تو کیا ہی

کیا صحیح ہی یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں	

کیا صحیح ہی یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

[illegible]

۵۱۵

[illegible]

کیا صحیح ہی یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

[illegible]

کیا صحیح ہی یہ جو تجھے ہم شاہ کہیں ہیں
سچے ہیں وہی لوگ جو اللہ کہیں ہیں

یعقوب

مناجات

بسم الله الرحمن الرحیم

سچے ہین وہی لوگ جو الله کہین ہین

کیا مدح ہو یہ جو تجھے ہم شاہ کہین ہین

یعقوب کا تھا کلبۂ احزان مین تو غمخوار رحمت کا فرشتہ ہو ترے لطف نے ہر بار	یوسف کا مالک بنے کے ہوا چہ مین مددگار کی آتش نمرود ابراہیم پہ گلزار
کیا مدح ہو یہ جو تجھے ہم شاہ کہین ہین سچے ہین وہی لوگ جو الله کہین ہین	
اُٹھا ہو وہ انگشت سے دروازۂ خیبر کیا ہاتھ سے کر گیا جان سے عنتر	چیرا ہو کس انداز سے گہوارہ مین اژدر ظاہر ہو کہ یان تھا وہی ظاہر وہی مظہر
کیا مدح ہو یہ جو تجھے ہم شاہ کہین ہین سچے ہین وہی لوگ جو الله کہین ہین	
ثانی ترا پاتے نہین تسلیم و رضا مین مشہور سخاوت ہو تری شاہ و گدا مین	ایوب سے ہو صبر ترا سا نہ بلا مین تین خود کے تئین بخش دیا راہ خدا مین
کیا مدح ہو یہ جو تجھے ہم شاہ کہین ہین سچے ہین وہی لوگ جو الله کہین ہین	
اے وہ کہ تو ہو جان و جہان سارا ہے تو غالب اک پل مین جو اگر دے تو ان سب کے مطالب	در پر ترے اکٹھے ہون تری سیکڑون طالب ہم عاجز و عاجز ہین تو ہی غالب و غالب
کیا مدح ہو یہ جو تجھے ہم شاہ کہین ہین	

ہر کسے چیزے بیادت در گلستاں میکشد

آئی تھی ملاقات کی راہ اسکے ولے سود ‌ ‌ ‌ ‌ تا چشم کنم باز شب وصل سحر سود

عمر گذاران بر سر انصاف نیامد

جہان سے آئی کہ جاتا ہی تجکو مجسے سن ‌ ‌ ‌ ‌ یکے بگو رغریبان شہر سیری کن

بہ بین کہ نقش بلا ہا چہ باطل افتادہ است

اگرچہ آب دم آخر ہی لیکن ای غمخوار ‌ ‌ ‌ ‌ بہجر زندہ ام آئینہ پیش من مگذار

جدا از یار خود روبرو شدن ستم است

ہی بھی جو کوئی یاں سو نہیں کہ ہی وہ مانند ‌ ‌ ‌ ‌ نیک و بد عالم ہمہ عنقا صفت مانند

یعنے خبر از ہر کہ گرفتم خبرے بود

تمام شد مثلث میر

پیشوای پیشوایان سجدہ گاہ مومنان
زینت بطحا و یثرب رونق اسلام و دین
مظہر صد عجائب مصدر لطف و کرم
زیب منبر جانشین رحمت للعالمین
مقصد دل آشنایان مدعای عاشقان
آرزوی اہل عرفان مطلب اہل یقین
وارث دین داور عادل شفیع روز حشر
حافظ عرش برین قاضی شرع متین
مالک ملک ولایت حاکم عالم پسند
بادشاہ صاحب استقلال امیر المومنین

بند دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت بند

السّلام ای رازدار داور جان آفرین
ذات تیری جون خدا کی ذات ہی والاصفات
یہ شرافت یہ سیادت یہ تقدس یہ کمال
تو ولی ہی تو وصی ہی تو علی ہی تو وہی
کیا تعقل کیا تحمل کیا تبختر کیا وقار
سیّد برحق شریف النفس فخر روزگار

السّلام ای لامکان کے حاکم مسند نشین
بے شریک بے عدیل و بے نظیر و بے قرین
یہ تنزہ یہ تعلی یہ تفوق ہی کہین
جس سے بالاتر تصور کیجیے تو کچھ نہین
طفل مکتب درس گہ کا تیرے عقل اولین
باعث عز سپہر و موجب فخر زمین

یا ربی برگے گران ہی اور ہین ہون ناتوان
بے نسیم فیض تیری اس چمن مین ہین کہان

بند سوم

اے شہ خوبی نسب والا حسب عالی تبار
جملہ تن عزت سراپا وقر دیکھیے اعتبار

اللہ اللہ بازو قدر و قدرت دیدنی
دیکھنے کی جا حشمت سیر قابل اقتدار

قدس کے باشندگان کا ناز تیرے ذات پر
نوع النسان کا تمامی تیرے اوپر افتخار

قلع خیبر مرگ اثر در کھینچنا خورشید کا
ہین فسانے روز کے تیرے جہان مین یادگار

جھک گئے گردنکشون کے سر جہان مین نے کہا
لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار

تو کیے جاروب ہتی میدان کین کی تیری تیغ
جسکے نکلے نے خس و خاشاک نے گرد و غبار

تو نے چھیڑا ہی اگر مرکب کو اپنے کیگہان
تو ہوا ہی اُس وش اس بادپیما کا گذار

جون کوئی بجلی چمک جاتی ہی گاہی پیش چشم
پھر کھلے پر آنکھ کے رہ جاتے ہین حیران کار

گوشہ محراب مین ہاتھ نکلے تیغ نے سی کام
روز میدان سایۂ شمشیر مین ہنا شعار

کیا چھپے ہی کچھ یہ شخصیت جو مین ظاہر کرون
پر ترے اوصاف سے ہین قریۂ شہر و دیار

ہو گہر بخشی سے تیری ابر نیسان یکطرف
ہی کف ہمت کے آگے تیرے دریا یک کنار

مہربان ہو یک نظر اس چشم نم کی اور دیکھ
دیکھ مت میری طرف اپنے کرم کی اور دیکھ

٥١٩

مطلع ثانی

تو زبر داری کرے سلک کبھی تو قیمت ہو دو چند	یعنی ہو رے جلیس کا سد پس قبول خاص و عام

سو خدا نا کردہ ہیچ سے نہین کرتا حقیر
آرزو ہوتی نہین ہی عیب ای ایمان میر

قصیدہ در مدح نواب آصف الدولہ بہادر

ہوا کیے ہین زبس شکوۂ فلک تحریر — سیہ ہی کاغذ مشقی کے رنگ لوح ضمیر

کرون نہ شکر جفا ہاے آسمان کیونکر — مرے خرابی مین ان نے نہ کی کبھو تقصیر

دیا ہزارون کو دست ان نے خانہ سازی کا — دل شکستہ کو میرے کیا نہ یک تعمیر

جو مین نے چاہا کہ جلد اپنا کام کیجے تمام — تو روسیاہ نے اُس کام مین کبھی کی تاخیر

کیا تھا چشم طمع کو مین اک سحر اسیر — سو جام خون دیا ان نے جاے کاسۂ سیر

دماغ رفتہ شگفتن سے آشنا نہ ہوا — کہ اس چمن مین رکھا ان نے غنچہ ساں دلگیر

در قبول سے نا امید پہونچی میری دعا — پھر آیا عرش سے نالے کو میرے بے تاثیر

نہ دیکھا صفحہ عالم کو مین کہ ان نے رکھا — ہمیشہ اپنا ہی حیران کار جون تصویر

برائے یک لب نان مجھ ضعیف کو ان نے — ہلال وار کیا سارے شہر مین تشہیر

فلک کے شکوہ مین تھا مین کہ ہمنشین بولا — کہ اے جوان ستم کشتۂ سپہر پیر

غزل نہ لطف کی اک تو نے میر صاحب کے — سنی نہ ہم نے کوئی آشیانہ سوز صفیر

۵۲۱

مطلع سوم

فلک شکوہ ستارہ حشم خدیو جہان
ترے جلال کو کس لفظوں مین کرون تعبیر

زہے یہ حشمت و جاہ و جلال قدرت و زور
کہ تیرے حکم کے آگے ہی سہل امر خطیر

ترے محرر دفتر کا ہی سدا محتاج
جہان مین شہرہ عطارد جو ہی فلک کا دبیر

زہے علو مراتب کہ در پہ باز بناے
ہزار بار اگر چرخ مارے چرخ اثیر

شریک مشورہ کارخانۂ عالم
کیا ہی تجھکو قضا و قدر نے مین تیرے مشیر

روان ہو صبح کا گر مرکب صفر پیکر
تو نا بشام کرے رو دم و شام تک تسخیر

کف سخا کی تری ریزش کرم کے حضور
گیا ہی قطرہ زنان شرم گین ہوا ابر مطیر

ہم کو تیری بیان کیا کرون کہ اگر مدح
ہوئے ہین خلق تری بخشی کو تاج و سریر

کرون مین عرض سو کیا ہفت گنج خسرو کو
کہ تیرے بخش دیے کے نہین ہین عشر و عشیر

لکھون سو کیا تری خدام کی سخاوت کو
بنا و ۔ سے وقت دہش تیرے قلیل و کثیر

ثبات حرف کو تیرے قلم کی کیا لکھیے
کھے تو خامۂ فولاد سے کیا تحریر

برات روزی کسو کی شرف کو دستخط کی
ہو بخشی ہی تو نہین مٹتی جون خط تقدیر

نہین ہی شہر مین نام و نشان منہیات
رہی ہی نے کو کوئی جنگل مین سو رائے حصیر

مزاج رفع پہ بدعت کی ہو تو نہ اٹھی
صدا ے نے کا تو کیا ذکر ہی قلم کی صریر

نسق کو کام تو فرماوے ایک آن اگر
تو پھر زمانہ قیامت تلک نہ پاوے تغیر

قطعہ

قطعہ در تعریف اسپ وزیر زمان آصف دوران نواب آصف الدولہ بہادر

وزیر زمان نے لیا ایک اسپ	کہ ہے رشک گلگون باد بہار
نظر پوست سے اسکے آتا ہے خون	کیا جلد پر اسکے گل کو نثار
ذاکر اسے بار ہا سیر کی	نہ نکلا کبھو ابلق روزگار
کرون اسکی کیا تیزگاہی کی شرح	ہرن اسپ شمشیر سے ہو شکار
ک اک تسمسا دے جو راکب تو پھر	نہیں اسکو راتون بھی ہرگز قرار
ہمان باگ اچک جاے محبوب کی	عنان دل اسکی ہے پھر اختیار
کرے عزم ابد کا ازل سے اگر	وہ جانباز جو اسپ ہو وے سوار
ے اسکو کر چھیڑ لیکہ کہان	تو یہ باد پیمان کرے یون گذار
لیکے قدم گرد جو اٹھ چلے	نہ پھرنے تک اسکے وہ بیٹھے غبار

غرض اسپ ہے یا چھلاوا ہے میر
رہین زیر ران اسکے ایسے ہزار

قطعہ در تہنیت صحت

قطعہ

ختم ہوئے یان یہ مضامین چسپت
دیکھے ہین اُستادونکے دیوان بہت
سب سے نرالی ہی یہ شیرین زبان
نسخہ ہی یہ جانسے زیادہ عزیز

میر کی تصنیف ہی نادر کلام
بر یہ ہی مقبول خواص و عوام
کرتی ہی بس قند و شکر کا یہ کام
پیش نظر رکھتے ہین سب صبح و شام

حق سے دعا ہی یہی اسکے لیے
ہووے یہ مقبول خواطر مدام

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغاز مثنوی مسمےٰ بشعلۂ شوق

محبت نے ظلمت سے کاڑھا ہی نور — نہوتی محبّت نہوتا ظہور
محبّت مسبب محبت سبب — محبّت سے آتے ہین کار عجب
محبّت بن اس جا نہ آیا کوئی — محبّت سے خالی نہ پایا کوئی
محبّت ہی اس کارخانے مین ہی — محبّت ہے سب کچھ زمانے مین ہی
محبّت سے گویا ہوا ہی فراغ — محبّت نے کیا کیا دکھائے ہین داغ
محبّت اگر کارپرداز ہو — دلون کے تئین سوز سے ساز ہو

ستم اس بلا کی ہی سہتے گئے
سب اُس کو عشق کہتے گئے

اس آتش سے گرمی ہو خورشید مین
یہی ذرے کی جان نومید مین

اسی سے دل ماہ ہو داغدار
کتان جگر ہو سراسر فگار

نہ اِسکے چرچے حکایت سُنی
گہے شکر گاہے شکایت سُنی

اسی سے قیامت ہی ہر جا راور
اسی فتنہ گر کا ہو عالم مین شور

کوئی شہر ایسا ندیکھا کہ وان
نہوا اُس سے آشوب محشر عیان

کب اس عشق نے تازہ کاری نکی
کہان خون سے غازہ کاری نکی

زمانے مین ایسا نہین تازہ کارہ
غرض ہو یہ اعجوبۂ روزگار

آغاز قصہ

عجب کام سُنیے مین اس سے ہوا
عجب اہل عالم کو جس سے ہوا

کہ وان اک جوان تھا بہرام نام
خوش اندام و خوش قامت و خوش خرام

جوانی کے گلشن کا وہ آب و رنگ
گلستان پہ کام اُسکی خوبی سے تنگ

جدھر نکلے رنگین ادائی کے ساتھ
چلے جائین جی خوش نمائی کے ساتھ

کھلے بال چلتا تھا وہ سرو ناز
قدمبوس کو آتی عمر دراز

جدھر کو وہ ٹک گرم رفتار ہو
قیامت اُدھر سے نمودار ہو

کوئی دل ستم کشتۂ اک نگاہ
کوئی جان ہونٹھون پہ موقوف آہ

کسو پر فسون گردش چشم کا
کسو پر غضب غمزۂ وخشم کا

کوئی دست بردل کوئی بیقرار
کوئی بیخبر کوئی بے اختیار

انھون مین سے اک عاشق زار تھا
اُس آفت کو اُس سے سروکار تھا

محبت مین تھا جذب کامل اُسے
مراد دل اپنی تھی حاصل اُسے

شب و روز ہم بستر کام دل
ہمیشہ ہم آغوش آرام دل

دم اسکے مین یہان تک تو تاثیر تھی
کہ صحبت اس آتش در گیر تھی

بہم ربط چسپان بہم اختلاط
نہ کم ہوتی گرمی نہ کم اختلاط

مرے کوئی غم سے کوئی ہو ہلاک
وہ شعلہ اُسے خس سے رکھتا تپاک

کہان حسن مین تھا وفا کا یہ پاس
یہ سینے کہ ہیگا خلاف قیاس

بہت سے بہت اُسکا مالوف تھا
اُسی کی تسلی سے مصروف تھا

کہ ناگہ وہ دلبر ہوا کد خدا
رہا اپنے عاشق سے چندے جدا

زن و شو مین اخلاص باہم ہوا
اُس آشفتہ سے رابطہ کم ہوا

نگاہین بہم دلمین کاوش کرین
سخن سے وفا مین تراوش کرین

ہوا ربط چسپان بہم اسقدر
کہ دشوار اُٹھے ہمدگر یک نظر

یہ سنکر کہا اُس دل افگار نے — ستم کشتۂ دوری یار نے

کہ مجھکو نہین تیری باتین قبول — یہ مکر زنان ہی تو اینزہ مجہول

وفا کتنے ان ناقصون مین سے کی — ہوا شوے کسکا کہ وہ پھر نہ جی

یہ ظاہر مین ہر چند ہون رشک ماہ — ولیکن ہین باطن مین مار سیاہ

خدا مکر سے انکے وے ہی خبر — نہین اُنسے کوئی فریبندہ تر

جہان مین فریب انکا مشہور ہی — زبانون پہ مکر انکا مذکور ہی

لیے امتحان عاقبت یک نفر — مقرر ہوا تا کہ جا اُسکے گھر

گہے غرق دریا ہوا بر سرام — ہوئی زندگانیکی صبح اسکی شام

گیا تھا نہانے کو وقت سحر — سو ڈوبا وہ خورشید روشن گہر

کیا موج دریا نے سر سے گذار — اُٹھا طبع نازک سے اسکے غبار

وہ گیسو جو بکھرے تھے بالائے آب — سو اب موج دریا کو ہی پیچ و تاب

پھرین تھین جو مے انکھڑیان آب مین — سو وے گردشین اب ہین گرداب مین

تمنا مین تھے جسکے سب دل فگار — سو دریا کو اب ہی وہ بوس و کنار

نہ سمجھا وہ نافہم اسرار عشق — نہ سوچا وہ ناتجربہ کار عشق

کہا غرق دریا ہوا بر سرام — ہوا کام اُس رشک مہ کا تمام

تھا بیخود و بےخرد بےحواس
گرا آکے اس پیکر مردہ پاس

لگا کہنے اے مایۂ زندگی
مجھے منھ سے تیرے ہی شرمندگی

کیا جلد رخت سفر تونے بار
نہ میرا کیا آہ ٹک انتظار

نہ میری سنی کچھ نہ اپنی کہی
مرے تیرے دونون کے جی مین رہی

زمین پر سے آخر اُٹھایا اُسے
لب آب جاکر جلایا اُسے

جب آگ اُسکے پیکر پہ سب چھا گئی
محبّت عجب داغ دکھلا گئی

وہ سرگرم فریاد و زاری ہوا
لہو اُسکی آنکھونسے جاری ہوا

جگر غم مین یک لخت خون ہوگیا
رکا دل کہ آخر جنون ہوگیا

گئے ہوش و صبر اسکے ایکبارگی
طبیعت مین آئی اک آوارگی

سراسیمگی سے بگولا ہوا
پھرے اسطرح جیسے بھولا ہوا

نہ جی کو تسلی نہ دل کو قرار
کف غم مین سررشتہ اختیار

کبھو یاد کر اُسکو نالان رہے
کبھو ٹک جو بھولے تو حیران رہے

کبھو یان کبھو وان بحال خراب
وہی بیقراری وہی اضطراب

رہے گھر تو آشوبگہ وہ گلی
چمن مین جو لیجائین تو بیکلی

کبھو متصل ہونٹھ پر آہ سرد
کبھو دست بر دل کہ دلمین ہے درد

گیا وہ یہ کہکر سوے آسمان ۔ رہے ہو مجھے رات دن خوف جان

سنا حال شعلہ کا صیاد سے ۔ وہان ایک اٹھا جان ناشاد سے

ہوا شعلۂ شوق دل سے بلند ۔ رہا لوٹتا آگ مین جون سپند

گئی رات جون تون ہوئی صبح جب ۔ زیادہ ہوئی عشق کی تاب تب

محبت نے کی اشتعالک کر وہ ۔ سراسیمہ آیا چلا اس جگہ

جہان سے اٹھی تھی یہ آتش سلگ ۔ پھر اُسکے جگر کو لگی گھر کو لگ

تبسم کنان وان یہ اُن نے کہا ۔ کہ کلفت مین غم کی بہت مین رہا

چلو سیل گشتی کو ہنگام شب ۔ لب آب خالی کرین دلکو سب

ہوا سو ہوا یو نہین تقدیر تھی ۔ جہان سوز اُلفت کی تاثیر تھی

نہوتے جو دلگیر یان متصل ۔ نہوتی یہ آتش کبھو مشتعل

کیان عقل کی اُن نے باتین جو وان ۔ وہ عاشق جو تھا درپئے امتحان

لگا کہنے یہ آرزو تھی مجھے ۔ کہ اک روز ہشیار دیکھون تجھے

سو یہ دن خدا نے دکھایا مجھے ۔ سخن تیرے منہ کا سنایا مجھے

ندامت سے ہو تنگ شاہد ہین سب ۔ گرفتار ہون مین بحال عجب

نہ خجلت سے رہ ہو جو کچھ مین کہون ۔ نہ قدرت اجل پر کہ مر بھی رہون

ہو کر فروغ اک سوے آسمان — تڑپنے لگا جیسے آتش بجان

ی دم مین دریا پہ آیا فرود — ہوا نیزہ بالا بھون کا نمود

لب آب وہ شعلۂ جان گداز — تڑپ کر بہت بازبان دراز

پکارا کہان ہی پرسرام تو — محبت کا ٹک دیکھ انجام تو

کر مین جملہ تن آتش تیز ہون — دل گرم سے شعلہ انگیز ہون

بھڑکتی ہی جب آگ دل کی مری — لب آب اتر دن ہون غم مین ترے

سوزش دل ہو کم آب سے — بجھے جی مرا اس تپ و تاب سے

سو یہ آب رکھتا ہی روغن کا کام — کیا عشق نے آہ دشمن کا کام

بیتاب سنکر ہوا بیقرار — سفینے سے اترا بصد اضطرار

ہوا ہمدم اس آتش انگیز سے — کہا اس بلاے دل آویز سے

کہ مین ہون ہی پرسرام خانہ خراب — مرا دل بھی اس آگ سے ہی کباب

رے بھی جگر مین یہی سوز ہی — یہی مجکو جلنا شب و روز ہی

محبت تری برق خرمن ہوئی — تری دشمنی جی کی دشمن ہوئی

سخن مختصر کچھ وہ شعلہ جلا — کچھ اک اپنی جا گر سے یہ دل جلا

ہم گرمجوشی سے یک جا ہوئے — کہ گذری تھی مدت بھی تنہا ہوئے

خصوصاً وہ عاشق ہوا پُر خجل	ندامت ہوئی یہ جسے متصل
نہ تھا اگلی خجلت ہی سے روے حرف	ہوا دوسرا ماجراے شگرف
تفکر کے دریا مین ڈوبا ہوا	کنارے پہ بیٹھا تھا روتا ہوا
کہ پوچھینگے جو اسکے واماندگان	تو یہ واقعہ کیا کرونگا بیان
کہون کیونکہ یکبار وہ جل گیا	کفِ خاک ہو خاک مین ملگیا
کھنچی جرم کو بیگنا ہی مری	ہوئی شہر مین روسیاہی مری
وہ شعلہ جلاتا مجھے کاشکے	لیے ساتھ جاتا مجھے کاشکے

مقولہ شاعر

اگر ہی یہ قصہ بھی حیرت فزا	ولے میر یہ عشق ہی بد بلا
بہت جی جلائے ہین اس عشق نے	بہت گھر لٹائے ہین اس عشق نے
فسانون سے اسکے لبالب ہی دہر	جلائے ہین اس تند آتش نے شہر

محبت نہو کاش مخلوق کو
بچھوڑے یہ عاشق نہ معشوق کو

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی دریائے عشق

عشق ہو تازہ کار تازہ خیال
ہر جگہ اُسکی اک نئی ہی چال

دل میں جا کر کہیں تو درد ہوا
کہیں سینے میں آہ سرد ہوا

کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا
کہیں سر میں جنون ہو کے رہا

کہیں رونا ہوا ندامت کا
کہیں ہنسنا ہوا جراحت کا

گہ نمک اسکو داغ کا پایا
گہ پتنگا چراغ کا پایا

واں طپیدن ہوا جگر کے بیچ
یاں تبسم ہی زخم تر کے بیچ

آرزو تھا امید وارون کی | دردمندی جگر فگارون کی
نمک زخم سینہ ریشان ہی | نگہ یار بھر کیشان ہی
حسرت آلودہ آہ تھا یہ کہین | شوق کی یک نگاہ تھا کہین
کشش اسکی ہی ایک اعجوبہ | ڈوبا عاشق تو یار بھی ڈوبا
کون محروم وصل یان سے گیا | کہ نہ یار اُسکا پھر جہان سے گیا
کام مین اپنے عشق پکا ہو | ہان یہ نیرنگ ساز پکا ہو
جسکو ہو اسکی التفات نصیب | ہو وہ مہمان چندروزہ غریب
ایسی تقریب ڈھونڈھ لاتا ہی | کروہ ناچار جی سے جاتا ہی

آغاز قصۂ جانگداز

ایک جا اک جوان رعنا تھا | لالہ رخسار سرو بالا تھا
عشق رکھتا تھا اسکی چھاتی گرم | دل وہ رکھتا تھا موم سے بھی نرم
شوق تھا اسکو صورت خوش سے | انس رکھتا تھا وضع دلکش سے
تھا طرحدار آپ بھی لیکن | رہ نہ سکتا تھا اچھی صورت بن
کوئی ترکیب اگر نظر آتی | صورت حال اور ہو جاتی
دیکھتا گروہ کوئی خوش پرکار | رہتا خمیازہ کش ہی لیل و نہار

وہ تو رکھتی نہ تھی خیال اسکا
بیطرح ہووے گو کہ حال اسکا

جھاڑ دامن کے تئین وہ مہ پارہ
اُٹھ گئی سامنے سے یکبارہ

رہ گئی اُسکے سر بلا آئی
خاک مین مل گئی وہ رعنائی

دل پہ کرنے لگا طپیدن ناز
رنگ چہرے سے کر چلا پرواز

ہاتھ جانے لگا گریبان تک
چاک کے پھیلے پانون دامان تک

طبع نے اک جنون کیا پیدا
اشک نے رنگ خون کیا پیدا

سورش دل نے جی مین جاگہ کی
داغ نے آ جگر کو آتش دی

بستر خاک پر گرا وہ زار
درد کا گھر ہوا دل بیمار

خاطر افگار خار خار ہوئی
جان تمناکش نگار ہوئی

اُسکے منھ پر پڑی جو اسکی نگاہ
نا امیدی کے ساتھی سر کی آہ

خود ہوئی نالۂ حزین کے ساتھ
رابطہ آہ آتشین کے ساتھ

ہونٹھ سوکھے تو خون ناب ملا
خواب و خور دونون کو جواب ملا

خلق اُسکی ہوئی تماشائی
پر جو وہ دیکھنے کبھو آئی

کچھ کہا گر کسو نے شفقت سے
رو دیا اُن نے ایک حسرت سے

جا کے اُسکے قریب در بیٹھا
قصد مرنے کا اپنے کر بیٹھا

ایکدم آه سرد بهرا وٹهنا
نالهٔ گرم گاه گرا وٹهنا

جی مین کہتا کہ آه مشکل ہی
اسطرف یک نگاه مشکل ہی

دوست کو میرے نام سی ہو ننگ
دشمنون سے ہی جی پہ عرصہ تنگ

چشم ترسے لہو بہا کرتا
صبح کے باد سے کہا کرتا

کاے نسیم سحر یہ اُس سے کہ
مست تغافل کرا ور غافل ره

ان بلاؤن مین کوئی کیونکہ جیے
جان پر آبنی ہی ترے لیے

جان دون تیرے واسطے سو تو
آنکھ اٹھا کر ادھر ندیکھے کبھو

رفتہ رفتہ ہوا ہون سودائی
دور پہونچی ہی میری رسوائی

نام کو بھی ترے نجانا آه
تجھسے کیونکر سخن کی نکلی راه

نا امیدانہ گر کرون ہون نگاه
دیکھتا ہون ہزار روز سیاه

سخت مشکل ہی سخت ہی بیداد
ایک مین خون گرفتہ سو جلاد

کوئی مشفق نہین کہ ہووے شفیق
بیکسی مین نہین ہی کوئی رفیق

نالہ ہوتا ہی گر گئے دل جو
گریہ آنسو سے پونچھتا ہی کبھو

آه جو ہمدمی سے کرتی ہی
اب تو وه بھی کمی سی کرتی ہی

چشم رکھتا ہو وصل کی یہ دل
جی ہر اس سے اسیر آب و گل

سب محافے مین اُسکو کرکے سوار
ساتھ دی ایک دایۂ غدار

پاردریا کے جلد رخصت کی
اس طرح فکر رفع تہمت کی

گھر تھا اک آشنا کا مدِّ نگاہ
وان ہورو پوش تا یہ غیرت ماہ

ہووے جب اس بلا سے خاطر جمع
نور افزائے خانہ ہون جون شمع

گھر سے باہر محافہ جب نکلا
اس جوان پاس ہوکے تب نکلا

بلبش دل سے ہوکے یہ آگاہ
ہولیا ساتھ اُسکے بھرکر آہ

وان کے رہنے سے اُسکو کام نتھا
وہ گلے اُسکا کچھ مقام نتھا

جس سے جی کو کمال ہو اُلفت
جس سے دلکی درست ہو نسبت

جنبش اُسکی پلک کو گردان ہو
دل مین یان کاوش نمایان ہو

وان اگر ہو شکست کا سو باب
یان رگ جان کو ہووے پیچ وتاب

وان اگر پاؤن مین لگے ہی خار
دل سے یان سر نکالی ہی یکبار

یار کو درد چشم گر ہووے
چشم عاشق لہو مین تر ہووے

چاک دامن ہین وان پئے زینت
یان گریبان ہی چاک گل کی صفت

وان دہن تنگ یان ہی دلتنگی
حسن اور عشق مین ہی یکرنگی

دست افشان وہ پائے کوبان یہ
تھا محافے کے ساتھ گرم رہ

ناز و خوبی نے دل دیا نہ تجھے | رحم سے آشنا کیا نہ مجھے
اب تغافل نہ کر تلطف کر | حال پر میرے ٹک تاسف کر
گوش زد دایہ کے ہوئے یہ سخن | تھے وہ استاد کار حیلہ و فن
پاس اسکو بلا تسلی کی | وعدہ وصل سے تشفی دی
کاے ستم دیدۂ غم دوری | ہو چکا اب زمانہ مہجوری
زار نالے نہ کر شکیبا ہو | عشق کا راز تا نہ رسوا ہو
دل قوی رکھ نہ جی کو کاہش دے | چل کوئی دم کو داد خواہش لے
سخت دل تنگ تھی یہ غیرت ماہ | قطع تجھ بن نہو سکے تھی راہ
گرچہ یہ حسن اتفاق سے ہے | اسکی بھی جذب اشتیاق سے ہے
ترے آنے سے دل کشادہ ہوا | تشنۂ دوستی زیادہ ہوا
بزم عشرت کرینگے باہم ساز | ہوجیو تو اب اپنے دوستکا ہمراز
دیکر اسکو فریب ساتھ لیا | دل عاشق کو اپنے ہاتھ لیا
لیک در پردہ اُن نے یہ ٹھانی | کیجیے اس سے خصمی جانی
یہ تو دل تفتۂ محبت تھا | سخت دارفتۂ محبت تھا
وقت نزدیک تھا جو آپہونچا | تا سر آب پا بپا ہونچا

بے خبر کار عشق کی تہ سے
جست کی اُن نے اپنی جاگہ سے

تھا سفینے مین پا کر دریا مین
موج زنجیر ہو گئی پا مین

کھچ گیا قعر گو یہ گوہر ناب
تھی کشش عشق کی مگر تہ آب

کہتے ہین ڈوبے آ چھلتے ہین
ڈوبے ایسے کوئی نکلتے ہین

ڈوبے جویان کہین وہ جا نکلے
غرق دریاے عشق کیا نکلے

عشق نے آہ کھو دیا اُسکو
آخر آخر ڈبو دیا اُسکو

جبکہ دریا مین ڈوب کردہ جوان
کھو گیا گوہر گرامی جان

دایۂ حیلہ گر ہوئی دلشاد
وان سے کشتی چلی برنگ باد

خار خار دلی سے فارغ ہو
لیگئی یار اُس گل نو کو

یہ نہ سمجھی کہ عشق آفت ہی
فتنہ سازی مین اک قیامت ہی

خاک ہو کیون نہ عاشق بیدل
کام سے اپنے یہ نہین غافل

وصل جیتے نہو میسر اگر
لاوے معشوق کو یہ تربت پر

یان سے عاشق اگر گئے ناشاد
خاک خوبان بھی ان نے کی برباد

قصہ کوتاہ بعد ایک ہفتہ
آئی وہ رشک مہ زخود رفتہ

کہنے لاگی کہ اب تو اے دایہ
ہو گیا غرق وہ فرومایہ

جس کسو سے یہ پیار رکھتا ہی
عاقبت اسکو مار رکھتا ہی

جذب سے اپنے جب کری ہی کام
عاشق مردہ سے بھی لے ہی کام

صبح گاہان وہ غیرتِ خورشید
اس جگہ سے روان ہوئی نومید

ہوپہنچے نصف النہار دریا پر
روئی بے اختیار دریا پر

حد سے افزون جو بیقرار ہوئی
دایہ کشتی مین لے سوار ہوئی

حرف زن یون ہوئی کہ ای دایہ
یان گرا تھا کہان وہ کم مایہ

موج سے تھا کدھر کو ہم آغوش
تھا تلاطم سے کس طرف ہمدوش

تجکو آیا نظر کہان آکر
پھر جو ڈوبا تو کس جگہ جاکر

مجکو دیجو نشان اُس جا کا
مین بھی دیکھون خروش دریا کا

ہون مین نا آشنائے سیر آب
ناشناسائے موجۂ و گرداب

نجہ کیا لطمہ کسکو کہتے ہین
گھر مین ہم نام سنتے رہتے ہین

ہین میسر کہان یہ سیر عبور
اتفاقی ہین اسطرح کے امور

نکہ مین گرچہ دایہ تھی کامل
لیکہ تہ سے سخن کے تھی غافل

یہ نہ سمجھی کہ ہی فریب عشق
ہی یہ مرباره ناشکیب عشق

بیچ دریا کے جا کہا یہ حرف
یان ہوا تھا وہ ماجرائے شگرف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تتمہ مثنوی

جالداروں نے سب نے کام لیا
آخر ان کو اسیر دام کیا

نکلے باہر دلے موے نکلے
دونوں دست وبغل ہوئی نکلے

ربط چسپان بہم ہویدا تھا
مرگئے پر بھی شوق پیدا تھا

ایک کا ہاتھ ایک کے بالین
ایک کے لب سے ایک کو تسکین

جو نظر ان کو آن کرتے تھے
ایک قالب گمان کرتے تھے

کیا لکھوں مل رہی وہ وصل قرار
ہمدگر سے جدا ہوے دشوار

یون نہ دشوار ہو ہو انکا فصل
جان دیدے ہوا ہو جنکا وصل

حیرتِ کار عشق سے مردم
شکل تصویر آپ مین تھی گم

مقولہ شاعر

میر اب شاعری کو کر موقوف
عشق ہے ایک فتنۂ معروف

قدرت اپنی جہان دکھاتا ہی
اسے جو تو کہے سو آتا ہے

کتنی وسعت تری بیانمین ہی
کتنی طاقت تری زبانمین ہی

لب پہ اب مہر خامشی بہتر
یان سخن کی فراموشی بہتر

تمام شد

اگر ٹک بھی اٹکا تو مارا گیا — پڑے سیکڑون پھاند چارا گیا
دگر سرکشی سے کی استادگی — تو پیش آئی اک طُرفہ افتادگی
پہاڑ ایک ہاتھی مقابل ہوا — بزورِ آمد و شد کا حائل ہوا
جٹے دونون وہ دیو میدان مین — اٹھا شور محشر بیابان مین
جہان دونون فیلونکی تھی ٹکرنی — شترمُرغ سے وان نہ ہو پرزنی
جو اس مار کھانے پہ اکڑا رہا — کئی روز رسون سے جکڑا رہا
رہے کسطرح پھٹ گیا تھا جگر — ہوا دو پہر مین لہو موت کر
مگر سرکشی سے نہ اپنی ہٹا — نہ میدان مین ٹک وہ ٹک گھٹا
اشارہ ہوا اُسکے چورنگ کا — سبھون کو ارادہ ہوا جنگ کا
برسنے لگا مینھ تیرون کا زور — ہوا فیلِ باران کا جنگل مین شور
لگی پڑنے بجلی سی تیغ سیاہ — پریشان ہوا جیسے ابرِ سیاہ
نہایت وہ ہاتھی ہوا لخت لخت — گرا یون کہ جیسے پارہ کوہ سخت
رکھا لا کے لشکر مین اُتنا تراہ — سرِ اسکا کٹا لا کے بُرجِ سیاہ
رہے کہتے اس دن عجب سب ہی یہ — سرِ فیل ہے یا سرِ شب ہے یہ
اگر دیو ہین سرگرانی کے ساتھ — نہ اس تیرگی و کلانی کے ساتھ

ہوا حائل راہ بحرِ عمیق — کہ ہو وہم ساحل پہ جیسے غریق

قریب آکے اُتری یہ خائف تھی فوج — کہ بیڈول اٹھتی تھی ہر ایک موج

مہیب اور آلودۂ خاک آب — بعینہ پھٹی آنکھ تھا ہر حباب

غضب لجہ خیز سے بلا جوش پر — تلاطم قیامت لئے دوش پر

چلے بس تو کچھ کوئی چارہ کریں — مگر دیکھ ہی کر کنارہ کرے

تردد مین ہر اک کے ہون کیونکہ پا — کنارے پہ سرگشتہ گرداب وار

روان آب ایسی روانی کی ساتھ — کہ جو رفتگی ہو جوانی کے ساتھ

لگے پانون جلنے جہان شور تھا — کہ کم آب مین بھی بڑا زور تھا

تامل سے اقبال نواب دیکھ — توقف کیا پہلے تو آب دیکھ

پھر اُس پار جا کر اشارہ کیا — کہ لشکر نے وہین گذارا کیا

شتابا شتاب اترنے لگے لشکری — نہ جوش آب کا وہ نہ دلیسی تری

وہ سوتا جگاتا تھا جس کا خطر — اٹھا شور سی فوج کے چونک کر

نشہ اسکے سر سے اتر سا گیا — چڑھائی سے لشکر کے ڈر سا گیا

پھر اک نادین لے کچھ شجر کاٹ کر — شتابی سے دریا کتین پاٹ کر

ترنے لگا لشکر سے بہ کیران — گران ناگران تھا یہ محشر عیان

باز قدم رنجہ فرمودن آصف الدولہ بہادر روز دیگر برائے شکار

چلا پھر بھی نواب گردون شکار ۔ اسد باد کے گھوڑے پر ہو سو

روانہ ہوئی فوج دریاشیال ۔ نہنگون کی اب کھینچی جاویگی کھال

گیا شور تا آسمان برین ۔ ہوئی گرد افواج گردون قرین

زمین ہوگئی پای خوف مضطر ۔ فلک کو لگے دیکھنے شیر نر

چڑھا لسکہ دریاے فوج گران ۔ اُتر ہاتھیون کی گئین مستیان

دبے چپ لگا چلنے بھیڑونکی چال ۔ پریشان ہی گرگ بغل زن کا حال

پلنگون نے کہسار سے راہ لی ۔ نہنگون نے دریا کی جا تھاہ لی

بجیرے جو تھے دام سے چھا گئے ۔ کشف نیچے ڈھالون کی گھبرا گئے

درندے پرندے چرندے کھیے ۔ گزندون کے منہ گر دیے نیچے ڈ

تلف جانور ہین جہان کے تہان ۔ گوزن اور گور اور آہو کہان

رہے گو ریک شاخ و کیو غزال ۔ تزلزل مین ہین کیا شجر کیا نہال

شغال اور روباہ و خرگوش سے ۔ نہین بحث کچھ یہ ہین بیہوش سے

غزل

محیط آبگیروں کی تھے مردکار — ہوئے مالک آخر ان چندین ہزار

بہت دام پانیکے جانب جھکے — کھڑے رہ گئے رد کیا کیا رُکے

ٹھنک سوس گھڑیاں لہ رہ گئی — مگر مچھ نجانے کدھر بہ گئے

یہ قشقل نہ سلی نہ سرخاب ہی — تمام اُنکے بوہو سی سُرخ آب ہی

عجب روغن ناز ملتے تھے یار — کہ قاز و نکو لیتے ہوا مین سمار

منگاتے تھے بطخ کی چربی ظریف — سو دہ چربی اب پھینکدین ہین حریف

ہوئے کتنے اقسام ماہی شکار — نہ آوے قسم کھائی بن اعتبار

مگر مرگ ماہی تھی جانو نکی بیچ — کہ یون مچھلیان سب نکا لین اُبیچ

نہ ارنب ہی جنگل مین نی سوسمار — کوئی بد دی کیا کھاوی یہ دردگار

کلنگون کی اُلٹی گئی صف کی صف — ہوئی بیچ مین قرقری بھی تلف

نہ جیبے گئے سبزہ کھا کھا کی چیت — ٹڈے ویسے ہے آئے کھیتو نمین گھیت

بٹیر اور تیتر کا ہے کیا شمار — کہ باز آگئے جیرے کرتے شکار

ہوا زرد سبزک بہت لمین ڈر — نمد مو ہوا گردسے شانہ سر

خطرناک تھا وشت کیا کہئے مور — دبا یون پھرے جیسے دبتا ہی چور

نہ پاڑھا نہ نیلا نہ چیتل کوئی — نیو نمین جو دون تھی گیا جل کوئی

۵۴۵

نہ پر تھا نہ پرزا نہ بازو نہ پا — کنھوں نے بھی پوچھا نہ یوں تھا گیا

نہ زردی کو دیکھا نہ پایا کبود — نکالا ہے لوگوں نے پانی سے دود

سپہ کی بلا ترک تازی رہے — نہ سارس کی وہ سرفرازی رہے

کماندار مردم سے جا رہ گیا — کسو کھیت پر بیفت مار اگیا

نہ جو فیل وحشی کی مستی گئی — وہیں رٹ گیا اسکی ہستی گئی

سنا نو لکی نو کو نیہ پھر بٹ گیا — وہ کوہ گران سنگ سب چھٹ گیا

بہت جانور چھوڑ آ گھر گئے — لگے دوں بہت جل گئے مر گئے

اگر بن ہے گویا بنا ہے اُسے — کرے قصد وانکا تو کیونکر گھسے

مگر زور سے کم نکلتا ہے کام — بہت رنج کھینچے سے چلتا ہی کام

خریدار دستار سر خار بن — زمین پر رکھو پانوں کانٹوں کو چن

کئی گام یوں راہ چلنا پڑے — پھر اُس وانگہ سے نکلنا پڑے

تو آگے بیابان پر خار ہے — کہیں جھاڑ بوٹا کہیں خار ہے

اگر اس میں پانی نظر پڑ گیا — کنارہ پہ اسکے یہ چڑھ کر گیا

ہوا حال اپنا پریشان بہت — پھرے مضطرب اور حیران بہت

ترائی جو وان سے گذرنا ہوا — کہاروں کے سر چڑھ اترنا ہوا

قنات اور تنبو سبر سب گئے
کھڑے تھے جو گندے اتر سب گئے

بھرا پانی لشکر مین پھیلا ہوا
اگر فرش بستر تھا بھیلہ ہوا

ہوا سرد از بس ہوئی ایکبار
کلیجون کے ہوتی تھی برچھی سی پار

پھرے باد سے لوگ منھ ڈھانپتے
جگر چھپا تیو نہین رہے کانپتے

رہا ایسی سردی مین کہ یہ ہر شکار
ہوے لوگ خیمون کے اندر نشکار

بہت پر جب جی کو تجنے لگے
جوانون کے بھی دانت بجنے لگے

تہ تیغ خورشید پنہان ہوا
ندیکھا مگر روے جانان ہوا

بہت اسپ اشتر موے پانون پیٹ
نکالا انھین خیمہ گہہ سی گھسیٹ

غزل میر یان کوئی موزون کرو
تامل کرو دل جگر خون کرو

غزل

وہ دل شکار آن جو نکلا شکار کو
انداز یک نگاہ سے مارا ہزار کو

چلنا پڑے ہے رکھ کے قدم تیغ تیز پر
کس ڈھب سے کاٹین اس رہِ مشکل گذار کو

اڑنے لگے ہے باد مین تو جا بجا ہے پھر
خجلت ہے اسکے زلف مین ہے تیر مار کو

سو بار منھ چڑھاتے ہو کچھ بوالہوس نہین
یہ بات کیا چڑھو ہو کہے اپنے یار کو

آتا نہین نظر کہ حصولِ امید ہو
کیا تھام تھام رکھئے دلِ بیقرار کو

بلندی تھی اس کوہ کی تا فلک
کہ جاتے ہی جاتے جاتے تھی تھک
نہ اس رنگ سے سیر ہونگے کہین
ہوئی خون کے رنگ رنگین زمین
جہان دام اور دد کی تھی بود و باش
کہ جو کوئی لوگون نے کی وان معاش
ہوا ایک جنگل مین آ کر گذر
کسو کو نہ تھی وان کسو کی خبر

تسغال اور خرگوش ہم وہان
ہوا پر جو تھے مرغ پرواز مین
بہت جالور کھا گئے کر کباب
حواصل تھا کیا جو کھون تھا کہین
بہت مضطرب جھکتے تھین پھری
انھون ہی مین سیمرغ بھی تھا مگر
نہین فیل مرغ اور شتر مرغ اب
کسو نہین تھے نیستان اور کانس
برس مینھ دو دنین کھل بھی گیا
کہ اندھیر تھا جیسے ظاہر ہو دود
بلا دھوم سے کوئی گھبرا پڑے
ہوا سرد ہو کر گیئ جان مار
دل اس دود تیرہ سے گھبرا گیا
یہی چال تھی ایک دو چار کوس
کسو کوہ کے پاس نکلی جو راہ

تسکاری سگون نے کیئے نوش جان
گرے سیکڑون ایک آواز مین
ہوئے آشیانے ہزارون خراب
کہ تعداد کشتون کی پاتے نہین
سلامت نہ آخر گئے بر سرے
کہ پر مارتا ہے نہین کوہ پر
کہ بعضو نکی طعمون کے کام آئی شب
چلے راہ وان بے نسکتے تھے سانس
ولیکن ہے کھرا لطیفہ نیا
ہوے ہونٹھ ہنری سی سکے کبود
جنھین دیکھو وے کانپتے ہین کھڑے
اٹھایا بڑا لطف سیر و شکار
کہین آگ دیکھے تو جی آگیا
ہوا ٹھنڈ ٹھنڈی پڑی ایسی اوس
گئی کوہ کی تیغ تک کم نگاہ

٥٤٠

نکلتا ہوا کھینچ کر یہ عذاب
بلا بیشترا ایک تہ در آب

رواں تھا کسو کیطرف تند و تیز
ہوا اسکے چلنے کی تھی پیش خیز

حباب اسکا چشمک زناں موج پر
کہ یوں گرد جاتے ہیں اہل نظر

طلبگار کرتے نہیں سادگی
نہو جوں گہر ایسے استادگی

کنارے پہ اسکے اترنا ہوا
دوبالا ہوئی ٹھنڈ مرنا ہوا

نہ رکھتے تھے جوں رند مفلس لباس
نہ اُنسے ہوا اپنے جامہ کا پاس

غزل کہنے کی یہ بھی جا خوب ہے
جو اچھی ہو موزوں تو کیا خوب ہے

غزل

حیف اس شکار بستہ کو ہمسے خبر نہیں
ہم ہیں شکار خستہ ہماری جگر نہیں

ہم خاک منہ سو ملکے پھرے جیسے آرسی
افسوس ہو کہ ہو دل پارہ ادھر نہیں

آنکھیں نکال اسکی قدم کے تلے رکھیں
تو بھی ہماری حال پہ اسکو نظر نہیں

کیا کیجیے جو نہ کیجیے انداز و دام کا
گلزار کے تو قابل پرواز پر نہیں

نکلے پڑی ہے میاں سے کا ہیکو ہر گھڑی
لاگ اسکی تیغ تیز کو ہمسے اگر نہیں

سر رکھ کے اسکے تیغ تلے مر چکو شتاب
یاں پاؤں پٹ پٹکے آئے اگر نہیں

آنکھیں ہیں اسکی راہ پہ جوں نقش پا ہر اک
پر میر اسکو کچھ بہ سر سیر و سفر نہیں

قریب ایک ٹیلا پہاڑی تھی وان ‏— لگا اس سے کم کم تھا آب روان

پہاڑی کہ تودا کہون خاک کا ‏— کہ انبار تھا خار و خاشاک کا

محاذی تھا اس کوہ کے ایک دشت ‏— کہ دشوار تھا اسمین آدم کا گشت

ہوا بد بہت اور پانی سے لگے ‏— قدم راہ چلتے ہوئے ڈگمگے

چلے باؤ تو ایک موحش ہو شور ‏— رکھے پانون دامن کو کھینچے نزد

فقط خاربن کیا کیڑ جھاڑ تھا ‏— کہ بوٹا بھی وان جھاڑ جھنکار تھا

چلو ہے چلو ہے یہ چلتے نہین ‏— کہ اشجار آگے سے ٹلتے نہین

نہ ٹوٹین نہ سر کینچ کا ڈکٹین ‏— مگر پچھلے پانون ہو رہرو ہٹین

کہین ہاتھی آیا ہے ٹھر کا ہو اونٹ ‏— کھڑے لوگ پیتے ہین لوہو کو گھونٹ

کہین ہینگے الفا رسر گرم جنگ ‏— کرے ٹٹو پر تل کا عرصہ ہو تنگ

قیامت نمودار ہر ہر قدم ‏— چلے کوئی کیا رکھ کے سر پر قدم

کہین بچ کے نکلے کہین جھک چلے ‏— کہین مضطرب تھے کہین رک چلے

اسی طور منزل کو کر قطع راہ ‏— پہنچتے وہی ہم بحال تباہ

شجر جمع تھے کچھ تر کوہ بھی ‏— فرود آیا اسجا پہ انبوہ بھی

زمین اونچی نیچی خشونت بہت ‏— اسی سے تھی وان کم سکونت بہت

کہین بید کے برگ خنجر گذار — کہین پا نہ رکھنے دین سر تیزہ خار
تنک دو درختون کے اودھر ہی — نیستان پھرتے ہی پھرتے موے
اگر بید آئے تو بن بید یانت — نہ آئی نظر دور تک راہ صاف
اگر بانس تھو وان تو تھو دشت دشت — کہ دشوار تھا دو قدم کا بھی گشت
ہمین چار نالے اُترنے پڑے — کنارے پہ دو دو گھڑی تھو کھڑے
رہا ہر قدم گرنے ہی کا خطر — چلے دو قدم راہ پاے اگر
بہت لوگ دشت و قلم کو گئے — بہت اسپ و اشتر عدم کو گئے
لگے ہاتھ فیلان وحشی کی راہ — ولے ڈر نہ ہو فیل کوئی سیاہ
نہ ہاتھی ملا کوئی بار نہ شیر — ہوئی خیر گو طے ہوئی راہ بیر
شجر سر کشیدہ بہت کیا کہون — جو دیکھون تو پگڑی سنبھالو رہون
چنار اُن درختون کے تھو پائمال — سفیدار رکھتے تھے حسکم نہال
اگر کوئی دریا چہ آتا ہے بیچ — تو لوگون کی روندونسی ہوتا ہی کیچ
تل کوہ رفعت نمودار ہو — گیا آمد و شد مین ہموار ہو
کوئی گل زمین آئے ایسی نظر — کہ عالم نے اودھر لگائے نظر
کہین سبزہ تر سے جی جا لگے — کہین سرسون پھولونکی ٹھیکے لگے

غرض ہے وزیر جہان ارجمند
رئیس کلان کار عالم پسند
ورا سکا ہے بار بیجودہ سران
یہی عام کرتی اسکے زور آوران
عدو وہ رہے کیون ہی دشمن شکار
جہان مین سخن ہے مرا یادگار
بہا سے نکر میر اب شاخ شاخ
غزل کم زمین کو کہ ہی سنگلاخ

غزل

نہین خون بستگی سی چشم تر بند
جراحت سے کئے ہے چشم پر بند
گیا ہے وہ سو دل کھلتا نہین ہے
پڑا ہے ایک مدت سی یہ گھر بند
ہمین ہین شوق گل خون دیمین ناچار
ابھر ان نا شکستہ بال و پر بند
گئے دن مٹھی کے باندھنے کے
اب آنکھین رہتی ہین دو دو پہر بند

ہوا خیمہ ایستادہ ایسی جگہہ ‎ کہ آنے لگے دیروانسے نگہہ
روان دو طرف اسکے ایک یم ‎ کہ دل کا لیئے جائے سب ننگ غم
ہماتک نظر کیجیے بد نظر ‎ ہوا موج زن کوہ کے تا کمر
نظر والونکے جی بھی ڈھلنے لگے ‎ گرفتہ دل اس جائے کھلنے لگے
وہ پانی چلا وانسے دریا ہلو ‎ روان گرم تر سوئے صحرا ہلو
بہا دامن کوہ مین سنگ پر ‎ کیا سنگریزونکو بھی رنگ پر
کہ لوگ انکو ہاتھون مین رکھنے لگے ‎ جواہر کے رنگون پر کہنے لگے
کرارون کا کیا عظم کیجیے بیان ‎ برابر کھڑے تھے وہ کوہ گران
انھین مین سے تھی راہ اس آب کی ‎ وہین بھیڑ رہتی تھی احباب کی
ہوئے دامن کوہ مین کچہہ مقام ‎ سفر کی بھی مدت ہو شاید تمام
کوئی روز گھائی کی بھی سیر ہے ‎ سبھون کے ہے معلوم پھر خیر ہے
جو سمین کسو سیر کا دین نشان ‎ نظر آئے یا کوئی بیل دمان
تو اور ایکدو دن کی ہوتی تھی ‎ وہ ہاتھی بند ہو کھیے گا یا وہ شیر
شکار ایسا دیکھا ہے اس پار کا ‎ کہ جھاڑا ہوا دشت کہسار کا
کئی دیکھے کب تک پہاڑ اور جھاڑ ‎ ملے چھاتی پر سے کہین یہ پہاڑ

ہمین سے کیا وہ جادوگر بنولا
کہو دشمن نے اسکا منہ کیا بند

نہین تھمتا ہے اب پلکون سے رونا
بہت خاشاک سے دریا رہا بند

ہمین منظور ہر صورت مین ہے دید
کھلی ہو چشم جون آئینہ پابند

نہین کام آتی اتنی تیز گامی
سمندِ عمر ہوتا کاش جا بند

زبردستو نکی کشتی ہوگئی پاک
نکالا عشق زور آور نے کیا بند

یہی انداز باندھی ہین یہی ناز
قیامت میر صاحب ہین ادا بند

شکار نامہ

گرہ ہے نواب کو قصد صید
بیابان پہنچا وراب ہونگے قید

روان بحر لشکر ہوا موج موج
گئی چشم خورشید تک گرد فوج

بحار و صحاری پہ ہے عرصہ تنگ
مگر یان سراسیمہ ہین وان پلنگ

یہن بیٹھے ہین شیر ببری لباس
کرین لوگ شاید فقیری لباس

چکارے ہرن دونون اندیشہ مند
دلون مین ہراس کمان وکمند

کہین گرگ وادی کو فکر گریز
نظر ادہر ادہر کرے تیز تیز

نہ ہونمین ہے آشوب کو ہو نمین ڈر
بیابان وطن سارے گرم سفر

تتر مرغ سیمرغ از بس ہراس | نہین آتے کوہ شمالی کے پاس

غزل کہ کہ ہے میر لطف ہوا
بیابان خوش آیند و خوش فضا

سبزہ ہی آبجو ہے فصل بہار بھی ہے | سرگرم جلوہ دیکھو پہلو مین یار بھی ہے
یہ تو نہین کہ ہمیر برم ہی بید ماغی | آنکھین دکھاتی ہین توجہ کو نمین پیا بھی ہے
گل ہمکنار ہوگا ہنس کر کبھو چمن مین | پرکم بغل ہی بلبل اسکو قرار بھی ہی
ہون وعدہ گاہ مین تو مین بھی جانتا ہون | کچھ اضطراب بھی ہے کچھ انتظار بھی ہی
جون موج ہم بغل ہون نایاب اس گہر سے | دریا کی سیر بھی ہو بوس و کنار بھی ہی
ہم جبر یون ہی کیا ہو بیدست و پا و تنہا | کہنے کو کہتے ہین تو کچھ اختیار بھی ہی
کون اس بھبوکے سا ہی دیکھو نہ ٹک بھی لوگو | شمع و چراغ و شعلہ برق و شرار بھی ہی
جانا مسلم آیا اس خاکدان سی گو پھر | مشکل گذر ہے رستہ گرد و غبار بھی ہی

دل تنگ میر کیون ہی ہمرہ وزیر کی تو
دریا فضا ہوا ہے سیر و شکار بھی ہی

اٹھا فوج مین سے یہ گرد و غبار | کہ منھ پر تھا خورشید آئینہ دار
فلک کہری سے تھا دھوان سا تو | سماں شب کا رکھتا تھا ملک شہود

بہت رہ گئے زیر شمشیر و تیر
بہت آئے لشکر مین ہو کر اسیر

لدے ہاتھیو نپر جو ہو کر شکار
مین ہون بوجھ سے پشت نیلان نگار

گئے گم جو گینڈے تو اپنے حواس
کھڑا ہو رہا آکے بھینسون کے پاس

کہ بھینس اسکو بھی جان کر لشکری
چلے جائین صرصر نمط سرسری

نہ چھوڑا ہے طیر ایک عصفور تک
نہ وحشی گئے اور لنگور تک

لگی جا کے شاہین دستور یون
پڑے کبر یومین کہین گرگ جیون

کلنگ ایسے بازو لئے آئے ستوہ
کہ کابل سے آگے گئے صد گروہ

نہین فوج سرزن نہ اہل فرنگ
ہوئے قید با صید گیا بیدرنگ

غضب کر گئے جرے جواب کے
اڑا کھا گئے خیل سرخاب کے

نہ لگ لگ نہ تیتر رہا دشت مین
نہ غمخوار اک آیا نظر کشت مین

سبھون مین جو تھے قاز و سارس سرس
ہوئے صید یون جن پہ آیا ترس

تو اصل کو ہوتا اگر حوصلہ
تو گرتا نہ کھیتون مین ہو وہ لہ

کہین سارے طاؤس مرتی گئے
ادھر لوگ افسوس کرتے رہے

کہین جی اٹھے تھے زمین لعدم گ
نہان اسکے خوش قد بسیار برگ

نہ بستی سے صحرا تلک سبز تھے
نظر جائے جس جا تلک سبز تھے

غزل

۵۵۵

چلے ہر طرف اب جو آگر تفنگ
لگی آگ جنگل مین جار اگیا
ہوا چہرہ کوئی تو جون شیر سنگ
لگی گولی پڑنے نہ پھر چل سکا
چلے ہم جو بہراج سے پیشتر
بھرے فرط ہی سو تو دیہا تہہر
گھسے گولیون سے نگر بیشمار
جو کچھ زخم پانی مین لیکر گئے
لگا کہنے پاخا سرا پنا جھکا
اگر جائے تہ کو دہس جائی
عجب مخمصہ ہے بچے کیونکہ جان
جواب اسکا گھڑیال نے یون دیا
پڑی سر پہ بجتی ہے فرصت نہین
تحمل ہو کچھ بھی تو تدبیر ہے
کوئی دشت یکدشت بے زار تھا

نہ اوقات صلح و نہ ہنگام جنگ
بن آئی نہ کچھ سفت مار اگیا
نہ شیری دلیری نہ چہرہ بیرنگ
نہ جاگہہ سے اُگسا نہ ٹک ہل سکا
ہو ہر صید دریا کے وان بیشتر
کہے تو کہ سوتے رہے رو دو نہر
رہے سونس گھڑیال چندین ہزار
وہین ہو کے ناسور مر گئے
کہ پانی تو جالون سے سارا رکا
و گر کاڑئے سر تو پھنس جائی
یہی موت ہو سوجھتی ہے نداں
گھڑی ایک دو کا ہے قصہ رہا
پھر اسکو کھینچتے ہین اب کیا کہین
کرین کیا اگر یو نہین تقدیر ہے
رکھو وان قدم پانون اوکہ تھا

نہ چشمک کہین سے چکارون نے کی
کہین ہاتھی آیا کہین شیر نر
نہ بلبل غزل خوان نہ طیرون کا شور
سواد نی غزل سست سی یہ کہی

غزل

لطف سخن بھی پیری میں رہتا نہیں میر
اب شعر ہم پڑھے ہیں تو وہ شد و مد نہیں

کسو ایسے بن سے نکلنا ہوا — کہ کوسوں تلک اس میں جلنا ہوا
کشیدہ قد اس بن کے سار و درخت — تھیں سب کے پر تو بادگان سبز بخت
برابر برابر کھڑے سو بسو — پھرے جو ادھر ادھر کو جا کر نظر
پھری چل کر آیا تو اودم بہت — خبر اس میں جا کر ہوئی کم بہت
کہیں راہ نکلے تو چلتے تھے کو — رہی بال پر حل ہشتان کے
کہ نشانوں زجھاک جھاڑ ہیں ہمہ — بہت آگے جا جا کے آئے تھے پھر
وہی راہ دو شپ کثرت ہوئی — قیامت کے اوپر قیامت ہوئی
سروں پر ادھر توپ آئی چلی — پڑی تھی ادھر گوں میں کھلبلی
کہیں اسپ و اشتر کہیں فیل مست — زمیں ہر سر گام بالا و پست
گذر جسطرح اسطرح سے کیا — روندوں کی خون جگر ہی پیا
وہیں پیچ آیا بیابان اجرا — کوئی دیکھتا رنج اٹھاتا مرا
سواری سے مجکو ندامت ہوئی — کہ چاروں طرف سے ملامت ہوئی
پہنچنے کو آیا فرنگی کہاں — کہ جو پانی کی رسم چھوڑی یہاں

کون ہے ویسا عالم تھا استاد فن عیاری کا — انتر سن مین جنو نے تجکو ایسے ہی سکھائی ہین

میر مقدس آدمی ہین تھے سجہ بکف میخانے مین
صبح جو ہم بھی جا نکلے تو دیکھ گیا شرمائے ہین

کیا ایک نالے سے جبنے گذر — ہوئی قائم اس جا پہ حشر دگر
اگر ہو گاڑی چھکڑے پیادے سوار — کہ مقصد تھا سب کا عبور ایک بار
گذارا جو فیلون کا پہلا ہوا — لا خاک مین آب چہلا ہوا
کمر تک لگے پھنسنے لدے بیچ — کہ نالے کا پانی تھا یکدست کیچ
پھنسے گا و اشتر گدہے بار خر — ہوئے سب اشتر بھی زیر و زبر
اگر چند باندھے تھے وہ جو خام — ہوئے ایک ریلے مین دو نون تمام
نہ کچھ تھی آگے کبھو یہ ہمین — ولیکن خدا نے اوتارا ہمین
سلامت لے یا اپنا اسباب سب — رہے لوگ لشکر کے کرتے عجب
چلے واں سے آگے نہ ڈیلا ملا — کیا ان نے ایک ایک کو دہ دلا
عجب راہ پر خوف مشکل گذار — نہ ہوتے تھے معلوم ہاتھی سوار
خطر شیر کا شور نہنگاہ کا — عجب واں کے جانے کا غم راہ کا
کہ جائے زمین کچھ ہویدا نہ تھی — کہیں اسمین کگڈنڈی پیدا نہ تھی

نرالے غزل ایک رباعی کہو
سخن آگے موقوف چپکے رہو
بہت کچھ کہا ہے کرو میر بس
کہ اللہ بس اور باقی ہوس
جواہر تو کیا کیا دکھایا گیا
خریدار لیکن نہ پایا گیا
متاع ہنر پھیر لیکر چلو
بہت لکھنؤ میں رہے گھر چلو

غزل

مرتا ہوں کہ حال ہم میں کہا ہو نہیں ہے غم نکار کے
جو کچھ ہم پر گزرتی ہے سو شکیب و تاب تو ان سمجھا کے
ہم ہیں غارت قیامت لعبو کو تک گئی ہیں لٹک کے
جو تک بھی دیکھو وہ نور سے تو حیرت اس کو کہا میں بیمار کے
ہماری آنکھیں بچھیں ہیں تھی کہ اب ہیں یا محیط عالم
کہیں کہیں جو ہیں ہم سو بیٹھے ہیں ہے کی کنار کے
نہیں تحمل کہ گھر ہو یہ ہم مدام جیتے ہمیشہ غش سے
گئی ہے طاقت لو نہیں شاید نہیں ہے آیا جگر ہمار کے
کبھو سر تیر ہے تیغ نالہ کبھو سنان فغان جگر ہے
کسو سے کہنے کا کچھ بھی حاصل گئی ہیں جو بن و دوست ساکے
جو بھی تھی آتش کہاں لگی ہاری ان جگہ میں جون شعلہ شب کے
لگا جو رونے تو جا کو آنسو مرثیہ سے گرہ و تہ ترارے
قبول عشق و محبت اتنا ملو ہے ہو میر یہ قاتل
مدام جانی دکھائی دوش ہیں کبھو ان نے کہا کہ آر کے

رباعی

چلنے کو ہوئے بلائے سے ہم جو گھڑی
الجھنے کے اتفاق بہتیرے پڑے
مجنون نے کہا میں بھی آتا ہوں
آیا نہ رہِ راہ میں ہم دیر کھڑے

تمام شد مثنوی مسمی صید نامہ

کبتک آئینے کا یہ حسن قبول　　منھ ترا سطرف کبھو بھی ہو

ہو تیرا سا رنگ گل کا ہے　　رکھیں ہم تب جب ایسی بو بھی ہو

بے غرض عشق صرف ہر لیکن　　شرط یہ ہر کہ جستجو بھی ہو

سرکشی گل کی خوش نہیں آتی　　ناز کرنے کو ویسا رو بھی ہو

کسکو بلبل ہر دم کشی کا دماغ　　ہو تو گل ہی کی گفتگو بھی ہو

دل تمناکدہ تو ہے پر میر
ہو تو اسکی ہے آرزو بھی ہو

تمام شد

مثنوی در بیان مرغ بازان

دلی سے ہم جو لکھنؤ آئے　　گرم پرخاش مرغ بان پائے

پر دیرزا درست و یکسان ہے　　مرغ تصویر کا بھی حیران ہے

مرغ ہے ایک ایک جیسے کلنگ　　قاز و سارس سے جنگ جسکا ننگ

حوصلہ کسقدر ہو اصیل کا　　ذکر کیا کرگس نستر دل کا

لات کی گھات کر جو مڑ جاوے　　سرِ طائر کا رنگ اڑ جاوے

مرغ کا مرغ ہووے مرغ انداز	مرغ ایسا ہو تو بجا ہے ناز

یعنے اپنا حریف جب پاوے	پر ہلانے نہ یوہی کھا جاوے

سینہ کیا سینہ بال کیا پر بال	جیسے چشم خروس آنکھین لال

بازی بدبد کے جب لڑاتے ہین	کلنٹے لوہے کے باندھ لاتے ہین

آیا حلقوم کے کہ حلق کے پار	پھوٹا چھاتی مین ایک لگ کے دوسپار

ہاتھ جب مرغ باز کے تھا وہ	پانی کرنے لگا ترا گردہ

کچھ تو ٹھہرا تو دم دیا اُن نے	تعبیہ کر کے رکھ لیا اُن نے

اور جو سست ہو ہُوا ڈھیلا	دونون بازو کو پر دیے پھیلا

دم سے کیا ہو یہ بیدم و مجروح	قصد پرواز مین تھا مرغ روح

ہو چکا ہو چکا ہوا یہ شور	ڈھلکی گردن گیا وہ سارا زور

پھیلا پانی مین وہ غم جانسوز	دل زدہ پھر ہین مرغ دست آموز

جانور رنگ باختہ سب ہین	یعنی حیران باختہ سب ہین

مرغ قبلہ نما کو وحشت ہے	بال کھولے ہین پر نہ طاقت ہے

ورنہ اڑ کر کہین چلا جاتا	دیر اپنے مقام پر آتا

جیسے مشکل کو یا لی کی ہے دھوم	گلیون مین روز حشر کا ہے ہجوم

بجا ہی کیا کوس رحلت مدام — کنھون نے نہ کیا سنا یان مقام
یہ بیٹھے جو ہین سامنے ہین کہان — جہان جملہ ہر ایک بزم روان
جسے دیکھو چلنے کا گرم تلاش — یہ منزل نہین جائی بود و باش
گدا ہو کہ ہو شاہ عالی تبار — تہ خاک سب کا ہے دار القرار
نہ یک بوی خوش ہی ہوا ہو گئی — وہ رنگینی باغ کیا ہو گئی
ملے خاک مین جھڑ کے گلہائی تر — پریشان ہوی مرغ گلشن کے پر
پتنگون نے گر خاک مسکن کیا — چراغون نے بھی خانہ روشن کیا
گئی خاک دامن فشانی کیساتھ — رہا آب سو بھی روانی کیساتھ
وہی راکھ ہو کر اگر آگ تھی — رکن ہے جہان باد کی لاگ تھی
نہ جدول رہیگی نہ سرو روان — گلستان کہا ونگے ہو کا مکان
زمین کا رہیگا یہی کیا ٹھاو — لپٹ جائینگے آسمان جیسے تاو
سکون یان کا دیکھا سراسر شتاب — چلے جاتے ہین کوہ جیسے سحاب
جہان ایک ماتم سرا ہے عجب — نہین جائی باش اور جا ہی عجب
بھلا جی کے جانے کا کیا ہے بیان — عیان ہو کہ کہتے ہین جانکو روان
جوانی گئی موسم شیب ہے — شہود ایک دو روز کو غیب ہے

کھڑے ہون تو تھرای ران اور ساق ۔ جبین ٹھیے کیونکر کہ جینا ہے شاق

جو یون پانون چلنے بچلتے رہے ۔ تو دیکھو گے ہم پاینسے چلتے رہے

اگر ضعف سی چپ ہی رہتی ہین ہم ۔ یہ سوچو تو کیا کیا نہ کہتے ہین ہم

گئے ہین نہین اٹھ تک پا و دست ۔ کیا خاک مین مجکو پیری نے سخت

جو بازو ہین اپنے وہ بازو نہین ۔ اگر منھ کو دیکھو تو وہ رو نہین

بدن کی ہوئی میری صورت ہی اور ۔ وی آنکھین نہین وی نہ چتون کے طور

جسد نا توان جاے جہان تنگ ۔ سخن منھ پہ آدی ودماغی کے زنگ

ہون پر نہایت ضعیف آیا آہ ۔ در و بام پر حسرتون سے نگاہ

شکن جلد مین ول کو پژمردگی ۔ غریزی حرارت مین افسردگی

برودت بہت جسم مین آگئی ۔ مزاجی تھی گرمی سو بجھا گئی

چڑ کتا ہون منھ پہ مین آب کاس ۔ کہ ہوتا رہے روح کا انتعاش

وگرنہ دیا سا بجھا جای ہی ۔ پھر اوٹھ بیٹھون تو جی جلا جاے ہے

سیہ روی شب اک ستم کر گیا ۔ لکھون کیا کہ مین جیتے جی مر گیا

قلم رکھدے کر میر ختم کلام ۔ تمام اپنی صحبت ہوئی والسلام

تمام شد

برگ گل بھوان اُڑاتی تھی عبیر
تھی ہوا مین گرد تا چرخ اثیر
روشن الدولہ کی تھی یہ روشنی
کب ہوئی تھی لیکن ایسی روشنی
وہ چراغان گرچہ تھے درگاہ تک
تھے تماشائی گدا و شاہ تک
راہ مین ترپولیے مینار تھے
روشنی کے کوچہ و بازار تھے
گرم تھے ہنگامہ یہ بھی کم نہ تھا
اس روشنی کی دھوم اودھم نہ تھا

جب کہ لگتی ان کے پھر منھ ہی لال
تھے جمارے بھر بھر کے گلال
بیٹھے مین پاس آکر پھول پھول
مرغ گلشن گر گانو جان پھول
رنگ افشانی سے بہتی ہے بہار
عطر بالی سے سبھون مین گل کے پاس
زعفرانی رنگ سے رنگین لباس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی دربیان ہولی

ہولی کھیلا آصف الدولہ وزیر
رنگ صحبت سے عجب ہین خرد و پیر

جشن نوروزی اہل ہند سب
یہی ہی تب محو عشرت ہینگے اب

شیشہ شیشہ رنگ صرف دوستان
صحن دولت خانہ رشک بوستان

اس چمن سے باغ پر گل سرخ و زرد
نکہت گل جھاڑینگے وان آکے گرد

پھول گل آوین نظر دیکھو جدھر
لالہ و صد برگ سب باغ نظر

دستہ دستہ رنگ مین بھیگے جوان
جیسے گلدستہ تھے جوون پر روان

ان دیونکی عکس سی ڈوبیگا آب — آئینہ کے سطح کی رکھتا تھا تاب

کشتیونمین جو دیے بھر کر جلے — پانی مین شعلونکے ریلے ہی چلے

منعکس تھی جو چراغان تہ تلک — آب کی وسعت تھی بر انجم فلک

کیا ہوائی چھوٹنے کا ہی بیان — ذو ذنب جیسے ستاری ہون عیان

جای جو ہی چھوڑ نا ہی یا بو دو بود — روشنان ذو ذوانب تھی نمود

گنج چھوٹے ایک سے وشن تھی چھاڑ — دو طرف جسطرح سی جھڑتی ہی باڑ

اس روش سی تھے ستاری چھوٹتی — ناگہان جو ہو وین تاری ٹوٹتی

دیکھے جاتے تھے چراغان آب مین — شعلہ تھے لہرون کی پیچ و تاب مین

ہر دو جانب چن گئے ناریل انار — کاکفشانی سے انھونکی تھی بہار

ماہتابی اک طرف سی جو دغی — چاند سا نکلا ہوے حیران سبھی

آفرین صناع لوگون آفرین — کیا لگایا باغ آکر کا غذین

گل کتر کر پھول گل ہی کر دیے — رنگ تازی کا غذونمین بھر دیے

متصل تو ہین ستارونکی دہین — لوگونکی آنکھین فلک سے جا لگین

دیکھیان کیا کیا نہ شعلہ خیزیان — تھین ہوا مین سی ستارہ ریزیان

نذر کو نواب کے اہل فرنگ — لیکے آتش بازی آئی رنگ رنگ

غزل

مثنوی دیگر

مین پڑھون ہمین اسکے آگے شعر گہ
بکرون کی ڈاڑھی کٹین جاتی ہین سب
رنگ سر سے پانون تک اسکی سیاہ
چارلسپتان اسکے آئے دید مین
ایک مین انمین سی تھا مطلق نہ شیر
اسپہ کالے بکرے دو کھیلا جنے
چارہ میٹھے کھاتے اک انداز سے
دودھ ہو چھاتی مین تو بچا پئے
بھوک سے گرم تظلم دے ہوے
دودھ منگوایا گئے بازار سے
گھاس دانہ یاری کچھ کھانے لگے
پرورش سے حق کی باری جی گئے
اب جوانی پر جو ہین وہ غیر مست
ہستی اپنی پلہ کرتی شاد ہین
زور و قوت حریفونکی ہین ڈینگ

اپنے ہان گویا بڑا خفش ہے یہ
نکہ ریشی بکری کی ہے بوالعجب
چکنے ایسے خستہ کم ٹھہرے نگاہ
دو جہان ہوتی ہین ہین سیدمین
ایک کو کہتے ہین اندھی خر دو پیر
ناز نخرے سے رہی پھر اسنے
دے سٹہہ تو ہو زخوش اس ناز سے
بیٹھا دیکھے اسطرف منھ کو کئی
اپنی شایان ترحم دیکھ ہوے
بچھوہون سے دینا کیا انکار سے
گرتے پڑتے پاس بھی آنے لگے
آب و دانہ دوڑ کر کھا پی گئے
کودنے ہین ہر زمان ہر دم بحست
عاقبت بکرے ہی کی اولاد ہین
آہوے جنگی کو دکھلاتی ہین سینگ

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی دیگر

چمن سے عنایت کے بادام دار
الٰہی زبان دے مجھے مغز دار

صفت عشق کی تا کرون مین بیان
رہوں عشق کہنے سے مین تر زبان

عجب عشق ہے مرد کار آمدہ
جہان دونون اسکے ہین بر نمودہ

جہان جنگ صف کی یہ ظالم لڑا
صف الٹی جہان ایک مار اٹپرا

اگر لوگ مارے گئے سر بسر
ہوئی فتح اسکی ہے یہ طرفہ تر

کوئی کشتنی جو طرف ہوگیا
تہ تیغ اسکے تلف ہوگیا

جہان جس کسو سے اسے چاہ ہے
وہین اسکے تا قتل ہمراہ ہے

تناسب بہت اسکے اعضا خوب ... سراپا مین دیکھو تو ہر جا سے خوب

زبان نرم طالع وری وصلاح ... نہ طنز و کنایہ نہ رمز و مزاح

خوش اندام خوش رو و پاکیزہ خو ... کسو وقت رہتا نہ تھا بے وضو

جوانی کا ہنگام طاعت کا صرف ... لب سرخ پر دلبرن کا نہ حرف

حیا کو سیاہی سے پلکون کی راہ ... نکلتی تھی باہر نہ گاہے نگاہ

بہت پاک دامن معیشت ہی ... نظافت نزاہت مین تہ ہوئی

کہ ناگاہ اس راہ یک زن گئی ... جیون پر خدا جانے کیا بن گئی

جو انکی نظر شرمگین جا لڑی ... وہ شرمائی آنکھ اُسکے اوپر پڑی

یہ دل مستقل ناشکیبا ہوا ... دل طرف ثانی بھی بیجا ہوا

حیادار تھی زن گئی اپنے گھر ... وفادار تھا یہ رہا دیکھ کر

کیا چند شرط وفا ہی کا پاس ... لگے رہنے دونون گھر دشمن اوپر اس

کئی دن مین ہندو زن آنے لگی ... لیے پانی اس راہ جانے لگی

نگاہین ہوئین ہمہ گر آشنا ... محبت کا دونون نے پانی بھرا

یہی مدتون دیکھا دیکھی رہی ... دلون کی کسو سے نہ ہرگز کہی

جیون مین شب و روز مرتے رہے ... ولے پاس ظاہر کا کرتے رہے

٥٧٥

کوئی طور ملنے کا ایجاد کر — نہ جور رحم سے ہو تو بیداد کر

پیام ایک کا یہ کہ ای باد نم — کہہ اسکو محبت سے کچھ بھی ہے شرم

تن زار بیجان کیونکر جیے — جگر مین نہو خون تو کیا پیے

ملاقات کا رکھے کیونکر خیال — رہے کیونکہ جان ناامید وصال

اگر دیکھیں آنکھیں ہین دو اسطرف — وگرمنہہ ہمارا ہے سو اسطرف

اسے دیکھنا ہی ہو ارمان بھی — ادھر ہی چلی جاے ہے جان بھی

کہ اس سو کہ مرتے ہین تیرے لیئے — کیا عشق یا جرم ہمنے کیے

نہین جبر آتا ترے بن ملے — لبون سے جگر تک بھرین ہین گلے

کسو سے کسو کو نہو جاے لاگ — کہے تو لگائی ہے سینے مین آگ

کسو کا کسو کو نہ لگ جاے دل — کہ کہنا پڑے ہاے دل ہاے دل

کسو کی نہ اچھی لگے کوئی آن — کہ جانے الم ناک دیکھے ندان

کسو کے مجعد نہ کھل جاین بال — کہ ہو دل کے عقدونکی اشد محال

کسو لالہ رخ کا نہ اٹھے نقاب — کہ ہون داغ دونون مہ آفتاب

قد آرا نہو فتنہ در سر کوئی — کہ سر پر قیامت رکھے ہر کوئی

کسو کی نہ چاہے زنخ مین گرین — مبادا کہ وان سے نہ جیتے پھرین

ہوا تا کہاں شوہر زن مریض — نہایت ہوئی تپ طویل و عریض

شدت ہوا تپ کا دل کے تئین — کھینچے رفتہ رفتہ دق وسل کے تئین

نزاری سے دل ہو گیا زار تر — ہوا خشک ہو کر وہ بیمار تر

بدن کا وہ سارنگ کاہی ہوا — بہت حال اسکا تباہی ہوا

دمون پر بھی وہ زفتنی کم رہا — ٹھہر کر گئے دم ہوا ہو گیا

فنا یعنی طاری ہوئی ہو چکا — اسے دار دوستہ بہت رو چکا

جلانے کی طیاری کرنے چلے — چلی زن بھی تا ساتھ اسکے جلے

کھلی دعوی سوختن مین زبان — گیا پاس ظاہر سے نقصان جان

لگی جلنے چھوڑا نہ اصرار کو — خبر پہونچی یہ اس گرفتار کو

اُٹھا وان سے بیتاب آیا چلا — اسے دیکھ جلتے بہت جی جلا

جھکا آگ کی اور کر اضطراب — کہ جی مین نہ طاقت تھی مطلق نہ تاب

لگا ہمکو کیا کہتے ہوا سگھڑی — نظر اُسکی جلتے جو اُسپر پڑی

کہا آئے ہو تو چلے آؤ تم — شتابی کرو جو ہمین پاؤ تم

یہ بیتاب تھا آگ پر پھر پڑا — تپنگا سا اُس آگ پر گر پڑا

لگے آتے تھے کہتے انکار ساتھ — وہین کھینچ لائے اُسے ہاتھوں ہاتھ

گئے اسطرف لے جدھر تھی چلی	نظر کرتے تھے واقعی یہ سہی
ولے مالغیت کا کس کو جگر	کہ حیران سب رہ گئے دیکھ کر
ہوئی جاتے جاتے نظر سے نہان	گیا عشق کیا جانے لیکر کہان
بہت سے ہوئے لوگ گرم سراغ	کنھون نے نہ پایا نشان غیر داغ

نہ کر میر اب عشق کی گفتگو
قلم اور کاغذ کو رکھدے بھی تو

فسانے ہین اسکے ہزارون ہزار	یہی کشت و خون کا ہے یہ گرم کار
بہت خاک جل جل کے یان ہوگئے	رہے عشق مین جی بہت کھو گئے

غرض ایک ہی عشق بے خوف و باک
کیے دونون معشوق عاشق ہلاک

تمام شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی

آؤ ساقی شراب نوش کرین
شور سا ہی جہان مین جوش کرین

آؤ ساقی بہار پھر آئی
ہولی مین کتنی شادیان لائی

شادیان خوشگون ہر شہر
کوچے سو شہر کے برابر ہین

دست و ستور ہی جو زر افشان
پھر جہان کہن ہوا ہی جوان

دو نورستے عمارت خوش ہی
تازہ کاری و شہر دلکش ہی

اور بازاری رنگ لائی مین
سارے رنگین ستون لگائی ہین

کہین وہ جام مے سے ہون سرمست — جائینگے تھوڑی دیر دست بدست

مچلے بن جائینگے کسو کو دیکھ — پھر آگے کسو کے رو کو دیکھ

اب گلابے نکولین گے بھر بھر ہم — باقی ساقی پئین گے بھر کر ہم

کہین آرایش آکے دیکھین گے — کاغذین باغ جاکے دیکھین گے

کسو تھوش سے ہو وینگے گلباز — کھینچینگے اک ردوم کے اسکے ناز

آؤ ساقی مے دو آتشہ دے — اسی مے کا بغل مین شیشہ دے

گرم ہو جو دماغ انسان کا — لطف آوے نظر چراغان کا

جسطرف دیکھیے چراغان ہی — شیشہ و شمع ہی نمایان ہی

باغ سے روشنی ہوئی ہی یاد — ہے یہ ہنگامہ تا جلال آباد

شمع و فانوس کا بہت ہی ہجوم — شمعے رنگون نے کر رکھی ہی دھوم

لوٹیے اُن گلون کی اب تو بہار — گو کسو کے گلے کا ہو جیسے ہار

اتبو او دھم ہی مچگیا ہر سو — دارو پی کر پھرین چلین ہم تو

تار بسیے ہین چراغ چارطرف — آسمان پر زمین رکھے ہی شرف

غنچہ غنچہ دیونکو دیکھین جہان — کسو نوگل سے رکھین صحبت وان

کہین نوبت کو جاکے سنئے گا — نے کے بجنے پہ سر کو دھنئے گا

جشن نوروز ہند ہولی ہے
عشق ہر اے گروہ آتش تن
ٹھاٹھ کیا روشنی کے باندھے دو
دور دو تھے خیال الگ آئے
روشنی وار سے ہیں بار ملک
زر دولت سے لیگئے تا سر آب
پھر سر پل سے تا عمارت نو
ہاتھی رنگے گئے پڑی ہے دھوم
خیمہ استادہ کر چلے شب باز
یاں کی صحبت کا تھا نمونہ سب
آئے شکلیں بنا کے صورت باز
نقل معقول کی سو حاجی بنے
کوئی جوگی کوئی فقیر بنا
کوئی بنیا بنا کوئی اوباش
کوئی شاعر بنا نہ جس کی نظیر

راگ رنگ اور نوبتی ہو رہی
رو برو رستے چراغ ہیں روشن
شہر ہیں تمام روشن اپنے گھر
گھوڑی دامن سوار کیا لائے
گل کا کاغذ ہے فرق خاک رنگ
ہے چراغ اور شمع ہر کی تاب
جلتے ہیں مجمع دے سو سو
جیسے ابر سیاہ آئے جھوم
پتلیوں نے کیا حشر ہم از
شاہ و دستور حکم و کار ادب
ڈوم ڈھاڑی بنے بجا کر ساز
سج کے عمامے سر پہ گیتے بنے
کوئی ڈاڑھی لگا کے پیر بنا
نقل کرتی تھی اُن سبھوں کی معاز
یعنے مستغرق خیال تھا تیر

بے گل رہے نہ یکدم بلبل کبھی آہ وائے
محبوب سے کسو کو یارب نہو جدائی

گل تک ہنسا نہ مجھسے بلبل نہ بولی ہرگز
کس کس کی بیدماغی بر یار مین اٹھائی

ہم بھی رہی ہوا وہ جتنیک جوان جاہل
کی عمر رفتنی نے بار ہر نہ بیوفائی

احوال زمانہ کی تو کیا جانین دل لگی کہ
لگتی ہے جسکے دلکو وہ جانتا ہے بھائی

ہے دامگاہ دنیا ہر جا فریب آمیز
دیتی نہیں دکھائی اپنی مجھے رہائی

گذری جو کچھ سو گذری یاری مین لبرونکی
میر اب کسو سے تم تو کریو نہ آشنائی

تمام شد

مثنوی دیگر

اے جھوٹھ آج شہر مین تیرا ہی دور ہے
شیوہ یہی ہے جھوٹ کا یہی سب کا طور ہے

اے جھوٹھ تو شعار ہوا ساری خلق کا
کیا شہ کا کیا وزیر کا کیا اہل فقر کا

اے جھوٹھ تجھ سے ایک خرابی ہے شہر مین
ای جھوٹ تو غضب ہے قیامت ہے قہر ہے

اے جھوٹھ رفتہ رفتہ ترا ہو گیا رواج
تیری متاع بابت ہر جا پرسومین ہے آج

اے جھوٹھ کیا کہوں کہ بلا زیر سر ہے تو
ای جھوٹھ سچ یہ ہے کہ عجب فتنہ گر ہے تو

مشکل حصول کام ہے یہان حاصل کلام
اے جبو بھر دل مرا ابھی بہت دردناک ہے
اک فرد دستخطی تھی مری ایک شخص پاس
تھا مین فقیر پر نہ گیا شاہ کے حضور
آداب سلطنت سے نہین مجکو رابطہ
عزلت مجھسے کھینچتی نہین ہر عزیز کی
صحبت خدا ہی جانے پڑی کیسے اتفاق
مین مضطرب گھر سے گیا اُٹھ کے پانچ بار
تقصیر میری اسمین نکریگا کچھ خیال
لیکن یہ حرف اس بھی بندہ کا رکھیو یاد
بہتیری ایسی فردین رکھتے ہین سید مین
دکھلاؤنگا چلا ہون سوال آپکا لئے
بولا نہوگا سعی مین ادھر سے کچھ قصور
اگر وضع ایسی بات بنا کر کھسک گیا
یہ عرضیان حضور کو پہونچین ہین صبح و شام

باتون ہی باتون کام ہوا خلق کا تمام
ان کا زبون سے صبح نمط جیب چاک ہے
دیکھا جو خوب اسکو مطابق نہین ہے پاس
اتنے لیے کہ رتبہ غوث حرا سے دور
حرکت نہوتی مجھسے کوئی غیر ضابطہ
پھر شعر و شاعری بھی نہین ہے تمیز کی
کیا بات آدمی بیچ مین بے رنگی ہے شاق
کہنے لگا زبانسے یہ ہوتی ہے وہ جواب
صاحب کہین خموشی کرو نہین یہ کیا مجال
انداز سے یہ لوگ سخن کرتے ہین یاد
رکھتے ہین یو ہین لوگونکو برسون فریب مین
مین نے کہا فقیر کہو کس طرح جئے
پھر دیکھیے کہ پردے سے ہوتا ہے کیا ظہور
دل اس خبر کے سننے سے میرا دھڑک گیا
دستخط جو ہو کے آئے کوئی ہو اسی کے نام

بیچ مین ہوتے کچھ اگر اسباب
سو تو کمل نہ پٹو نہ ٹوپی
ابر ہی بیکسی پہ روتا تھا
کیچ پانی مین کپڑے خوار ہوے
زہر دی کا کیا جو ہمنے میں
آسمان آب سب زمین سب کیچ
شب کے دریا پہ ہوگے راہ پڑتی
بجلی لطمی کا کھون مین اوج
دامنِ ابر پاٹ دریا کا
ہوش جاتا تھا دیکھ جوش آب
آب تہ وار اور تیرہ بہت
پانی پانی تھا شور سے طوفان
ہمرہ موج سیکڑون گرداب
ناؤ مین پاؤن ہمنے بار رکھا
جزر و مد سب حواس کھوتا تھا

منہ اٹھانے کی جی مین ہوتی تاب
سایہ گستر نہ ابر بن کوئی
ابر ہی سر کا سایہ ہوتا تھا
وہین گاڑی مین جا سوار ہوے
بھنس چپلے کی تھی بہل گی بیں
خاک ہی ایسی زندگی کے بیچ
پانی کی سطح پر نگاہ پڑی
باتین کرتی ہے آسمان سے موج
دی گرہ تو کہے کہ باندھا تھا
گوش کرتا تھا گر خروش آب
لہر اٹھتی جو تھی سو خیرہ بہت
دیکھ دریا کو سوکھتی تھی جان
ساتھ تھے صد تری کی چشم حباب
خوف کو جان کے کنارے رکھا
خضر کا رنگ سبز ہوتا تھا

تک و دو ہر طرف لگے کرنے ‌ ‌ ‌ تسپہ پڑتی تھی منھ کے بھرتے

کوئی میدان مین کوئی چھپر مین ‌ ‌ ‌ کوئی در مین کوئی کسو گھر مین

گھر ملا صاحبون کو ایسا تنگ ‌ ‌ ‌ جس سے بیت الخلا کو آوے ننگ

بیٹھنے دین نہ جب کہ صاحب کو ‌ ‌ ‌ کون پوچھے نفر مصاحب کو

ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے سرائی ‌ ‌ ‌ ویسے گھر چھوٹے ویسی جا پائی

رہنا بھٹیاری کے غنیمت جان ‌ ‌ ‌ جو کہا اُن نے ہم گئے سب مان

کچھ پکانے کا کچھ سوال کیا ‌ ‌ ‌ مین نے اظہار اپنا حال کیا

یان جو لائے ہین مجکو اپنے ساتھ ‌ ‌ ‌ زندگانی مری ہے انکے ہاتھ

پھونچے ہے انکے روبرو سے طعام ‌ ‌ ‌ صبح کا صبح مجکو شام کا شام

اور پکوائے تو زاید ہو ‌ ‌ ‌ خامے سے اپنے اور عاید ہو

جو کچھ آیا سو کھالیا مین نے ‌ ‌ ‌ کچھ رہا سو اٹھا دیا مین نے

سنکے اک دل سی کھینچی ان نے آہ ‌ ‌ ‌ اور بولے کہ واہ صاحب واہ

ہم تو جانا تھا آدمی ہو بڑے ‌ ‌ ‌ چار پانچ آدمی ہین پاس کھڑے

کچھ یہ کھادین گے کچھ کھلادین گے ‌ ‌ ‌ ہم کچھ انکے سبب سے پا دین گے

سو تو نکلے ہو کورے بالم تم ‌ ‌ ‌ ہو گدا جیسے شاہ عالم تم

جنسے مالوف تھے وہین رہتے — انسے کچھ کچھ لگا ہون ہین کہتے
کیا نفاست مزاج کی کہیے — ستھرے اتنے کہ دیکھ ہی رہیے
خال جون پھول گل کترتے ہین — یا کہ نقشونمین رنگ بھرتے ہین
یہ ہے چڑیا یا اُن نو کیب کی نظر — حج کا کرنا نہ فرض تھا اسپر
مو ہتی بھی تو بلی بہن اسکی — نسبت اسکی تھی وہ بہت گھسکی
پاوے جو کچھ سو مار کھاوے ہی — ایک کیا چار چار کھاوے ہے
جانور مارنا تو ہے یک سو — تیز پنجہ کیا نہ اُن نے کبھو
یہ نزاکت اسی کو بن آوے — موش دشتی کو دیکھ ڈر جاوے
ان لنے ماری ہین کتنے ڈھونس — گھونس دیکھی تو ہووے کوئی گھونس
یہ چھچھوندر کے بو لیتے بھاگی — وہ پڑی سوتی بھی ہو تو جاگی
چھپکلی سے یہ پھیر منھ کو لے — وہ جفا کار جیفہ پر جی دے
یہ پری سی تھی جو خرام کرے — وہ جو اچھلے تو دھوم دھام کرے
کبک اسکی خرام کے عاشق — جانور اسکے نام کے عاشق
غرض افسوس کی جگہ بلی — اب کہان گو کہ چھانیے دلی
ایسی بیگم مزاج بلی کہو — بیگم آباد ہم گئے یارو

۵۸۷

کارپردازون کو تقید ہے — شور ہے گالی ہے تشدد ہے

وے بچارے بہانے کرتی ہین — رات دن لوگ چوکی بھرتے ہین

کہتے اُن سے تو یہ ملے ہی جواب — کسکے گھر سے بنا دین لاکے قناب

ہمکو کھانے ہی کا تردد ہے — صبح بقال کا تشدد ہے

بنیا منھ کو چھپائے جاتا ہے — روٹی کا فکر کھائے جاتا ہے

حال کب پوچھنے کے ہی قابل — ہم فقیرونکے رنگ ہین سائل

سوچتے ہین جب تو جھول جاتے ہین — بات کہتے ہین بھول جاتے ہین

تمکو دیوار پا کھے ہینگے یاد — ہمکو کرنا نہین خدا آزاد

کسکو سوجھین کہان سے کھلاوین — دال آٹا جو تمکو پہونچا دین

تم کہو دال ماش کی ہے یون — یان بہم پہونچی ہے جگہ ہی خون

تم کہو آٹا کھس کھسا کھایا — یان کلیجہ لپا تو ہاتھ آیا

اور دو چار روز یہ بھی ہے — ایک غم سینہ سوز یہ بھی ہے

فصل ہونے ابھی نہین پائی — پیشگی سب سے قرض لے کھائی

جس سے جھوٹے ہوتے ہین ہم وسن بار — جو ساده کہے ہے ساہوکار

ماش کی دال کا نکر سیے گلا — گوشت یان ہی کبھو کسو کو ملا

کوئی گھوڑا کرے کوئی بھونکے
خفتہ خفتہ بھی شور سے چونکے

سانجھ ہو کے قیامت آئی ایک
شور غف غف سے آفت آئی ایک

گلہ گلہ گھرونمین بھرنے لگے
روٹی ٹکڑے کی بو پہ گرنے لگے

ایک نے آکے دیکھا چاٹا
ایک آیا سو کھا گیا آٹا

ایک نے دوڑ کر دیا پھوڑا
پھر پیا آکے تیل اگر چھوڑا

شور نے ایک لگا اندھیرا کر
ایک نے اور ایک پھیرا کر

گھر مین چھینکے اگر تھے توڑ دیے
ہانڈی باسن گرا کے پھوڑ دیے

لوگ سوتے ہین کتے پھرتے ہین
لڑتے ہین دوڑتے ہین گرتے ہین

جبکہ ہڈی پہ چار چار لڑین
گوشت پر بھیڑیے سے دوڑ پڑین

ایک کے پیچھے ایک روز و شب
لینڈ سے وان نہ بند ہو رہتے کب

کتے ہی وان دو چار رہتے ہین
دو گھڑی بھی تو چار رہتے ہین

جاگتے ہو تو دھندو کہتے
سو کے اٹھو تو رو برو کتے

سر پہ دربان کی بلا ہی رہے
کتا ایک آدھ گھر مین ہی رہے

منھ مین کف دور دور کرتے ہیں
حال بیحال شور کرنے سے

تو کہے سنکے وہ گلا پھاڑتا
باؤلے کتے نے اسے کاٹا

ساری کنگال اور بھوکھی سی
صورتین کالی سوکھی سوکھی سی

تو نکلے چور انکو سے منگوایا
لال مرچین کئی ہو نئی لایا
اور اشیا ہین کہ کیسا تھا ہی
اٹھے جاتا نہین کیا کچھ پاس
اور دو چار فاقہ مارون کے
بھونی مسجد خطیب تھا نہ اذان
نہ تھی قید صلواۃ و رسم صوم
اسمین سید امام دان کی قوم
بندے سب جنکا تھا نہ کوئی
اس طریقے سے آشنا نہ کوئی
راہ و رسم و طریق سب بھولے
صحبت ایسون سے رکھے کیا کوئی

چار دانتون کے واسطے چنے تھے
اس سے آگے بڑھو تو دھنیور تھے
اور آگے گئے تو تھا بازار
ایک کے پاس دال کچھ آٹا
آیا کچھ سانوان اور تھوڑے چنے
جو تھا باقی رہا سو تھا کنگال
اسکا عامل کے یان اٹھا مایا
ایک کنجڑے کے چار گٹھی پیاز
کیا کہون مرچ تھی نہ ادرک تھی
ایک دو کان کی پساری کی
اُس سے جا کر جو مانگے ہلدی
دیکھ کر کچھ کہو تو وہ یہ کہے
یان جو کچھ ہو چلین سو تیا ہون
مانگو اُس سی جو مرچ یا دھنیا
اُن مین دو دانے اور سب کنکر

جان کھا جائین کچھ نہ جنبک مین
اُجڑے بجڑے اُنھونکی کچھ گھر تھے
اسمین بنیونکی بھتین کانین چار
تسکو بھی مکھیون نے تھا چاٹا
جھبڑونمین خاک دھول ایک کنڈ
نام کو کہتے تھے اسے تقبال
اُن نے جیسا کیا تھا سو پایا
تیسرا اسکو ہزار فخر و ناز
اُس مچھندر مین کچھ بھی گھد تھی
اُن نے ہلوگون سی بھی یاری کی
زرد مٹی کو باندھ دی جلدی
بس تم اس بستی مین میاں جی رہیے
مین بھی پیسے لگا کے لیتا ہون
دیوے بچا وہی جو تھا دھنیا
دیہے کاغذ مین ہاتھ لمبا کر

دونون کا اک جدا ہی مطلب ہے
یہ کہے روز وہ کہے شب ہے

آس پاس اُس گھڑی کی آئی جھیل
گم تھے برسات مین طریق و سبیل

ادھر اودھر اُتر کے پانی جاؤ
تھر ہے پھر جو ٹک بھی ہو وے چڑھاؤ

اوس دانکی ہوا بست مرطوب
ہو وی نزلہ زکام بے اسلوب

کتنے روز و نہین ہوتی ہی کھانسی
ایسی جیسے گلے مین دین پھانسی

پھر وہ درجہ ہی جسمین ہو وے دق
یہ کوئی نکلی ایک ثالث شق

ٹری آفت خطر تھا سکھون کا
کیون کہ وہ ملک گھر تھا سکھون کا

اسمین آجاتے تو قیامت تھی
مال و جان غرض سبکی رخصت تھی

نہ کوئی دادرس نہ وقت داد
مفت ہی ہم گئے تھے سب برباد

کیا کڈھب چرخ کج نے پھینکا تھا
پر خدا کچھ ہمارا سیدھا تھا

جسنے قدرت نمائی کی اپنی
اس بلا سے رہائی کی اپنی

بس قلم ہے صریر تیزی تند
شور سے تو پڑا جہانمین ڈنڈ

بد زبانی کا مجکو کب ہی دماغ
ریسی باتون سی مین کیا ہی فراغ

ہو چکی صاحبون کی فرمایش
چپ رہ اب ہی زمان آسایش

مثنوی دیگر

متصل ایسا ہوا جو اتفاق
حفظ اسکی کو کہ کا لازم ہوا
نذرین مانین نقش لائی ڈھونڈھ کر
چیچھڑون پر بعضون نے افسون لکھی
بے بلائے سے بہت کی التجا
گوشت کی چیلونکو پھینکی بوٹیان
لڑکیان بھلائیان کھاتون سے
دیکے ٹکڑا منھ کو ہر ایک کھولتے
صدقے اترے چیچھڑی جو ڈھیر
کین مناجاتین دل شب لاتعد
بوہریرہ کے تئین مانا بہت
مدح جس بلی کی کرتا تھا عبید
خواجہ عصمت کہتے تھے طاعت جہان
صبحدم ہوتے وہی گرم سجود
چاہی ہمت اُس سے اٹھکر ہر سحر

مرگ ان پچونکی گذری سب شاق
جھاڑے پھونکے کا ہر اک عازم ہوا
نیل کے ڈڑے ونمین باندھے پٹ کر
بعضون نے تعویذ لیکر خون لکھی
گربۂ محراب سے چاہی دعا
ماش کی موٹی پکائین روٹیان
اس طرح جون دیلی بلی کھلے
اور بولی بلبلون کے بولتے
گربۂ لادہ نے کھائے ہو کی سیر
گربۂ زاہد سے بھی چاہی مدد
بلبلون کو بھی دیا کھانا بہت
تھی دعاگوئی مین وہ بکمرو شدید
ایک بلّی بیٹھی تھی آکر وہان
گھ قیام اسکے تئین تھا گہ قعود
کچھ تو باطن نے کیا اسکے اثر

۵۹۳

سب سے آگے آن پہونچے تالک
آنکھ سے معلوم ہو مشتاق ہی

بلیان ہوتی ہین اچھی ہر کہین
گر وردہ باندھو تو چہرہ خو کا

گرم شوخی ہو اگر یہ مثل برق
یا پری اس پرہین ہی جلوہ گر

کیسی ہے بلّی ولایت کی ہی زور
ربط سے اپنے بھی جن کو انکی ساتھ

ایک دن جا کر کہین تک سو گئی
بلی کا ہونا نہین اسلوب یہ

دیکھیے جسدم یک ذرا کوئی اسکو غور
حسن کیا کیا مانی کے کرے بیان

خوبی منی کی نہ کوئی کہہ سکے
داغ گلزاری ہی اسکی تازہ باغ

کیا دماغ اعلی طبیعت کیا نفیس
دیکھیے میری پانون سے لے سر تالک

بلی یا اعجوبۂ آفاق ہی
یہ تماشا سا ہے بلّی تو نہین

چاندنی مین ہو تو بکّا نور کا
بجلی مین اسمین کچھ کہہ سکیے ورق

اٹھی ادھر سے نہین ہرگز نظر
خوب دیکھو تو ہے اسکے صد حور

بیٹھے ہی تو بیٹھیہ یہ میرا ہی ہاتھ
مانی مانی ساری گھر مین ہو گئی

ہے کبودی چشم یک محبوب پر
چشم شور آفتاب اسدم ہو کور

ہو جہان جبتک یہ ہو کو درمیان
دیکھیے اسکو تو نہ اُس بن رہ سکی

اس زمان تیرہ کی چشم و چراغ
کیا مصاحب ہے بدل کیسے جلیس

۵۹۵

چار دیواری سو جگہ سے خم
ونی لگ لگ کے جھڑتی ہاتی ہی
کیا کہتے مینہ سقف چلنی تمام
اس چکپش کا علاج کیا کریے
جا نہین بیٹھنے کو گھر کے بیچ
نکھین بھر لائے یہ کہین ہین سبت
جھاڑ باندھا ہی مینہ نے دنرات
با زمین کا نپتے ہین جو تھر تھر
یچ لے لیکے مارے چھو پا ہے
سنو پھر پر چھتی بھی ملتی نہین
دھانکو دیوار یا اٹھا رکھو
ایک حجرہ جو گھر مین ہی واثق
مین سوراخ ہی کہین ہی چاک
مین گو ہنوں نے کھود ڈالا ہی
مین گھر ہے کسو چھچھوندر کا

تر تنک ہو تو سو کھتے ہین ہم
آہ کیا عمر بے مزہ کاٹی
چھت سے آنکھین لگی رہی ہین مدام
راکھہ سے کب تلک گھڑی بھر کے
ہے چکپش سے تمام ایوان کیچ
کیونکہ پردا رہے گا یارب اب
گھر کی دیوارین ہین گی جیسے بام
اونپہ روا رکھے کوئی کیونکر
چھو نیا کا ہے کو بلکہ تھو پا ہے
ٹوٹا اک بوریا سا ڈالو کہین
یا ہمارے لئے بچھا رکھو
سو شکستہ تر از دل عاشق
کہین جھڑ جھڑ کر ڈھیر سی ہی خاک
کہین چوہے نے سر نکالا ہے
شور ہر کونے مین ہے مچھر کا

ایک چھپر ہے شہرہ دلی کا
ساری بستی میں ہے یہی تو خراب
ہے خرابی سے شہر میں مشہور
گھر بھی ایسا پھر جب ہے مذکور
قدر کیا گھر کی جگہ میں ہی نہ ہوں
چھپر یہ تو پھر نری ہے خاک

جسے روضہ ہو شیخ چلی کا

(۵۹۷)

کنگنی دیوار کی نپٹ بری حال
طوطا مینا تو ایک بابت ہی
کیونکہ ساون کٹے گا اکی بار
ہو گیا ہے جو اتفاق ایسا
ہو کے مضطر لگے ہیں کہنے سب
تیتری یان جو کوئی آتی ہی
نہین دیوار کا یہ اچھا ڈھنگ
ایک دن ایک کوا آ بیٹھا
چیل سے لوگ ڈری کرتی شور
ہو نہ ایسا کہ اپنی چال چلے
نہین وہ زاغ چار پانو بھرا
مٹی اسکی کہین کہین بہکی
سان کر خاک لگ گئی دو جا
اچھے ہونگے کھنڈر بھی اس گھر سی
اکھڑے پکھڑے کواڑ ٹوٹی وضیر

پڈری کا بوجھ بھی سکے نہ سنبھال
پودنا پھدکی تو قیامت ہی
تھرتھرا دے بھنبھیری سی دیوار
شاق گذری ہی کیا کہوں کیسا
اور بھنبھیری کہ ساون آیا اب
جان مخزون نکل ہی جاتی ہی
کہین کھسکے تو ہی قیامت جنگ
بیسگمان جیسے بوا آ بیٹھا
کہ نہ حایط مین کچھ رہا تھا زور
دوڑے اچھلے کہ بال بال بچے
ایک کالا پہاڑ آن گرا
جی ڈبا اور چھاتی بھی دھکی
بار ہی جلدی درست کی دیوار
برسے ہے یک خرابی گھر در سے
ٹوٹے زنجیر ایک کہنہ جدید

تنکے جاندار ہین جو بیٹھ وکم
ایک کھینچے ہی جو پنج سے کرے زور
پوچھ مت زندگانی کیسی ہے
کیا کہون جو جفا چکش سی سہی
بوریا پھیل کر بچھا نہ کبھو
ڈیوڑھی کی ہے یہ خوبی گھر ایسا
جنس اعلی کوئی کھٹولا کھاٹ
کھٹملون سے سیاہ ہے سو بھی
تب بچھونا جو مین بچھاتا ہون
کیڑا ایک ایک پھر مکوڑا ہی
ایک چٹکی مین ایک جھینگلے پر
گرچہ بہتون کو مین مسل مارا
ملتے ملتے راتون گھس گئین پورین
ہاتھ تکئے پہ گہ بچھونے پر
سا سلایا جو پائینتی کے اور

تنیہ چیرپون کے جنگ ہے باہم
ایک مکڑی یہ کر رہی ہے شور
ایسے چھپر کی ایسی تیسی ہے
چارپائی ہمیشہ سر پہ رہی
کونے ہی مین کھڑا رہا یکسو
چھپر اس جو نچلے کا گھر ایسا
بائے پٹی رہے ہین جنکے چھاٹ
چین پڑتا نہین ہے شبکو بھی
سر پہ روز سیاہ لاتا ہون
سانچھ سے کھاٹ نے ہی ڈرا ہے
ایک انگوٹھا دکھا دو انگلی پر
پر مجھے کھٹملون نے مل مارا
ناخنون کی ہین لال سب پورین
کبھو چادر کے کونے کونے پر
وہین مسلا کرا ٹیر یون کا زور

٥٩٧

حق اگر پوچھو تو خدا ہے عشق
کہہ حقیقت نہ پوچھ کیا ہے عشق

عشق ہی عشق ہے نہین ہے کچھ
عشق بن ہم کو کہین ہی پہیر

عشق تھا جو رسول ہو آیا
اُن نے پیغام عشق پہونچایا

عشق حق ہی کہین نبی ہے کہین
عشق محمدؐ کہین علیؑ ہے کہین

عشق عالیجناب رکھتا ہے
جبرئیل و کتاب رکھتا ہے

عشق ہی مظہر عجائب ہے
عشق ہی حاضر ہے عشق غائب ہے

مثنوی مسمی بمعاملات عشق

قصہ کوتہ دن اپنی کھوتا ہون
رات کے وقت گھر مین رہتا ہون

نہ اثر بام کا نہ کہین در کا
گھر ہی کا ہیکا نام ہے گھر کا

مین تو حیران کار تھا اپنا
کوئی اسدم نہ یار تھا اپنا

اینٹ پتھر تھے مٹی تھی یکسر
خاک مین لگیا تھا گھر کا گھر

چرخ کی کجروی نے پیسا تھا
پر خدا میرا مجھہ سے سیدھا تھا

کتنے اک لوگ اسطرف دھائے
یا ملک آسمان سے آئے

مٹی لے لے گئے دو ہاتھون تھین
کام نے شکل پکڑی یا تو تھین

صورت اس لڑکے کی نظر آئی
ہم جو مردے تھے جانسی پائی

آنکھ کھولی ادھر ادھر دیکھا
اس خرابی کو بھر نظر دیکھا

قدرت حق دکھائی دی آکر
یعنے نکلا درست وہ گوہر

دہشت کی کوٹھر مین لا رکھا
گھر کا غم طاق پر اٹھا رکھا

مومیائی کھلائی کچھہ ہلدی
فرصت اسکو خدا نے دی جلدی

غم ہوا اسکے دوستدارونکو
پھر بندھا یہ خیال یارونکو

کہ مری بود و باش یان نہ ہے
گو تصرف مین یہ مکان نہ ہے

شہر مین جا بہم نہ پہونچی کہین
چار نا چار پھر رہا مین وہین

اب وہی گھر ہے بے سر سایہ
اور مین ہون وہی فرومایہ

دن کو ہی دھوپ رات کو ہی اوس
خواب راحت ہی یان ہے سو سو کوس

قیس کیا رنج کھینچ کھینچ ہوا
عشق نے چھاتیان جلائی ہیں
عشق مین ایک جی کو کھو بیٹھے
ایکون کا جیب تا بدامن چاک
شان ارفع ہی جنکی خوار ہین یان

سر پہ فرہاد کے سنا جو ہوا
آگین کس کس جگہ لگائی ہین
ایک آنکھون کو روکے رو بیٹھے
ایک ڈالے ہے سر کی اوپر خاک
عقل والے جنون شعار ہین یان

خستۂ عشق کچھ نہ میر ہوے
بادشاہ عشق مین فقیر ہوے

کوئی دلتنگ ہو کوئین مین گرا
جب پتنگا ہوا تھا اس سی داغ
عشق کی فاختہ تسمکش ہے
عشق باعث ہوا وطن چھوڑ
مایۂ درد و رنج سب ہی عشق
پڑ گئے دل جگر مین آخر چھید
تیزی تیغ ستم جو اسیجے عشق
عشق سے قمری ہے حریف سرو

کوئی ڈوبا کوئی گیا نہ بچا
جب پا جیکوان نے پیش چراغ
عشق سے عندلیب دلکش ہے
مرغ پکڑے گئے چمن چھوٹے
متصل رونے کا سبب ہی عشق
کچھ نپایا کنھون نے عشق کا بھید
جامے پہتون کے خونمین کھینچے عشق
مہ سے آنکھین لڑا رہا ہی تدرو

قصہ میرا بھی سانحہ ہی عجب | کس پہ گذرا ہے یہ ستم یہ غضب

معاملہ اول

ایک صاحب سے جی لگا میرا | اُنکے عشوونے دل ٹھگا میرا
ابتدا مین تو یہ رہی صحبت | نام سے اُنکے تھی مجھے الفت
خوبی اُنکی جو سب کہا کرتے | گوش میرے اُدھر رہا کرتے
بخت برگشتہ پھر جو یار ہوے | اک طرح مجھسے وے دوچار ہوے
کیا کہون طرز دیکھنے کے آہ | دل جگر سے گذر گئی وہ نگاہ
جسکے منھ انکا دیکھ رہتا ہون | جی مین کیا کیا نہ کچھ نہ کہتا ہون
وے تو ہر چند اپنے طور کے تھے | پر تصرف مین ایک اور کے تھے
کرتے ظاہر مین احتیاط بہت | مجھ سے بھی رکھتے اختلاط بہت
بات کی طرز میری ہی بھاتی | میری آزردگی نہ خوش آتی
پیار چیتون سے پھر نکلنے لگا | دیکھنا میرے دل کو ملنے لگا
کہین دیکھون تو بات دیر کہین | بیدماغ اور بدگمان رہین
کچھ آزار مجکو دینے لگے | قسم اقسام مجھسے لینے لگے
مین جو کھاتا قسم تو ہو برہم | کہنے لگتے کہ کیا گدا کی قسم

معاملہ دوم

اسکی زلفون مین دل گئے نہ بھرے | رہے سنبل کے پیچ پاچ دھرے
اُس جبین سے بھلا لگے کب جاذب | صبح صادق کی دعویٰ ہی کاذب
ویسی بھوین کشیدہ بھی ہین کہین | یہ کمانین گسو سے کھنچتی نہین
پھری پلکون کی اور سب کی نگاہ | چشم پر میری تری چشم سیاہ
کہون چتون کے دیکھنے کا طور | اس قیامت پہ وہ قیامت اور
سطح رخسار آئینہ سے صاف | جو نہ ٹھہرے نگہ تو رکھے معاف
لطف بینی کا فہم ہے دشوار | ایک باریک بینی ہی درکار
کیا جھمکتا ہے ہائے رنگ قبول | جیسے ٹکڑا گلاب کا سا پھول
ہی دہن تنگی سے سخن کوتاہ | کچھ نکلتی نہین سخن کی راہ
اس سے گل کیا چنے کوئی ہمدم | غنچۂ ناشگفتہ سی بھی کم
برگ گل سے زبان ہی نازک تر | پھول جھڑتے ہین بات بات اوپر
کیا کہون کم ہین ایسے شیرین گو | وہ زبان کاش میرے منھ مین ہو
دمبدم سعی گوش اشارہ صبح | گوہر گوش ہا ستارہ صبح
جب بنا گوش اُن نے دکھلایا | صبح کا سا سمان نظر آیا
ان لبون کا مزا لیا سو بھات | تسکے اوپر ہمارا بھی ہی دانت

دل کشی مین تمام یک پہلو | شانہ دوست و ساعد و بازو
کیا نظر گاہ کی کرون خوبی | نظرین اٹھتی نہین یہ محجوبی

گل کفش اسکی ہو خرامان تو
گل بلبل بھی تماشا تی رہین

آگئے جسطرف بہار آئی
رنگ رفتار دیکھ مجنون ہو
طرز و گفتار جیسے افسون ہو
سر سے پانون تلک وہ محبوبی
ساتھ ان خوبیون کے یہ خوبی
کہ محبت دل سے آشنا ہے رحم
دردمندون کو جانتی جانی رحم

اسکے تو پہلو سے مین ہو کے جدا
درد پہلو سے تنگ دل ہی رہا

ہائے اُس سے خدا خدا نہ کرے
دور اس سے جیون خدا نکرے

یون تو ہین سُرخ اسکی ہر انگشت
ڈوبی ہین میرے خون مین ہمیشہ

وہ کفِ دست راحت جان ہے
کاش سینے پہ رکھدے غم یان ہے

کیا بیان خوبی شکم کو کرے
دیکھنے سے کبھو نہ پیٹ بھرے

صدر کے ناچیے سے تا ناف
چیکی جاگہ ہی گیو نکہ کہئے صاف

اس سے پھر آگے غنچہ رگل ہے
یان سخن بابت تامل ہے

پردہ مین بھی جو کچھ کہا جاوے
آپ تو نہ ٹک رہا جاوے

گئی نظر ونسے وہ کمر باریک
ہو نہ آنکھو نمین کیون جہان تاریک

اور کیا دل زدیکو بات آوے
کہین یارب شتاب ہاتھ آوے

نازکی اُس میان کی کیا کہئے
ہنے تو ہاتھو نمین لئے رہیے

ٹک اگر لچکے تو قیامت ہے
پھر قیامت تلک ندامت ہے

کیون پڑی ران نظر تا ساق
اُس بن اب زندگی ہوئی ہے شاق

ہائے جانان سے گفتگو ہے اب
خاک مین ملنے کا یہی ہے سبب

وہ قدم کاش فرق سر پہ ہو
ساق سیمین مری کمر پہ ہو

معاملہ سوم

ملنا جلنا سبھون نے چھوڑ دیا
رشتہ ربط انھون نے توڑ دیا
نظر آتے نہین ہین مدت سے
کہ ہوے میر جی تو دیوانے
آشنا یار سارے بیگانے
ان تلک ہمسا ہمین پہونچ کہنا
روز و روشن ہو یا اندھیری رات
نہ کچھ پانی ہو مینھہ ہو یا برسات
زن و فرزند خانمان سے گئے
نہ فقط جان سے جہان سے گئے

صورت انکی خیال مین ہردم
خواب مین جو ہو وہ قرہ باہم

مین تو بستر پہ دل شکستہ اداس
چاند سا منہہ انھون کا تکیے پاس

مین بچھونے پہ بیخود و بیخواب
ایک پیکر پری کا سا ہمخواب

فرش پر پانون یہ غبار آلود
انمین وی دونون پا نگار آلود

مین تو افتادہ محو عجز و نیاز
باز و تیر کسو کی بالش ناز

جلتی آنکھون کنے گل خسار
جسپہ کچھہ بکھرے موے عنبر بار

پاس منہہ کے دہن لال تر ناز
دست گستاخ پر کمر نازک

فرش اس گلبدن سی سب بویا
پھول مین نے بچھائے تھے گویا

شب کٹے صورت خیالی سی
دن کو ہون مین شکستہ حالی سے

اگرچہ روزانہ بھی تصور تھا
لیکن اندوہ سے مکدر تھا

کہین تصویر سی نظر آئی
کہین منہہ پھیر جیسے شرمائی

کبھی دل انکے رو دہو مین رہے
کبھی ملنے کی آرزو مین رہے

صورت حال اور کچھہ ہردم
گاہ لب خشک گاہ مژگان نم

مین بھی مقدور تک وفا کی ہے
خان غمناک پر جفا کی ہے

برسون تک مین پھرا ہون سرگردان
روز و شب دونون بھی تھی یکسان

وحشت سے
صبح ہوتی ہی گھر سے جاتے ہین
جیسے کھوئے گئے نکلتے ہین
پھرتے جنگل مین دیکھتے ہی راہ
[illegible]

[illegible]

جو پڑھے گا جنگ نامہ یاں	ہوگی ساری حقیقت اسپہ عیاں
یاں تفصیل کرنے کا تھا مقام	کہ محبت سے یاں ہی حرف کلام

معاملہ ہفتم

بارے کچھ بڑھ گیا ہمارا ربط	ہو سکا پھر نہ دو طرف سے ضبط
تب ہوا بیچ سے یہ رفع حجاب	جب بجز عین رہی نہ مطلق تاب
ایک دن ہم وے متصل بیٹھے	اپنے دل خواہ دونوں مل بیٹھے
شوق کا سب کہا قبول ہوا	یعنی مقصود دل حصول ہوا
واسطے جسکے تھا میں آوارہ	ہاتھ آئی مرے وہ مہ پارہ
لگ گئے دست وے ہم آغوشی	ہمسری ہمکناری ہمدوشی
چند روز اس طرح رہی صحبت	پیار اخلاص رابطہ الفت
کچھ کہوں جو انھوں کی ہو تقصیر	تا رسائی تھی طالعوں کی میر
ہو گئے بخت اپنے برگشتہ	پھر گیا آسمان نے سرگشتہ
بات ایسی ہے اتفاق پڑی	کہ ہوئی سر پہ فرقت آن کھڑی
لگی کہنے کہ مصلحت ہے یہ	کتنے روز دن جدا تو مجھ سے رہ

اگر شور افغان کو دریا کی
تو کیا اعجاز دن کا ہے اعتبار
نہ کس طور اژدر کو تلوا سا ہو
حریف اسکے سوکھے سے چلتا سا ہو
کہان چھپکلی اژدہے سے لڑی
کہ اژدر پہ ایسی قیامت پڑی
ہزار اگر اندوہ سے جان لڑے
لیے ایسے کیڑے کوڑی مین پڑے
جہان شور اژدر سے ہا دھوم دھام
کوئی کسلائی سے نکلے ہی کام
بظاہر یہ لائے تو ہین پر نہان

لطف مبذول حال پر ہر آن	تازہ ہر دم مروت احسان
لب سے جان بخش حرف سوز دلجو	لطف سے پوچھنا کہ خوش ہو تو
یاد کر روون انکی کونسی بات	کسطرح کاٹون ہجر کے اوقات
ملنا انسے بھی ہو گھٹے غم بھی	آئے جیتیون مین جائیے ہم بھی
مدت ہجر اگر تمام ہوئی	ورنہ اپنی تو صبح شام ہوئی

تمام شد مسمی بہ معاملات
مثنویات اژدر نامہ

یہ موذی کئی تا خبر دار ہین	نئی ناگنین جنکے ٹیکو نہ پھن
نہین جانتی ہون مین مار سیا	زمانہ ہے آتش کا میری نگاہ
نفس ہے مرا افعی پیچدار	گیا جس سے خصم قوی مین کو مار
جدھر بھر نظر دیکھون لگجائے آگ	دم دم کشی لب پہ کھیلین ہین ناگ
جہان مین ہون وہ جا ہے پر شر و شور	عصا سے چلے راہ وان مار و موس
مری آنکھ سے زہر ٹپکا کیا	جلا آگئے میرے کبھو کب دیا
سن اس ماجرے کو سبھونے کہا	کہان کیچوے یہ کہان اژدہا
یہ خصمی مری اژدھون سی ہوئی	طرف مجھسے ہو جو تنک کیا ادہوئی

پہونچتا تھا گردون تلک شور و شر — ہوا صاف ہوئی نہ دود و بہر

رہا کرتی گوسون تلک اسکی دھوم — نہ اُس راہ آتا کوئی خبر سموم

ہوئے ساکنان بیابان تنگ — اٹھے کوہ و وادی سی شیر و پلنگ

گئے جان لیکے وحوش و طیور — کوئی ریگیا موش و مینڈک سا دور

گئی لومڑی ایک سو کھی ہوئی — کسو در خبنگل مین بھوکھی ہوئی

گلی مین جو یان کی کھلے اسکی لب — ہوئی وان کی اعیان گرم غضب

خراطین و خرموش و موش و شغال — اس اژدر کو کہہ جنس اپنی خیال

روان ساتھ اسکے شبانہ ہوکے — گئی گرگٹ آگے روانہ ہوکے

رعونت سی مینڈھک اچھلتے چلے — بلون مین سی چوہے نکلتے چلے

قریب اُس بیابانکے جسدم گئی — اُنھون مین سی آگے بہت کم گئی

قضارا وہ آفت تھی سرگرم سیر — چلے آتے تھے بھاگئے وحش و طیر

اُس آشوب سی دست و پا گم گئی — فراموش سب نے سر و دم گئے

لڑا ڈر کے خرموش سا پہلوان — ہوا مضطرب کیچوا سا جوان

وہ گرگٹ کہ جسکو تھی گردن کشی — ہوئی خوف سی اُسپہ طاری غشی

قدم غوک سی گرد کا جل گیا — بھروسا گیدڑ پہ سو ٹل گیا

مثنوی مسمی بہ تنبیہ الجہال

صحبتیں جب تھیں تو یہ فن تھا لطیف
کسب کرتے تھے جنکی طبعیں تھیں لطیف

تھے ممیز درمیان انصاف تھا
خار و خس سے کیا یہ عرصہ صاف تھا

دخل اس فن میں نہ تھا اجلاف کو
کیا بتاتے تھے یہ سو اشراف کو

تھے جو اس ایام میں استاد فن
ناکسوں سے وہ نہ کرتے تھے سخن

پھر حصول انسے نہ دنیا ہے نہ دین
کوئی حاجت اُس ہی وابستہ نہیں

گر چمار اس کارخانہ میں نہو
ٹوٹے جوتے کو کہاں لیکر پھرو

چار و ناچار اُس کنے جانا پڑے
کوڑیاں دے جوتی گٹھوانا پڑے

حاجت اس فرقے سے مطلق نہیں
جو نہو شاعر تو کچھ نقصان نہیں

یہ تو دنیا میں ہے اس فن کا محل
دین کا اس فرقے کے پوچھو چال

کذب ہو جس شعر کا رونق بخش سمع
دانکی دینداری رکھو اور دلکو جمع

جھوٹ دے اسقدر جب ... میا
گو یقین ایمان کیسا دین کہاں

ہم تا تلک بھی وہی سم قدیم
یعنے جنکے ہوتے تھے ذہن سلیم

پیار کرتے تھے انھیں استاد فن
انکے ہوتے راہبر راہِ سخن

جو کہ خود رکھتے استاد وسخی عا
زندگی بلکہ انھون پہ شاق تھا

اُنکے تئین ہرگز نہوتا اعتبار
ہاتھ گر لگ جاتی تھی سلاق تھی

حکایت

شائق فن تھا وزیر اصفہان
حاجبان در سے ہوا آگاہ کار
غوث و تعظیم کی حد سے زیاد
اُن نے کھینچی اسکی مرزائی بہت
شعر کی تقریب لا کر و رہیا
شعر خوانی کی پڑھا سو تھا غلط
غصہ ہو بولا کہ ہان فراش و چوب
اسقدر مارا کہ بے دم ہو گیا
کھینچ کر ڈلوا دیا دربار مین
وارث اسکے لیگئے آرات کو
یعنی دستور زمان دشمن نتھا
غالباً پایا غلط اشعار کو

ایک دن آیا ہلالی اُسکے پاس
کی اشارت تا اسے فرین گھر مین بار
پاس لے مسند پہ بیٹھا شاد شاد
غنچے بیٹھے رات جب آئی بہت
کرنے لاگا شاعری کا امتحان
سنتے ہی بھڑکا وہ شعلہ کی نمط
کھینچ لا میدان مین کی سلاق حق
سعج دست و پا ہر اک تہم ہو گیا
یہ خبر پہونچی جو ہر بازار مین
جب بخود آیا تو پایا بات کو
یا وہ کچھ نا آشنائی فن نتھا
خوش نہ آیا اُس کرم سوار کو

جو نہ تھے خود سر لیسو باز آئی	تربیت ہو نیکو استاد و نکی جائے
ورنہ کرتا پوچ گوئی ہر نیگ	رفتہ رفتہ شاعری ہو جاتی ننگ
تب جو مین تشلاق کی یہ خام تھا	اب جو آیا لائق انعام تھا
قصہ کوتاہ تھی ممیز درمیان	ننگ ہی کرم فرا بلا پر بھی یان
بے تمیزی سے ہی رائج ابتری	جسکو دیکھو خود نمائی خود سری
نے بیان کا ہے سلیقہ نے زبان	اپنے ہی ہر ایک سحبان بیان
بس قلم وقت زبان بازی نہین	چپ کہ دوران سخن سازی نہین
کون حرف خوب کو کرتا ہے گوش	بات کی فہمید کا ہی کسکو ہوش
بے تمیز و نسے بھرا ہی سب جہان	ہی و ماغ حرف ہمکو بھی کہان

تمام شد

مثنوی در ہجو نا اہل سنی بزبان زد عالم

سنیو اے اہل سخن بعد از سلام	چھیڑتا ہے مجکو اک تخم حرام
پر نہین مرغی کا گرم ظہر ہی	وہم مین فہمباز کا ہم سیر ہے
کام مجکو کچھ نہین ہی اور سے	بلکہ اس بھی طرز ہے اسطور سے

کسب جو کرتے تھے یہ فن لطیف
کتنے اک نو مشق تھے گرم سخن
مدعی میرا ہوا یہ بے ہنر
کاسہ لیس مایۂ خبث و حسود
آتے اچھا ہی جو اسکو روکو
باب اسکا سخت نادان نادرست
ایک جا آیا شتر قد گھر گیا
رہ گیا میں پی کے لوہو سا گھونٹ
اس تحمل پر نہ کی مطلق نظر
جب لگے ہے ناچنے مستی سے خوش
مستی اسکی ساری اب چھڑ جائیگی
جب بڑوں سے مار نا ہموار کھائیں
راہ سیدھا ہوکے چلتا ہے بھلے
اونٹ کی خلقت یہ ہے قدرت کو نا
ہیئت اسکی مضحکہ ہے سوانگ ہے

انمیں سے کوئی تھا میرا حریف
سو بچارے آپ ہی نا آگاہ فن
مردہ صد سالہ سا بے نور تن
قلیہ دہ روز سے بھی بد نمود
ورنہ منھ دیکھو تو وہ ہیں اوکدو
بوری کی سی گندھی بلی قد و قامت
زان شتر غمزہ سا جیسے کر لیا
یعنی دیکھوں بیٹھے ہے کس کل اونٹ
خار پہلو کا ہوا ہر جا بچھر
تب لیا میں نے قلم کے زیر چوب
دھوم ساری گلیوں میں پڑ جائیگی
کج خرامی سے تب اپنی باز آئیں
اونٹ جب آیا پہاڑوں کے تلے
اسکی خلقت کم ہے کیا اہے بے نیاز
جید ابوچ بن عنق کی ٹانگ ہے

چل قلم اب ہی ارادہ جنگ کا
یان زبردستونکو دعوی کھاگیا
تا قیامت فہم کو دعوی بڑا
ہاتھی کی ٹکر کو ہاتھی ہی اٹھائے
جنگ ہاتھی کی ہو گو اسکو ہوس
ایک نے ہکے مین کہان وہ کاہنی
مین نے پاس اسکا کیا حد سے زیادہ
قبلہ کہتے کہتے حاجی ہوگیا
رشک شہرت سے حریمی ہدی لگا
لگ گئی چپ اسکو میرے شور سے
یہ قبول خاطر لطف سخن
ایک دو ہی ہوتی ہین خوش طرز و طور
خصمی وہ کرے کہ ہو معقول خلق
دشمنی تھی اسکو مجہسی کیا ضرور
ہون جو مین پر تو فگن تو ہو گیا

پاس کنبنک کیجئے نام ونگ کا
یہ چھپا رستم کہان سے آگیا
ہوگئے تنکا سا پہاڑ ونسے اوڑا
چیونٹی کا کیا جگر جو منھہ پہ آئے
پر اسے ہی موت کا ریلا ہی بس
پودنی کی سی ہی اسکی ضامنی
پر کمی کرتا ہے یہ ابن زیاد
پاس ظاہر چھوڑ پاجی ہوگیا
میری عزت کا حسد کرنے لگا
یہ نہ سمجھا ہے خدا کی اور سے
دی ہے کب سکو خدائی ذو المنت
اب چنانچہ میر و مرزا کا ہی دور
نے انھون ہی جو کہ ہو مقبول خلق
حیف ایسی عقل لعنت یہ شعور
خور کے آگے ذرہ کب ٹھہرا رہا

بگڑ گیا ہو وے دماغ اسکا تمام — پڑھتے پڑھتے شور سی ہر صبح و شام

وہ حرف جو روسی جابک جاہلو — ایسا الو ماخرا پیدا ہوا

دیکھ کر اونکی خرابی پائی جتر — ایک کوتے نی کی تقلید تدرد

کود کر چلنے لگا آخر کو راہ — اپنی بھی رفتار بھولا رو سیاہ

کاتنگلے ہو وین مخدر شیخ و شاب — چھوٹی سا منھ جو بچا ریکا ہی باب

بد نمائی اسکی ہی بیسا ختہ — گیلا ہے یان ہمیش نجیا نداختہ

دیکھ اسے یاد آوے قدرت کاملہ — کیا بلا ہے مادہ خوک حاملہ

گرگ گردن خوک چشم غوک سر — غول صحرائی کا بچہ ہے مگر

چار سکھیان کہکی شاعر ہو گیا — اس فن مشکل کا ماہر ہو گیا

باپ کو اُن نے نبار کھاہی آقا — ہین کہان ایسے سعادتمند پوت

کم ہوا ہے گا جو اسکا نور یا — جانتا ہے اسکو ہیر یکا عصا

کچھ نہین معلوم اسکو سر کار — تپ کو ٹھہرایا ہے اسکو راز دار

اس زنازادے نی جو لب وا کیا — پہلے ماکا راز ہی رسوا کیا

ایک ہی شب کے تئین جلوا دی — یار مان کے باپ کو دکھلا دی

پھر حقیقی باپ سے جا کر ملا — اس مجازی کا گیا اس سی گلا

ان کینوں کا گلہ کیا کیجیے — ایسے دس پیدا ہون گر نہ لیجیے
کہتے ہین سہر گرم بیباکی ہو یہ — ہون تو ہون ناپاک کیا پاکی تمیز
لکھیے اس فرقہ کی اب چند ذم — خط بناوین ایسا کہ لے کف قلم
گرچہ انکو کہتے ہین آئینہ وار — لیک انکا منھ نہ دیکھین کاش یار
صاف قینچی پر انھین چڑہوایے — گر نہ ہو اس مین پھر ہو جاے
چاہو ہو اس قوم کی شرح حال — آگے ہی آوینگے جتنے ہونگے بال
ایک سفیدا نکو نہین جنچتے تک — ہو تو رہین دشمن یہ کالی بات تک
کیا کہون کیسے ہین یہ افندہو یہ جہر — کیجیے اصلاح عابد ہو وی شہر
گھر مین ایسا سہر کہ کردین پائمال — سید صیان جب سنلین لین الٹیو پا
معتبر انکے جو حجامی ہین اب — ہنر مین وہ تیرہ روشامی ہین سب
کو ئی لیجائے جو حاجت غسل کی — چلو چلو پانی پہ دیتے ہین جی
نعتین کرتی ہی گذری اسکو وان — غسل مین فرصت تشہد کی کہان
بیٹھے جامی خانی مین کیا غسل کر — جیب اگر دون نے وان کہی کتر
لیک بھر اجرت کرا و پر جنگ ہو — لات ہی گالی ہے پھر جنگ ہے
اس سقادہ مین گیا تھا اک حریف — اسکی فی الجملہ طبیعت تھی ظریف

جسکو خدا خراب کرے بگڑ کیا ہے — کیونکر زبان نکالے نہ جون سگ بھرا ہوا
آواز دے دے کتونکو توڑے ہے اپنی جان — مرجائیگا یہ بھونکتے ہی بھونکتے ندان
ہے بسکہ سگ پرست مریگا جو — توشے مین اسکے ہوگا نہ کچھ غیر سگ کفن
کتونکے پیچھے پھرتا ہے گلیون مین ڈھونڈھتا ہو — یہ سب ہے اسلئے کہ ہر اک نامی شیو رہو
اس وضع ساختہ کے ہون احمق فریفتہ — بہرہ ہے جنکو عقل سے وے کیون ہون شیفتہ
ہاں اس طرح کے معرکہ گیرون سے یہ جہان — بہتیرے ایسے کتے نچاتے پھرے ہین یان

مثنوی در ہجو خانہ خود کہ بسبب شدت باران خراب شدہ بود

جسم خاکی مین جسطرح جان ہے — اس طرح خانہ ہم پہ زندان ہے
ظلمتین اسکی سب پہ روشن ہین — زندہ در گور ہم کے تن ہین
ہے جو سرکوب اک بڑی لوا — واسطے جھانکو تو ہے اندھیرا غار
بخت بد دیکھ ساری پرنالے — اسکے موہار لے اودھر ڈھالے
اب جو آیا ہے موسم برسات — دن کو ہے اپنے ہان اندھیری رات
صحن مین آب نیزہ بالا ہے — کوچہ موج ہے کہ نالا ہے
مینہ مین گھر کے پانچ چھ چھپر — ہم غریبون کے ہوتے ہین سرپر

موج خشتی ستونمین پیٹھی — جان غمناک خون مین بیٹھی

لے گیا پیچ و تاب پانی کا — کوٹھری تھی حباب پانی کا

یون دھسا گھر کہ بار خاطر تھا — آہ کس کا غبار خاطر تھا

اکھڑی دہلیز سب منڈیر گری — لہر پانی کی جھاڑو دیتی پھری

ساری بنیاد پانی نے کاٹی — اینٹ نے گھر کو کہہ دیا ٹاٹی

جھک گئے سب ستون در بیٹھا — وہی چھپر کھڑا ہے گھر بیٹھا

جب اجارے پہ آگئے چھت ٹھہری — ہم سبھون مین یہ مصلحت ٹھہری

آؤ اب چھوڑ کر یہ گھر نکلین — کسو ٹٹی پہ بیٹھ کر نکلین

دیکھے مرنے سے ڈوبنا خوب — ہے کنارا یہان سے مرنا خوب

سنکے ہر اک جی مین ور آیا — خاطرو نمین یہ حرف ٹھہرایا

گٹھری کپڑون کی مین اٹھائی تھی — سر پہ بھائی کے چارپائی تھی

بوجھ کپڑون کا جسنے باندھا تھا — اسکا سارا نگار کاندھا تھا

ساتھ کوئی چراغ لے نکلا — کوئی سر پر ایاغ لے نکلا

چھاج کی کرکے کوئی اوٹ چلا — مینھ کے مارے کوئی لوٹ چلا

منھ پہ چھینٹے کو ایک نے چھپایا — ایک نے سرکی کا کیا گھویا

گھونس جب فکرہی مین مرتی ہو	موش دشتی پہ کیا گذرتی ہو
کوئی چھچھوندر جو بستی مین پائے	سو وہ چوہونکی مرثیہ خوان ہے
ایکدن گھرمین ایک گھونس آئی	اپنے پاؤن اجل اسی لائی
گھونس کیسی تباؤن غیرت سوتن	طاق ہاہی جسکے آگے طاقت سوسن
یاکوئی مادہ خوک آبستن	یاکسی چھچھوے کی برادر زن
پھرتی پھرتی جو صحن مین جو نکل	پائے دیوار بیٹھی سرکو نکال
کہین اودھر یہ شیر جاتا تھا	پھیرتا منھ پہ پنچے آتا تھا
پڑگئی اسکی اسپہ چشم کبود	نیلا پیلا ہوتا وکھا جون دود
پنجہ جھنجھلا کے اُن نے گذرانا	بارہا کچھ گھونس نے اسی جانا
پر اسے خوف جان نہ آیا کچھ	غالب آیا نہ اسکا سایہ کچھ
ٹھک ٹھکا یا پھران نے جاتا تو	کیونکہ تھا یہ تو شیر کا خالو
پھر تو بگڑی ہر دو دشمن آکر	چوٹ ہوتی ہے واہ ٹاپا کر
غصہ خرموش کو بھی آن چڑھا	اتفاق اس جگہ تھا ایک گڑھا
دونون لڑتے ہوئے گرے آ اسمین	کیچ کا گاہتے پھرے اسمین
ناخن اس شیر کا کچھ ایک گڑا	شور محشر گڑھے کے بیچ پڑا

کیا لکھے میر مینھ کی طغیانی
ہو گئی ہے سیاہی بھی پانی

(۶۲۰)

بڑے بوندنکی چوٹ سے ڈر بی
سنگباران جہان ہوان مرے

پڑتے ہین یار ورس حیرانی
آرسی کے بھی گھر مین ہے پانی

آدمی ہین سو کب نکلتے ہین
مردم آبی پھرتے چلتے ہین

کتے ڈوبے گئے کہان ہین اب
سگ آبی ہی ہین جہان ہین اب

وسعت آب پوچھ مت کچھ یار
کوچے موجون کے ہو گئے بازار

معبد اب سارے گرتے آتے ہین
زاہد خشک ڈوبے جاتے ہین

تھا ٹھہرنا برا برا سکے شاق
مسجد و منبر کیا ہے استغراق

مینھ تو یان اب لگے ہی رہتے ہین
سارے عالم کے کان بہتے ہین

غرق ہو چڑیا اور گلہری ہے
خشکی کا جانور بھی بحری ہے

مینھ از بسکہ بہہ رہا ہے گا
اک جہان کو ڈبو رہا ہے گا

شعر کی بحر مین بھی ہے پانی
بہتی پھرتی ہے اب غزل خوانی

لائی یا زندگی کی چالاکی
آب خشک گھر پہ تمنا کی

ہے زراعت جو پانی ز باری
ہو گئی آ بخت تر کاری

آب ہے گا جہان کے سر تا سر
خوف سے سوکھتا ہے میوہ تر

ست ہو ہو گئے ہین ستر ا
غوطہ کھاتے پھرے ہین عالم آب

تھے ابھی روٹھ بیٹھو کو جیسے جب | ہین رہا کہتا کھا گیا وہ سب
کھانا کوئی اِدھر گیا کے اسکا | سارے منھ دیکھتے رہے اسکا
جب مرے گا وہ بھوکھ کا ڑگی | رو ج توشے کی روٹی ہین
کھانے کی بو جو ناک مین پیٹھے | مرگیا ہووے تو بھی اٹھ بیٹھے
عقل باور اگرچہ کرتی نہین | وہ مری بھوک اسکی مرتی نہین
بھوکھے اسکا جو جی نکل جاوے | گور مین بھی کفن نکل جاوے

مرثیہ خروس کہ درخانہ فقیر بود

کئی برس سے ہمارے گھر تھا ایک خروس | خروس عرش کی اولاد سے وہ افسوس
پھر جو اس سے یکایک مانند کج باز | قضا نے اسکو کیا ایکبار مرغ انداز
دیا کرے وہ اذان دونون وقت صبح و شام | بجا ہے مرغ مصلے رکھین گر اسکا نام
نہین مرغ چمن مین جہان کی اسی آج | برنگ گلہ تاج خروس سر پہ تاج
جو بیٹھے چھاؤن مین وہ از پے مرغ خیال | کھڑا ہو دھوپ مین تو رشک مرغ زرین بال
کبھو جو صحن مین گھر کے وہ اشرف الطیار | پھرے کمین کو ڈالی تو مرغ آتش خوار
نہ بچین ہین ثناگستر ہین اسکے مدام | بزرگ گذشت گزین مرغ سبزوار تمام

در تعریف آغا رشید که خطاط بود بغایت شایان
اعزالدین که فقیر و خوشنویس بودند

میر خطاط یک قلم دیکھے
یعنی عبدالرشید تھا استاد
خط کی خوبی کا اسکی اب تک ڈھنگ
وہ تصرف کہین جو کرتا ہے
حیرت افزا ہے حسن تحریر
خط شیرین جو اسکا پاتے ہین
لگ گئی ہے قلم تو جادو ہی
سطر لکھتا نہین خفی کی وہ
ایسا لکھنا کسو کی طاقت ہے
خط مین کیسا ہی کوئی کامل ہو
حرف کس کس ادا سے لکھتا ہے
ہے الف قامت نکو یاران

لیکن آغا سے لوگ کم دیکھے
خوشنویسی کی جنہو دی داد
صفحۂ روزگار پر ہے رنگ
شکل نقاش رنگ بھرتا ہے
مشقی اسکی ہے قطعۂ تصویر
ہم حلاوت بہت اٹھاتے ہین
مد جہان ہے کسو کی ابرو ہے
خط ہے خوبان کی پشت کا وہ
ہے جلی بھی تو ایک بابت ہے
اسکا کب نقطہ مقابل ہو
کون ایسی صفا سے لکھتا ہے
لام ہے زلف سلسلہ مویان

خوگر اے ناز ہمیشگی ہے — زہ ہے کہ جسے ہمیشگی ہے

جو عکس پڑا ہے جام گردین — آتی ہو صدا اُسیکی نے مین

ہے جلوہ گر مین یار ہمہ ناز — وہ مست گذارہ سر انداز

سو رنگ ہین اسکے یاد رکھ تو — ہر جلوہ سے دلکو شاد رکھ تو

عالم مین جو کچھہ نمود مین ہی — ہر لحظہ اُسی سجود مین ہے

کر یاد اسی کو اور مے پی — جیتا رہے کوئی دن تو خوش جی

اب روی سخن چمن کو کر لے — مینا ہو دل اور مے سے بھر لے

آئی ہے بہار مے گساران — پھولے ہین چمن مین گل ہزاران

آئی ہے بہار وہر خیابان — ہے لطف ہوا سے گل بدامان

آئی ہے بہار دیدہ کیشان — ہی توبہ بادہ دل پریشان

آئی ہے بہار مرغ گلزار — کرتا ہے نوائے سینہ افگار

لایا ہے بزور اسکا نالہ — مجکو بھی براے سیر لایا

ساقی جو کرو نین بُلا دائی — معذور رکھ اب بہار آئی

گل باد صبا کی تا کمر ہے — دامان بلند ابر تر ہے

غنچہ کی گلابیان بھری ہین — تکلیف کے منتظر دھری ہین

وہ کام دل سبو بدوشان — یعنی کہ وہ ہے شراب جوشان

وہ موجب دل خوشی کہان ہے — وہ وارد سے بہیشتی کہان ہے

وہ جس کی طرف کو ہے تہ دل — یعنی وہ ہے شیشہ ماہ منزل

وہ آتش تیز آب آمیز — وہ عربدہ جو وہ فتنہ انگیز

وہ مقصد جان ناامیدان — وہ رد شئے رو سفیدان

وہ رونق کارگاہ شیشہ — وہ شوکت بارگاہ شیشہ

وہ جس سے ہے توبہ مو پریشان — وہ جس سے ہو گفتگو پریشان

وہ دامن خشک جس سے جلجاے — ثابت قدمون کا پاتو چل جاے

وہ سرخی چشم خوب رویان — اسباب خرابی نکویان

وہ دلبر خود سر و شرائین — وہ رہزن راہ دین و آئین

وہ جس سے غبار دل سے دہوون — مینا کے گلے سے لگ کے روون

مستی کی مجھے بھی خواہشین ہین — اس عقل سے دلکو کاہشین ہین

لا اسکو جو آستین جہاڑون — پھر ہاتھ چلے تو جیب پھاڑون

بیہوش شراب ناب رہیے — یون تابکجا کباب رہیے

ہے مستی بیخودی ضروری — کھل جاے مقام بےشعوری

مثنوی مسمی بجوش عشق

ضبط کرون مین کب تک آہ اب — چل اے خامے بسم اللہ اب

کر ٹک دل کا راز نہانی — ثبت جریدہ میری زبانی

یعنی میں ایک خستہ غم تھا — سرتاپا اندوہ و الم تھا

آنکھ لڑی اوس کی اک جا گہ — بنجو دھو گئی جان آگہ

صبر نے چاہی دل سے رخصت — تاب نے ڈھونڈھی ایکدم فرصت

تاب و توان شکیب و تحمل — رخصت اس سے ہو گئی بالکل

سینہ فگاری سامنے آئی — بیتابی نے طاقت پائی

گھرتے آئے داغ سیاہی — کام جگر کا کرنے تباہی

خون جگر ہو بہنے لاگا — پلکون ہی پر رہنے لاگا

خواب و خورش کا نام نہ آیا — ایک گھڑی آرام نہ پایا

چاک جگر سے محبت ٹپکی — آنسو کی جگہ حسرت ٹپکی

سوز سے چھاتی تابا گویا — اور پلک خون نابہ گویا

آہ سے اُس کی مشکل جینا — درد فقط تھا سارا سینہ

رفتارون پر خون روان ہو

دل مین ہو سو منھ پہ عیان ہو

جدول جاری چاک گریبان ‌ ‌ گوشہ دامن واقف مژگان

دیدہ تر کے دریا قابل ‌ ‌ ساحل خشک لبی کے سائل

ہردم ہو ہر سمت کو جاری ‌ ‌ خون باری سے سیل بہاری

تشنہ لبی اک منھ پر پیدا ‌ ‌ لب جس جس کا ہووے نہ دریا

خاک بسر آشفتہ سری سے ‌ ‌ شور قیامت نوحہ گری سے

سرتاپا آشفتہ دماغی ‌ ‌ داغ جنون دے جس کو چراغی

غم سے گرچہ دم بھی کہین تھا ‌ ‌ جامے مین اک تار نہین تھا

وا دے پر جب اپنے آوے ‌ ‌ صحرا صحرا خاک اڑاوے

کلفت دل جب خاک فشان ہو ‌ ‌ اشک کی جاگہ ریگ روان ہو

گل ان نے از بسکہ کھلائے ‌ ‌ پھولونکی چھڑیان ہاتھ بنائے

دل کے غبار نے راہ جو پائی ‌ ‌ شہر مین گویا آندھی آئی

سر پر اسکے سنگ ہمیشہ ‌ ‌ جی پر عرصہ تنگ ہمیشہ

آہ سرد کرے وہ عریان ‌ ‌ بید سا کانپے موی پریشان

گرد کے نہ اس کا پیراہن ‌ ‌ دامن صحرا جس کا دامن

بار دامن تار گریبان ‌ ‌ دامن قریب جوار گریبان

نے کعبے نے دیر کے قابل کیا کہئے کیسا کچھ تھا	مذہب اس کا سیر کے قابل القصہ وہ ایسا کچھ تھا

در صفت دلبری کہ باد علاقہ دل بود

وہ کیا تھا جس پر عاشق	جی سے تھا یہ عاشق صادق
دیدۂ گل ہیں جا گہ اس کی	نکہت گل گرد رہ اس کی
چشم بر رہ سارا چمن اسکا	نقش قدم تھا یاسمن اسکا
آگے اس کے کبھو نہ خوش آیا	یہ رو گل نے کہاں سے پایا
گل آشفتہ اس کے رو کا	سنبل اک زنجیری مو کا
جب وہ چہرہ تابندہ ہو	ماہ دو ہفتہ شرمندہ ہو
زلف اس چہرے پر تابندہ	کاکل صبح سے خوش آیندہ
دیکھ اس گل کی نور افشانی	شمع مجلس پانی پانی
ہو ہر چند یہ بدر کامل	اس چہرے کے نہ ہو مقابل
حوصلہ کتنا اس بے تہ کا	منھ دیکھو آئینہ مہ کا
رکھتی تھی دعوی چشمی پر	لیکن اسکی چشم نظر کر

۶۲۹

چشم کرشمہ جان تغافل — شایان اس کی شان تغافل

کیا جانے وہ حال کسو کا — پتھر دل اُس آئینہ رو کا

پاتے ہی ابرو کا اشارہ — غمزے نے ایک خنجر مارا

جب وہ خرام ناز کرے ہے — جیکو جو رنیاز کرے ہے

رخصت دی گر عشوہ گری کو — ایک ہی جلوہ بس ہے پری کو

ہنسنے مین وہ صفائی دندان — برق خرمن عالم امکان

رشک سحر کو صافی تن — خون صحرا کی اُسکی گردن پر

آہ صفائی اُس سینے کی — غیرت افزا آئینے کی

شکل جبین مین یہ ناز کہان ہو — صورت ہے انداز کہان ہے

ایسا خوب جہان مین کہین ہے — رحم ہے اسپر اب جو نہین ہے

جب وہ شکل نظر آتی تھی — کلفت دل کی نکل جاتی تھی

رنگین اُسکی اُس کف پا سے — جائین نکویان اپنی جا سے

چشم کرو انصاف کی گردا — یوسف و شیرین لیلےٰ عذرا

کون ہوا اس محبوبی سے — خوبی تھی پر اس خوبی سے

بار نزاکت کیون کے اُٹھاوے — شاخ گل سا لکا جاوے

رخصت کو اس پاس بھی آیا — جلنے کے تئین اور جلایا

وقت وداع قیامت گذرا — سر سے آب حسرت گذرا

ایک دم بیخود ہوکے رہا وہ — اس سے آگے آپ گیا وہ

آنکھین لگیں ناسور ہو بہنے — دیکھ اس گل کو لگا یہ کہنے

ظلم سے ہے لوہو پیتے رہئے — جان گئے پر جیتے رہئے

عمر عزیز چلی یوں جاوے — اور فلک آنکھون سے رکھاوے

آخر کرے خدا کے حوالا — آئینے پر پانی ڈالا

تاکہ وہ دکھاوے شتابی — راہ دور سے آوے شتابی

بارے گئے پہ میسر جواب ہے — جان سے خالی اک قالب ہے

راقم غم ہے وہ دل تفتہ — نام پر اس کا رنگ رفتہ

غم سے فرصت اسکو کہان ہے — قاصد اشک ہمیشہ روان ہے

خط لکھتا ہے اس مضمون سے — تر ہو بال کبوتر خون سے

خط سے اک آتش پیدا ہووے — جس سے کباب کبوتر ہووے

جب سے دل ان نے لکھا ہے — شعلہ خط مین لپیٹ دیا ہے

مثنوی باعجاز عشق

ثنائے جہان آفرین ہے محال | زبان اسمین جنبش کرے کیا مجال
کمالات اسکے ہین سب پر عیان | کرے کوئی حمد اسکی سو کیا بیان
کہون کیا مین اسکی صفات کمال | کہ ہو عقل کل یان پریشان خیال
خرد کنہ مین اس کی حیران ہے | کہان یان پریشان پشیمان ہے
زمین و فلک سب ہین جسکے صنعو | مہ و خور ہین اس سے ہی پر نور
یہ صنعت گری اس ہی صانع سے آئے | کف خاک کو آدمی کر دکھائے
نہ آوے کسی کی جو ادراک مین | سو رکھا ہے وہ اس کف خاک مین
کرے ہیگا تمثیل و تشبیہ سے | منزہ ہے وہ بلکہ تنزیہ سے
وہی حاصل مزرع آسمان | کیے اک نہ دانے مین خرمن نہان
سفید و سیہ کو نہین اس کی بار | وری ہے زمانے کی لیل و نہار

در توحید انشا طراز حزینی کہ فقرہ یکتائے او بعالم ودیدہ

در نعت سید المرسلین

کرون اُسکی قوت کا کیا مین بیان	کہ تھا قاب د قوسین اور نا امکان
مرا زیر پا اُس کے فرق نیاز	کیا جس کی خلقت پہ صانع نے ناز
بصورت اگر عبد مشہود ہے	حقیقت کو پوچھو تو معبود ہے

نہین پاشکستون کا اب دستگیر
محمدؐ بن اور آل بن اُسکے اسیر

گنہگار ہون چشم ایک اس سے ہی	توقع شفاعت کی ایک اس سے ہے
درود آل پر اُسکے ہر صبح و شام	وہ ہی شافع حشر و خیر الانام
پلا ساقیا بادۂ لعل گون	کہ ہو جائیں سرخ آنکھیں مانند خون
ہے اب جوش مستانہ کا دلمین جوش	کرا آویزۂ گوش گر کچھ ہے ہوش

مناجات بطور عاشقان زار و در بلای جدائی گرفتار

مرا زخم یارب نمایان رہے	پس از مرگ صد سال خندان رہے
رہی دشمنی جیب سے چاک کو	صبا دوست رکھے مری خاک کو
مژہ اشک خونین سے سازش کرے	غم دل بھی مجھپر نوازش کرے

٦٢٣

در تعریف عشق خانمان آباد آزادگان برنهاد

زہے عشق نیرنگ سازی تری
کہ ہے کھیلنا جی پہ بازی تری

تجھی سے ہے آب رخ زرد زرد
تجھی سے مرے دل مین اٹھتا ہے درد

تجھے ربط کفار و دیندار سے
تجھے رشتہ تسبیح و زنار سے

تجھی سے ہے بلبل کو نوحہ گری
تجھی پر ہے قمری بھی خاکستری

ترا جذب دریا کو بہنے نہ دے
ترا شور صحرا کو رہنے نہ دے

تجھی سے دل شاد غمناک ہے
تجھی سے مرا سینہ صد چاک ہے

تمنا کو تو نے کیا ہے شہید
تجھی سے نہ بر آئی میری امید

تجھی سے ہے مجنون صحرا نورد
تجھی سے ہے فرہاد کوہون پہ مرد

تجھی سے گلو بند ہے خستگی
تجھی سے ہے وابستہ دل بستگی

تجھی سے ہو دل عاشقان ہو کباب
تجھی سے ہے پروانہ آتش آب

ترا کام دینا ہے بدنامیان
تری رنجہ دیکھے ہین ناکامیان

تجھی سے سراسیمہ ہین یار لوگ
تری تیغ سے قیمہ ہین یار لوگ

تجھی سے ہین بیکار پردازیان
تجھی پہ ہین موقوف جانبازیان

اسی کی سی مقدور تک سب کہین — سدا اسکا منہ دیکھتے ہی رہین

وہ اک دودمان کا تھا روشن چراغ — جلاتے تھے سارے اسی پر دماغ

وے اس کے دلمین اک آتش نہان — کہ دیجے جلا اس سے سارا جہان

سب آرام چاہین اسے اضطراب — سراپا تلک ایک دل بیقرار

نہ کچھ ہوش گھر جانے کا اسکو تھا — نہ کچھ خوف مرجانے کا اسکو تھا

نہ طاقت تھی تن مین نہ کچھ جی مین تاب — نہ دل پاس نے صبر آرام و خواب

سراپا وہ دل قیمہ قیمہ لئے — یہ کہتا تھا مرجایئے بس جیئے

سن اس نوگل عشق کی بیکلی — رہا کرتی ماتم سرا وہ گلی

دل و صبر و ہوش و توان و حواس — رہین اس کی وحشت سی بار او داس

نہ ناموس کا ننگ نے نام کا — ہرا دوست دشمن تھا آرام کا

شب و روز فریاد کرنا اسے — کئی بار اک دم مین مرنا اسے

تماشے کا دیوانہ پیدا ہوا — زمانے کو چندے تماشہ ہوا

جو دم بے طپش تو شتابی کرے — تسلی دل کی خرابی کرے

کرے طرح داغون سی وہ باغ کو — روانی اسی سے زد داغ کو

دل غمزدہ سے محبت اسے — قیامت خوشی سے عداوت اسے

زن و مرد کی ہون زبانسے تبنگ — ہوا ہون مین سارے قبیلے سے تنگ

سدا خون دلمین طپیدہ ہو نہین — کہ آہ بلب نا رسیدہ ہو نہین

تری دوری مین پہونچی ہے اتنے جلیب — وداع دم واپسین بھی قریب

جگر تو ہو پانی بہا غم کے بیچ — یہ دم بھی ہوا ہے کوئی دم کو بیچ

سمجھنا یہ بھی اے مرے سر خاک — کس امید پر مین ہوا ہون ہلاک

تو جب سے درا وپر نظر آ گئی — رہین آفتین تبا میرے سر پہ جی

نہ نامہ نہ پیغام نے رسم و راہ — یو نہین ہوتی جاتی ہی حالت تباہ

دل و دیدہ سب مدعی ہو گئے — تماشائی مجھ پر بہت رہ گئے

کئی بار جان لب پہ آ پھر گئی — کہان ہو تو اے گل ہوا پھر گئی

یہ حیران ہون صبر آتا نہین — تصور ترا جی سے جاتا نہین

خراش جگر سے ہے چھاتی مین درد — کہ جیسے ہو لجائے ہے رنگ زرد

رہا کرتی ہے داد بیداد یان — دل شب سے گذری ہی فریاد یان

سرِ رہ تک آ دیکھ یہ خستہ حال — کہ ہے نقش پا کی طرح پایمال

ترے دور غم مین تو جون کیمیا — ستا ہی کیا نام مہر و وفا

نہ آیا نظر سے ادا ہے ولیک — نہ آتا کہ جاتا رہا جی سے ایک

تراور د پنہان ہے گو آشکار — یہ مجھسے بیان کر کہ ہو راز دار

کہین دل لگا ہو تو یہ مجھسے کہہ — کہون اس سے جا کر عنین تو نرہ

جہان کو تو بھیجے وہان جاؤن مین — کے کام جو تو بجا لاؤن مین

جو حور بہشتی بھی ہو تیری یار — کرون مین ملک کی طرح وا نگذار

خدا جانے کیا جی مین بات آگئی — کہ میری ہی دلجوئی ہے بھاگئی

یہ سُنکر جوان خود رفتہ نے — جگر سوختہ اور دل تفتہ نے

کیا سوز دل کو لبون پر نمود — زبان تاب کھانے لگی جیسے دود

سخن ہونے لاگے نمودار کچھ — لگا کرنے پیچیدہ گفتار کچھ

کہ جس سے یہ معنی ہوئے مستفاد — کہ اے غمگسار دل نامراد

جو دلجوئی میری ہے مد نظر — تو یان اک محلہ ہے ٹک قصد کر

نہین اسکو درکار کچھ جستجو — سرا ایک ترساکی ہے قبلہ رو

زبانی مری در پہ یہ جا کے کہہ — کہ احوال سے میرے غافل نرہ

ترے واسطے خوب رسوا ہوا — مرے سر پہ ہنگامہ برپا ہوا

تسلی شکیبائی مطلق نہین — پر اب بے تہائی مطلق نہین

رہی جب تلک تن مین تاب و توان — اوٹھایا تحمل کا بار گران

نگہدار تھی سرخیئے چشم کی — طرفدار تھی اپنے ہی خشم کی

شہید اسکی چشمک کے دل خستگان — نشانے نگاہون کے دل بستگان

مژہ موجب قتل جمع کثیر — غرض سب تھے یہ ایک ترکش کے تیر

چھپین اسکے غمزے مین کیتی سنان — نمایان ہوئے سب یہ مرگ جہان

جبین کھولدی اس پری زاد نے — کہ چین مانی خوبان نوشاد نے

روان اس شب فروز سوا اشک شمع — نہین سے ہو روشن کہ بھی اشک شمع

وہ مردون کو زندہ دوبارا کرے — مسیحا جہان سے کنارا کرے

پری منفعل رنگ رخسار سے — خجل کبک انداز رفتار سے

خضر تشنہ اسکے ہے دیدار کا — مسیحا شہید اس کے بیمار کا

سوا اسکی باتون کی سب باتین ہین — جسے سنکے مردے بھی جی جاتے ہین

غرض اور سب یو نہین سکتے کو ہین — مسیحا کے لب یو نہین کہنے کو ہین

لب سرخ اسکے وہ گلبرگ تر — چھپین جن مین دندانکے سلک گہر

تبسم مین اُنکے وہ برق بہار — دم حرف ہوتے گرے آبدار

دہن غنچہ نا شگفتہ سے کم — سخن رہرو راہ تنگ عدم

تبسم تنگ گردہ دلکش کرے — تو گلشن مین گل صد چمن غش کرے

صبا گر اوڑا دے تنک وانکی خاک — تو نکلی زمین سے دل چاک چاک

کئی نعرہ کش وان کئے نعرہ زن — گئے خون گرفتہ کئے بے کفن

کئی بیوطن وان سفر کر گئے — سسکتے ہین کتنے کئی مر گئے

ہر اک جان ہر شخص ناکام کی — ہوا وار اس کے لب بام کی

پھرون گرد ساقی نشے مین ترے — گلابی ہی منھ کو لگادے مرے

مجھے مست آب سیہ دیکے کر — چلون جون قلم پھر بھی مطلب اوپر

سُنا وہ جگر سوز پیغام جب — کئی آشنا حرف سے لعل لب

پڑھی اک رباعی نہ کر اعتبار — کہ مضمون جس کا یہ موزون ہے یار

کہ ہجران مین جو بیقراری کرے — سر راہ فریاد وزاری کرے

نہ سونے دے نالو نسے ہمسایہ کو — بھلی مرگ ایسی فرومایہ کو

محبت کی رہ مین یہ پھیلائے کام — کہ سر سے گذر جائیے شادکام

نہین شرط الفت اسکی جس مین — اگر پیش آوے دم واپسین

جو پھوٹا ہی پڑتا ہون جون آبلہ — وہ ہے دم مین واماندہ قافلہ

نہ جو ہو سکے ہجر کا پائمال — تو بہتر ہی ہوتا ہے اسکا وصال

گیا مین جواب اُس سے لیکر ادھر — سرہ تھا پائمال غم وہ جدھر

کوئی رہ گیا تھا پیام جوان ‌ ‌ جو تو پھر شتابی سے آیا یہان
بیان کر جو کہنا ہو تجھکو شتاب ‌ ‌ کہ ہے منتظر غیرت آفتاب
کہا مین نے لے پیرزن کیا کہون ‌ ‌ عجب ادا اس نوجوان کا [illegible]
پیام اُس کا لایا تھا مین اسلیے ‌ ‌ کہ وہ بے اجل مرتا ہے ٹک جیے
سو یان سے گیا ایسا لیکر جواب ‌ ‌ کہ جس سے نکلتا تھا ناز و عتاب
نہ تھی تاب حرف درشت اُسکے تئین ‌ ‌ کیا غم نے تھا نیم کشت اُسکے تئین
نہ مشغول یونہین وہ زاری سے تھا ‌ ‌ وہ بیتاب بے اختیاری سے تھا
نہ سمجھی یہ رشک پری اسکے تئین ‌ ‌ دکھائی دی عشوہ گری اسکے تئین
چڑھا ان نے تیوری اک انداز سے ‌ ‌ کہا بیزہ ہوکے یون ناز سے
کہ جس کو نہ ہو تاب لانیکی تاب ‌ ‌ شتابی سے مرتا ہے اسکا صواب
ہوا سامنے اس کے مین حرف زن ‌ ‌ یہ اُس کی زبان سے کہا مین سخن
جوان سنتے ہی کرکے ایدھر نگاہ ‌ ‌ سفر کر گیا جان سے بھر کر آہ
یہی ماجرا کہنے آیا ہون یان ‌ ‌ خبر اُسکے مرنیکی لایا ہون یان
کہا اس سے کہ ای کشتۂ غم کی جان ‌ ‌ گیا آخر الامر جی سے جوان
یہ کہہ دس قدم وان سے مین تھا چلا ‌ ‌ کہ اک شور کانون مین میرے پڑا

کوئی نالہ بلبل سے ہے یادگار
خزان اس چمن مین ہی گل کی بہار

کہین ساقی دے آب گلرنگ کو
کشادہ ہی کر اس دل تنگ کو

گلے لگ کے مینا کے ٹک روئیے
فسانہ بہی آخر ہے اب سوئیے

مثنوی مسمی بخواب وخیال

خوشا حال اسکا جو معدوم ہی
کہ احوال اپنا تو معلوم ہے

رہین جان غمناک کو کاہشین
گئین دل سے نومید سو خواہشین

زمانے نے رکہا مجھے متصل
پراگندہ روزی پراگندہ دل

لگی کب پریشانئے روزگار
رہا مین توہم طالع زلف یار

وطن مین نہ اک صبح مین شام کی
نہ پہونچی خبر مجکو آرام کی

اٹہاتے ہی سر یہ پڑا اتفاق
کہ دشمن ہوے سارے اہل وفاق

جلاتے تھے مجہپر جو اپنا دماغ
دکہانے لگے داغ بالاے داغ

زمانے نے آوارہ چاہا مجھے
مری بیکسی نے نباہا مجھے

رفیقون سے دیکھی بہت کوتہی
غریبی نے ایک عمر کی ہمسری

مجھے یہ زمانہ جدہر لے گیا
غریبانہ چندے بسر لے گیا

بندہا اس طرح بار سفر
کہ نہ زاد رہ کچہہ یا رسفر

کہین مجھسے سرگرم حرف سلوک
کہین جلوہ تن مہر صرف سلوک
کہین مائل خوبی خویش تھا
کہین دلبری اسکو درپیش تھا
کہین گرم رفتار دکھلا ے
کہین نقش دیوار دکھلا ے
کہین بادہ حسن سے مست تھا
کہین سر کا آئینہ در دست تھا
دہن غنچہ اپنی سے ...
سراپا مین جس جا نظر کیجیے

لطافت سے یک جان ہو کو تمیز
کہین سیر مانند عمر عزیز
کہین جلوہ پرواز وہ عشوہ ساز
کہین ایستادہ بصد رنگ ناز
ہر ایک جا سے ...
در و بام تصویر کا سا ورق

۶۴۲

پڑی فکر جان میرے احباب کو
ہوئی پاس کوئی تفاوت سی ہو
کوئی فرط اندوہ سے گریہ ناک
جو دیکھون تو آنکھون سے لوہو بہے
کہے چشم بندی کو ہر بار غیر
وہی جلوہ ہر آن کے ساتھ تھا
اگر ہوش مین ہون دلے بیخبر
ابھی دیکھون جیدہر کرون مین نگہ
نگہ گردش چشم سے فتنہ ساز
عجب رنگ پر سطح رخسار کا
جو آنکھ اسکی پی پی سی جاکر لڑی
مکان کنج لب خواہش جان کا
دہن دیکھکر کچھ نہ کہئے کہ آہ
سزا ہے جگر اس کو بے لئے
گل تازہ شرمندہ اس سے ہو

اڑا دیوین سب گھر کے اسباب کو
ہراسیمہ کوئی محبت سے ہو
گریبان کسو کا ہیرے غم سے چاک
نہ دیکھون تو جی پر قیامت رہے
دلے منزل دل مین اس مہ کی سیر
تصور مری جان کے ساتھ تھا
وہ صورت رہی میری پیش نظر
وہی ایک صورت ہزارون جگہ
ہزہ آفت روزگار دراز
مگر وہ تھا آئینہ گلزار کا
دم تیغ پر راہ چلنی پڑی
تقسیم سب کاہش جان کا
سخن کی نکلنی تہی مشکل سی راہ
جو سیب ذقن اسکا بو کر جیے
خجل اسکے مشکناب گیسو سے ہو

کہ جہوما کرون بید مجنون کیطرح — رہے یاد اس سرد موزون کیطرح

رہون زرد مین گاہ بیمار سا — پریشان سخن گہر پہ بیدار سا

پری خوان کو لا کوئی افسون پڑہے — کسو سے کوئی جاکے تعویذ لائے

طبیبون کو آخر دکہایا مجہے — نہ پہنچا جو کچہہ تہا پلایا مجہے

دوا جو لکہی سو خلاف مزاج — کہجا اس خرابی سے کار علاج

کہ سر رشتہ تدبیر کا گم ہوا — دل اوپہ ہجوم توہم ہوا

درون خود بخود ہیجو اسی رہی — پریشان دلی اور اداسی رہی

کرون بیکلی جاؤن تا ہر کہین — نہ گہر مین لگے جی نہ باہر کہین

قیامت جنون کا رہے سر مین شور — کہجا جائے دل کو وہ صحرا کی اور

رہے شوق سر در گریبان دل — ہوا کہینچے صحرا کو دامان دل

سر آشفتہ زلف گرہ گیر کا — قدم حلقہ در گوش زنجیر کا

جنون آہ درپے ہوا جان کی — مجوز ہوئے یار زندان کے

گیا بند اک کوٹھری مین مجہے — کہ آتش جنون کی مگر وان بجہے

لب نان اک بار دینے لگے — دم آب دشوار دینے لگے

کہان علم کا کسب فرصت نہ آہ — ہوا کا ہی دان گشت روز نگاہ

کہین چشم گریبان سے دامان پاک
کہین سو جا بجا سے گریبان چاک
کہین کام دل کی شکایت سے تہا
کہین نقش دیوار حیرت سے تہا
کہین مجھسے کہتی تہی رخصت مجھے
کہین مطلق نہین غم کی طاقت مجھے
کہین لب پہ وہ شکوۂ خون چکان
کہ ... جس سے آزار جان

جفا ضعف سے مجکو کیا کیا نہ تہی | رفاقت گئی یون کہ گویا نہ تہی
پس از چند آنکھین ٹہرنے لگین | لگا ہین بہی کچھہ کام کرنے لگین
بندہا ناتوانی کا رخت سفر | گیا طاقت رفتہ لے منہہ ادہر
کسے تہا مری زندگانی کا دہیان | ولیکن نہایت تہا مین سخت جان
لگی جان سی آنے اعضا کو بیچ | کوئی روز رہنا تہا دنیا کے بیچ
پہرا ناتوان مین بہت درد سینے | کہ نزدیک تہا عالم گردسے
غلط کاری وہم کچھہ کم ہوئی | وہ صحبت جو رہتی تہی برہم ہوئی
وہ صورت کا وہلم بگڑ دیوانگی | لگی کرنے در پردہ بیگانگی
پس از دیر آنکھوںمین آنے لگے | نہ دو دو پہر منہہ لگانے لگے
ندیکھے مری اور اس پیار سے | غریبانہ پہر مارے دیوار سے
کہین ٹک تسلی کہین بیقرار | کہین شوق سے پہیر بے اختیار
کہین واسطے پہیر روتی ہے خون | کہین دست زیر زنخ ہے زبون
کہین دلکو اپنے دکہا دے مجھے | مری بیوفائی جتا دے مجھے
کہین دست بر دل وہ رشک قمر | کہین حسرت آلودہ مجہپر نظر
کہین بیدماغانہ پہر گرم ناز | کہین آتش شوق سے جانگداز

غرض نا امیدانہ کر اک نگاہ — وہ نقش تو ہم گیا سوے ماہ
نہ آیا کبھو پھر نظر اس طرح — نہ دیکھا اُسے جلوہ گر اس طرح
مگر گاہ سایہ سا مہتاب مین — کبھی وہم سا عالم خواب مین
دل خو پذیر وصال دوام — رہی خواب مین روز و شب صبح و شام
اگر وصل خواب فراموش تھا — ولیکن وہی خواب کا جوش تھا
پلک سے پلک آشنا ہے وہی — نہ خود رفتگی کی ادا ہے وہی
کھڑا ہون تو سوتا ہون اک وقت مین — رگ خواب دل ہی کف شوق مین
جو بیٹھا ہون خواب گران ہی مجھے — وہ غفلت جہان در جہان ہی مجھے
خیال اسکا آوے کہ سن ہو رہون — تلے سر کے پتھر رکھون سو رہون
مجھے آپکو یونہین کھوتے گئی — جوانی تمام اپنی سوتے گئی
دکھایا نہ اُس سیمرو خواب مین — نہ دیکھا پھر اُسکو کبھو خواب مین
بہت بیخود و بیخبر ہو چکا — ہم آغوش طالع بہت سو چکا

نہ دیکھا کبھو پھر پھر وہ جمال
وہ صحبت تھی گویا کہ خواب و خیال

تمام شد

بہارستان سخن۔ اس میں تین استادوں کا کلام ہے۔ ہمطرح وہمقافیہ غزلیں ۱۔ شیخ امام بخش ناسخ۔ ۲۔ خواجہ حیدر علی آتش۔ ۳۔ مہدی حسین ن آباد بڑے معرکہ کا مجموعہ ہے ہر ایک استاد نے زور طبع دکھایا ہے باہم دیگر ترجیح بلا مرجح کٹھن ہے ؎

دیوان امیر۔ خرد طبع زاد سید امیر الدین امیر۔

دیوان رند مسمی بہ گلدستہ عشق کلام نواب محمد خان رند شاگرد خواجہ حیدر علی آتش۔

دیوان فدا۔ از موج دیوانی طبع وفا مولوی فدا حسین وکیل عدالت دیوانی۔

دیوان غافل۔ کلام سخنور ہمپایہ آتش و ناسخ منور خان غافل۔

منتخب کلیات ظفر انتخاب ہے چار دیوان جلد کلام حضرت سراج الدین ظفر بادشاہ غازی کا۔

دیوان بہار عرب۔ در محامد خاتم الرسالت مؤلفہ حاجی محمد نذیر مصطفیٰ آبادی۔

دیوان لطف۔ پاکیزہ دیوان غزلیات مع معراج نامہ محامد سرور کائنات مصنفہ حافظ محمد لطف حسین خان صاحب بریلوی۔

ایضاً نعت سرور غزلیات تمام ردیفوں کی محامد خاتم المرسلین میں از بہار کے مطبع لبندی مفتی غلام سرور لاہوری۔

دیوان ہنجار سالک عمدہ کلام از مرزا قربان علی بیگ تخلص سالک۔

دیوان نیاز۔ از روشنی صافی طبع نازک پسند فدا احمد بریلوی نیاز۔

دیوان شہیدی مصنفہ کرامت علیخان شہیدی تخلص

دیوان امیر مسمی بمراۃ الغیب از امیر احمد امیر تخلص۔

دیوان غالب دہلوی کئی مرتبہ دیوان مختلف مقامات میں چھپا اور بڑی خواہش سے بکا اور ہنوز خواہش خریداران اسی طرح سے ہے کیوں نہ ہو بڑے عالی پایہ مرزا اسد اللہ خان دہلوی کا کلام ہے جنکا مثل و نظیر ہندوستان میں نہیں ہے یہ مطبوعہ مطبع نظامی سے نقل ہو کر چھپا۔

دیوان نشاط الاحباب مصنفہ بابو ہر گوبند سہائے

دیوان جرار مصنفہ مرزا حسین بیگ تخلص جرار

دیوان قلق مسمی بہ مظہر عشق کلام استاد کامل آفتاب الدولہ خواجہ اسد تخلص قلق۔

دیوان واسطی نادر کلام مولوی سید فضل رسول خان تعلقدار سندیلہ۔

دیوان عاشق۔ کلام لطیف از پنڈت کنہیا لال تخلص عاشق

دیوان خواجہ میر درد شاعر صاحب باطن۔

دیوان بحر اسرار حقیقت در نعت سید مجتبیٰ مصنفہ قاضی علی احمد تخلص صلّ علیٰ

دیوان ہشیار مصنفہ کنول رام۔

دیوان صبا مسمی بہ غنچہ آرزو از میر وزیر علی صبا

دیوان ضامن۔ از سید ضامن علی شاد۔

دیوان نواب علاء الدولہ سید محی الدین خان بہادر تخلص نیر عرف نواب بڈھن صاحب۔

دیوان مخزن شوق۔ غزلیات بطرح حضرت ذوق دہلوی مصنفہ منشی ہرچند رای مشرا منشی تخلص ہرچند ایک کالم مین کلام ذوق دوسرے کالم مین کلام ہرچند۔

ایضاً شائستہ پانچ مقابلہ غزلیات ناسخ از منشی ہرچند رائے

دیوان ولی دیوان قدیم زبان ریختہ موجد شعرگوئی زبان ریختہ شاہ ولی اللہ گجراتی کا کلام ہے اول بان ریختہ مین ایسے شاعر عالی سے شعر کہا ہے بڑی تلاش سے دستیاب ہوا ہے۔

چمنستان جوش۔ دیوان محمد حسن خان جوشش از فرزندان نواب حافظ رحمت خان۔

مجمع الاشعار۔ غزلہائے اردو و فارسی اساتذہ۔

چمن بے نظیر اشعار اردو و فارسی اساتذہ فراہم کردہ مولوی محمد ابراہیم بن شہاب الدین۔

گلدستۂ امانت جسمین چیدہ چیدہ غزلین اساتذہ کی ہین۔

گلدستۂ لغت اشعار فارسی اردو مؤلفہ محمد جمیل الدین احمد

گلدستۂ خندان۔ کلام موزون منشی منور علی تخلص خندان

شمس فیض قصائد ولی عہد بہادر والی سورہتہ

فسانۂ خیالی منظوم از منشی غلام محمد خان تخلص خبیر

گلشن فیض۔ قصائد مدحیہ از شیخ بہاد الدین

خمسۂ لطیفہ سرور۔ تہنیت نامہ کتخدائی نواب بہادر خان ولیعہد ریاست سورہتہ۔

کتب قصہ جات نثر

الف لیلہ۔ بالتصویر اردو نثر ترجمہ منشی[illegible]

ابوالنور مولوی محمد حامد علی خان حامد خلف[illegible]

شاہ آبادی تلمیذ امیر مینائی مدظلہم الہادی۔

ایضاً ترجمہ مولوی صاحب ممدوح الی[illegible]

فسانۂ عجائب۔ بالتصویر مؤلفہ مرزا رجب[illegible]

ایضاً بر کاغذ حنائی۔

ایضاً بر کاغذ فاختہ۔

ایضاً بغیر تصویر۔

سرور سخن جواب فسانۂ عجائب مصنفہ نذر الد[illegible]

طلسم حیرت۔ برنگ فسانۂ عجائب مصنفہ[illegible]

باغ بہار یعنی چہار درویش مؤلفہ میر امن[illegible]

ایضاً بر کاغذ حنائی۔

طلسم فصاحت مصنفہ مولوی محمد حسین[illegible]

سہیل یمن مصنفہ مولوی رفیع الدین[illegible]

وقائع راجگان مصنفہ کنور جگت سنگہ خلف[illegible]

سبھی بادری۔ ترجمہ راجہ شیو پرشاد۔

آرایش محفل قصہ حاتم طائی بالتصویر[illegible]

ایضاً بر کاغذ حنائی۔

ایضاً بغیر تصویر۔

داستان امیر حمزہ۔ بالتصویر بنظر ثانی[illegible] بلگرامی۔

نو طرز مرصع۔ قصہ چہار درویش بعبارت[illegible] منشی محمد عوض زرین۔

بستان حکمت اردو ترجمہ انوار سہیلی کا[illegible]